A. K. Shah.

جملہ حقوق محفوظ

اُذکُروا موتاکُم بِالخیرِہ

دفتر ثانی

ماثر الکرام

موسوم بہ

سروِ آزاد

مُصنّفہ

حسّانُ الہند مولانا میر غُلام علی آزادِ بلگرامی اَلمتوفّی سنہ ۱۲۰۰ھ

کہ در سنہ ۱۱۶۶ ہزار و یک صد و شصت و شش ہجری تصنیف شد

و محتوی است بر احوال شعرائے متاخّرین کہ بعد از ہزار ہجری تا زمانہ تصنیف کتاب موجود بودند

و منقسم است بر دو فصل

فصل اوّل در ذکر یک صد و چہل و سہ (۱۴۳) شعرائے فارسی

فصل دوم - در ذکر ہشت (۸) شعرائے ہندی

بہ سعی و تصحیح و تحشی عبد اللہ خاں و بہ اہتمام مولوی عبد الحق صاحب

در مطبع دُخانی رفاہِ عام لاہور دارُ السّلطنت پنجاب مطبوع شدہ

و از طرف مصحّح از کُتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن شائع گردید

۱۹۱۳ء

(۲۱۰۰) جلد

طبع اول

مولوی چراغ علی صاحب مرحوم المخاطب بہ نواب اعظم یار جنگ بہادر کی

لاجواب کتاب

"کرٹیکل اکسپوزیشن آف دی پاپیولر جہاد" کے اردو ترجمہ

تحقیق الجہاد

مترجمہ مولانا غلام الحسنین صاحب پانی پتی مترجم "فلسفہ تعلیم" ہربرٹ اسپنسر پر

حکیم سید شمس اللہ قادری - ایم - آر - اے - ایس - ایف - آر - ایچ ایس عالم آثار قدیمہ کا

ریویو

عیسائی مصنفین اسلام پر ہمیشہ سے یہ اعتراض کرتے چلے آئے ہیں کہ "مذہب اسلام دنیا میں بزور شمشیر پھیلایا گیا ہے"۔ اسلامی تاریخ میں جو واقعات غزوات - سرایا - اور بعوث کے نام سے مشہور ہیں اُن کو یہ لوگ کچھ ایسی رنگ آمیزی و ملمع سازی سے بیان کرتے ہیں جس کی بنا پر یہ مشہور ہو گیا ہے کہ بانی اسلام اور ان کے اتباع نے "ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے میں قرآن لیکر مذہب اسلام کی اشاعت کی"۔

مسئلہ جہاد کے ساتھ غلامی - تسرّی وغیرہ پر بھی عیسائی دنیا کی طرف سے اعتراضات ہوا کرتے ہیں جن کی تردید ہمیشہ مسلمانوں کی طرف سے ہوتی رہی ہے - ہندوستان کی مسلّمہ مشترکہ زبان اردو میں بھی اس موضوع پر متعدد اصحاب تصنیف و تالیف کر چکے ہیں مثلاً مولوی رحمت اللہ مرحوم - مولوی آل حسن مرحوم مولوی عنایت رسول مرحوم ہندوستان میں مشہور مناظر گزرے ہیں - فخر قوم سر سید احمد خاں مرحوم نے بھی عیسائیوں کے اعتراضات کے نہایت عالمانہ اور محققانہ جوابات دئے ہیں - اعظم یار جنگ مولوی چراغ علی صاحب مرحوم نے بھی مذہب اسلام کی حمایت میں ہمیشہ بے مثل کتب و رسائل تالیف کئے ہیں - ان سب مصنفین کی کتابیں بجائے خود نہایت عمدہ اور بہت قدر کے قابل ہیں مگر "ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است" مولوی چراغ علی صاحب مرحوم کی تحریر میں ایک تو یہ خصوصیت ہے کہ طرز ادا نہایت سادہ اور طریقہ استدلال نہایت مستحکم ہوتا ہے - دوسرے ان سے پہلے بظاہر کسی مصنف نے مسئلہ جہاد پر کوئی مستقل کتاب نہیں لکھی سر سید مرحوم کی تفسیر القرآن جلد چہارم میں اگرچہ غزوات کا ذکر بہت کچھ ہے مگر محض وہ نوٹ ہیں جو تفسیر کی جلدوں میں محسوب اور شامل ہیں - ۱۸۸۵ء مولوی چراغ علی صاحب نے خاص اسی موضوع پر مندرجہ عنوان مستقل کتاب تصنیف کی - اس کے تین حصے ہیں -

ڈیڈیکیشن

عالیجناب مستغنی عن الالقاب جامع مفاخر دنیا و دین مخدوم ملک و ملت آنریبل عماد الملک مولوی سید حسین بلگرامی سی۔ ایس۔ آئی مشیر خاص نواب مدار المہام سرکار عالی کو بطور خصوصیات خاندانی کے علم ادب سے نہایت گہری دلچسپی اور بےنظیر مناسبت ہے۔ اس لحاظ سے میں عقیدت و خلوص کے ساتھ اس کتاب کو جناب ممدوح کے نام نامی و اسم گرامی کے ساتھ معنون و منسوب کرنے کی عزت حاصل کرتا ہوں +

گر قبول افتد زہے عز و شرف

جناب ممدوح کو بلحاظ علم و فضل جو شہرت و عظمت و اقتدار آج حاصل ہے وہ آفتاب سے زیادہ روشن ہے اس ہفتاد سالہ عمر میں آپ دو عظیم الشان ملکی و دینی خدمتیں انجام دے رہے ہیں ایک تو عالیجناب نواب مدار المہام بہادر کے مشیر ہونے کی حیثیت سے ایک اسلامی سلطنت کے مہمات کی انجام دہی۔ دوسرے ایک قومی و مذہبی مقدس خدمت یعنے قرآن مجید کا انگریزی ترجمہ جو ایک ثلث سے کچھ زیادہ ہو چکا ہے اور جس کے لئے تمام مسلمانان عالم آپ کے مشکور و ممنون ہیں اس ضروری و مفید کام کے لئے آپ سے زیادہ موزون کوئی دوسرا بزرگ میسر نہیں آسکتا۔ لہٰذا تمام ملک کی دلی خواہش اور دعا ہے کہ خداوند عالم جناب موصوف کو صحت و سلامتی کے ساتھ عمر طبیعی کو پہنچائے اور آپ کے مفید کاموں کو مکمل اور اُن سے ملک کو مستفید فرمائے +

خاکسار عبد اللہ خاں

کتب خانہ آصفیہ	۱۳۔ اگست ۱۹۱۳ء
حیدرآباد دکن	۱۷ رمضان ۱۳۳۱ھ چہار شنبہ

خلاصۂ فہرست کتاب

(۱) تفصیل حصص کتاب
(۲) فہرست دیباچہ کتاب
(۳) فہرست مستقل تراجم مندرجہ کتاب
(۴) فہرست اسماء اصحاب کہ ذکرشاں ضمناً وارد شد

فہرست تراجم ماثر الکرام

دفتر ثانی

موسوم بہ سروِ آزاد

مشتمل بر دو فصل

فصل اوّل در ذکر شعراے فارسی مشتمل بر یک صد و چہل وسہ (۱۴۳) تراجم از صفحہ ۱۴ تا صفحہ ۳۵۱

فصل دوم در ذکر شعراے ہندی مشتمل بر ہشت (۸) تراجم از صفحہ ۳۵۱ تا صفحہ ۴۰۷

فہرست تراجم فصل اول

در ذکر (۱۴۳) شعرائے فارسی

فہرست تراجم فصل دوم

در ذکر (۸) شعرا ے ہندی بھاشا

فہرست اسماء اصحاب کہ ذکر شان ضمناً وارد شدہ

M. R. Shah.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سرمایۂ حمد نیاز مبدعے کہ ارواح معانی را با قوالب الفاظ آمیخت و سبعۂ معلّقۂ افلاک را از در قدرت آویخت و جواہر صلوات نثار امّی کہ نقش کلام معجز بر صفحۂ روزگار نشاند و محضر دعوائے زبان آوران را بہ مہر سکوت رساند و اولاد و الا نژاد کہ مبادی فن ولایت و اصحاب عالیجناب کہ مطالع دیوان ہدایت اند۔

امّا بعد عرض می دارد با شکستۂ زاویۂ گمنامی فقیر **غلام علی** متخلص بہ آزاد حسینی واسطی بلگرامی کہ این دلدادۂ زلف سخن و مخلص معنی طرازانِ نو و کہن پیش ازین بخدمت موزونانِ سلف و خلف پرداختہ و تذکرۃ الشعرائے مسمّی بہ **ید بیضا** محرر ساختہ امّا آن نسخہ نقش انگارہ[1] و تصویر تنگارہ بود لہٰذا بعد فراہم رسیدن بعضے از مواد رنگ اصلاح ریختہ شد و نقش ثانی بہ از اوّل برانگیختہ و چون سخن رسا تر از نشۂ شراب و سریع تر از پرتوِ آفتاب است ہر دو **ید بیضا** دستگاہ شہرت بہم رساند و جا بجا پرتوِ رواج افشاند۔

اکنون نظر دقیقہ سنج نسخۂ ثانی را ہم نمے تواند پسندید و در میزان اعتبار نمی تواند سنجید۔ طبع نیرنگ درین شیوہ معذور است و شیشۂ بوقلمون در تلون مجبور کہ چندانکہ ملکات می افزاید۔ ساختۂ و پرداختۂ پیشین تقویم پارین بہ نظر می آید و ہرگاہ احکام عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ بہ اقتضاء مصلحتے رنگ می گرداند و خزانِ نسخ بہم

[1] بمعنے نقش ناتمام ۱۲

می رساند کہ مَا نَنۡسَخۡ مِنۡ اٰيَةٍ اَوۡ نُنۡسِهَا نَاۡتِ بِخَيۡرٍ مِّنۡهَآ اَوۡ مِثۡلِهَا[1] احکام ساکنانِ حضیضِ امکان و فرو رفتگانِ اَسۡفَلَ السّٰفِلِيۡنَ نقصان بہ طریقِ اولیٰ قابلِ تبدیل و نیاز مند تعدیل تواند شد ہر چند نسخ اول ثمرۂ حکمت است و نسخ ثانی نتیجۂ غفلت اَلۡحَق تاکہ مصنف نشئۂ زندگی در سر و لباس عنصری در بر دارد کتاب بہ انجام نمے تواند رسید و طرۂ گفتگو سر از درازی نمی تواند پیچید کہ بعد از نظر ثانی و ثالث و ہلم جرّا نقصانہا گل می کند و خارہا در خاطر می شکند بلے روزے کہ مصنف تمام شود تصنیف نیز رنگِ مصنف گیرد و از لب بستنی کار رسالہا صورت پذیرد۔

آوردہ اند کہ رکن قلم و سخندانی عماد کاتب اصفہانی وقتے علم مناقشہ افراخت و اعتراضے بر کلام استاذ البلغاء قاضی عبد الرحیم نسائی متوجہ ساخت قاضی جواب درستے تحریر نمود و بادۂ صافی بر مجلسیان عالم انصاف پیمود ملخص جوابش این کہ "قَدْ وَقَعَ لِیْ شَیْءٌ وَّمَا اَدْرِیْ اَوَقَعَ لَكَ اَمْ لَا وَهُوَ اَنَّ الْاِنْسَانَ لَا يَكْتُبُ كِتَابًا فِیْ يَوْمِهٖ اِلَّا يَقُوْلُ فِیْ غَدِهٖ لَوْ غُيِّرَ هٰذَا لَكَانَ اَحْسَنَ وَلَوْ تُرِكَ ذٰلِكَ لَكَانَ اَوْلٰی وَهٰذِهٖ عِبْرَةٌ عَظِيْمَةٌ وَّحُجَّةٌ مُّسْتَقِيْمَةٌ عَلٰی اِسْتِيْلَاءِ صِفَةِ النُّقْصَانِ عَلٰی طَبِيْعَةِ الْاِنْسَانِ"

و من ہیچمدان پیش از تالیف کتاب نظر بر عواقب امور داشتہ ام و در عنوانِ نسخۂ ثانی بہ خامۂ اعتذار این عبارت نگاشتہ :۔

"و با آنکہ سامان اصلاح چنانچہ باید و شاید ہنوز بحصول نہ پیوستہ و صورت این مدعا"
"خاطر خواہ نقش نہ بستہ اما باعث سرعتِ خامۂ خوشخرام در طی این مقام آنست کہ"
"حیات فانی گرہی است بر باد چشم بقا از دنتوان داشت و پیکر جسمانی حبابے است"
"بر آب۔ کار این دم بنفس دیگر نباید گزاشت"

---

[1] البقرہ ۲۔ آیت ۱۰۰۔

"بیت پرتوِ عمر چراغے است کہ در بزم وجود — بہ نسیم مژہ برہم زدنی خاموش است"

الحاصل بعد تالیفِ ید بیضا بخاطر رسید و سرپنجۂ حب الوطن دامنِ دل کشید کہ کتابے در ذکر صاحب کمالانِ بلگرام صَانَهُ اللّٰهُ عَنْ طَوَارِقِ الْاٰیَامِ بہ تحریر در آید۔ و آثاریکہ در نقابِ خفا متواری است جلوۂ ظہور نماید۔ لختے بہ تحقیق و تنقیح مطالب پرداختم۔ وطاؤسان معانی را بگلدامِ عبارت بند ساختم کتابے در پنج فصل صورت بست۔ وشاہدے کہ گرد خیال می گشت برکرسی نشست نخست قرعۂ وحدت انداختم۔ وفصول خمسہ را در مجلد واحد جمع ساختم۔ وگروہے کہ بخلعت جامعیت آراستہ اند۔ وبجواہر حیثیات پیراستہ مثل عرفان طرازی ونکتہ پردازی۔ ہم فصل فقرا را سرمایۂ طراوت بخشیدند۔ وہم فصل شعرا را سامانِ نضارت۔ اما در موضعِ اول دائرۂ استیعاب بر سطح ورق کشیدم و در موضعِ ثانی رشتۂ حوالہ در انگشت قلم پیچیدم۔

شخصے خواست کہ نقل فصول شعرا بردارد۔ وفصلین فقرا وفضلا را واگذارد۔ درین صورت حال ارباب حوالہ معلق می ماند وکلام شاعرِ بے ترجمہ خاطر مورخان را بہ تسلّی نمی رساند لہٰذا کتاب را بدو دفتر تقسیم کردم۔ وتفصیلیانِ دفترِ اوّل را درین دفتر نیز بر سبیلِ اجمال و استقلال بہ تحریر در آوردم۔

نام دفترِ اوّل **مآثر الکرام تاریخ بلگرام** است مشتمل بر دو فصل فقرا وفضلا نَوَّرَ اللّٰهُ مَضَاجِعَهُمْ

ونام این دفتر **سروِ آزاد** است نیز محتوی بر دو فصل فصل اول در ذکر صاحب طبعان فارسی اَیَّدَهُمُ اللّٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ فصل ثانی در ذکر قافیہ سنجان ہندی جَزَاهُمُ اللّٰهُ بِجَائِزَةِ الْخَيْرِ

وبرائے شعراءِ عربی انموذجے علیحدہ بزبان عربی طرح انداختم وفصحاء تازی

را با شعراء فارسی مزج نساختم۔ کہ فارسی دانان بسیط مطالعۂ اشعار عربی را وا می گزارند۔ وکاتبان عجم زبان عرب را بہ تحریفات از صورت نوعے بر می آرند۔

وبہ تقریب مردم بلگرام جمعے دیگر را درین محفل خواندہ ام وقوافل سخن را از کجا تا بکجا رسانده۔ لمؤلفہ

این تازہ سواد سرمۂ دیدار است   سرمایۂ بینشِ اُولِی الاَبصار است
ہر چند تکلفے ندارد امّا   چون نقش فرنگ سادۂ وپرکار است

اکنون تاریخ ترتیب کتاب ثبت می نمایم۔ ونظرہا را بہ نہال سیرابی نضارت می افزایم ؎

خوشا مشاطۂ کلکِ ہنرمند   بہ رخسارِ ورق مالیدہ غازہ
شنو از قمریانِ غیب تاریخ   نشاند آزاد سروِ سبز تازہ
۱۱۶۶ھ

اُمید از حکماء این فن وحرکت شناسانِ نبض سخن آنکہ اگر خدمت نیازمند پسند اُفتد۔ نوشدارو ے دعا مرحمت نمایند۔ واگر سقمے ملاحظہ شود۔ بہ معجون لطف معالجہ فرمایند۔ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَھُوَ نِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ الْمُعِیْنُ

فصل اوّل در ذکر صاحب طبعان فارسی اَیَّدَھُمُ اللّٰہُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ۔

نخستین خامۂ زمزمہ سنج شرافت کلام موزون واصالت این دُرِّ مکنون بیان می سازد وسامعۂ سخن پرستان را باین حرف دلنشین می نوازد۔

ارباب سیر اتفاق دارند کہ در محفل اقدس رسالت پناہی ورسانندۂ نفائس وحی الٰہی عَلَیْہِ اَفْضَلُ الصَّلَوٰاتِ وَاَکْمَلُ التَّحِیَّاتِ نسیم سخن موزون می وزید وغنچۂ لعل مبارک باتبسم آشنا می گردید وہرگاہ خاطر ملکوت ناظر از استماع سخن می کشود مخاطب را بہ خواندن شعر دیگر پیہم اشارہ می فرمود۔

وموزونانِ پائے تخت رسالت را بہ ہجو مشرکان مامور می ساخت وطائفۂ

معنی طرازان را بہ انعام صلات و اقسام عنایات می نواخت خطاب[۱] اُهْجُوا الْكُفَّارَ فَاِنَّهَا اَشَدُّ عَلَيْهِمْ مِنْ رَشْقِ النَّبْلِ و نصب[۲] منبر برائے حسان بن ثابت رَضِيَ اللهُ عَنْهُ و دعا[۳] اَللّٰهُمَّ اَيِّدْهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ و حدیث[۴] هَجَاهُمْ حَسَّانُ فَشَفٰى وَاشْتَفٰى و عطائے[۵] شیرین نام جاریہ بہ حسان رَضِيَ اللهُ عَنْهُ در وجہ صلۂ شعر و انعام[۶] بردِ مبارک بہ کعب بن زہیر در جائزۂ قصیدہ بَانَتْ سُعَادُ مشہور است و در کتب معتبرہ مسطور۔

و در تفسیر قرطبی آوردہ قال کعب (بْنُ مَالِكٍ) ؎

جَاءَتْ سَخِيْنَةُ كَيْ تُغَالِبَ رَبَّهَا ۔۔۔ وَلَيُغْلَبَنَّ مُغَالِبُ الْغَلَّابِ

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمود "لَقَدْ مَدَحَكَ اللهُ يَا كَعْبُ فِيْ قَوْلِكَ هٰذَا" و در روایتے آمدہ کہ حضرت فرمود اِنَّ اللهَ لَمْ يَنْسَ ذٰلِكَ لَكَ یعنی بدرستی اللہ تعالیٰ فراموش نکند ایں شعرے کہ ترا است[۲]۔

حواشی

مراد از سخینہ[۳] بخائے معجمہ بر وزن سفینہ قریش اند و در اصل سخینہ طعام است کہ از آرد و روغن ترتیب دہند۔ قریش این طعام را اکثر استعمال مے کردند و مردم دیگر ازین وجہ قریش را طعنہ می زدند تا بحدیکہ نام ایشان سخینہ اُفتاد و لیغلبن صیغۂ مجہول است و مغالب صیغۂ اسم فاعل و غلاب صیغۂ مبالغہ یعنی آمدند قریش تا غالب شوند بر پروردگار خود را و ہر آینہ مغلوب می شود غلبہ جوئندہ بر کسے کہ سخت غالب است یعنی حق سبحانہٗ و تعالیٰ۔

۱ے تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۵۵۰ و مشکوٰۃ صفحہ ۴۰۱ * ۲ے تفسیر در المنثور جلد ۵ صفحہ ۱۰۰ مطبوعہ مصر۔
۳ے مجمع بحار الانوار جلد ۲ صفحہ ۱۰۳ و مشکوٰۃ صفحہ ۴۰۱ مطبوعہ دہلی سنہ ۱۲۷۱ ہجری۔

وشیخ جلال الدین سیوطی در خصائص کبریٰ روایت مے کند کہ۔ نابغہ جعدی شعرے در حضور پُر نور حضرت رسالت صلے اللہ علیہ وسلم خواند فرمود اَجَدْتَ لَا یُفْضِضِ اللّٰہُ فَاكَ یعنی شعر جید گفتی نشکند خدائے تعالیٰ دندان ترا۔

عمر نابغہ یکصد و چند سال شد دندانے نہ ریخت[1]۔ و در روایتے ہر گاہ دندانے می اُفتاد بجائے آں دیگر می روئید۔

وبیہقی در دلائل[2] بابے مستقل عقد کردہ و گفتہ بَابُ اَخْبِیَارِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الشِّعْرَ وحدیثے طویل آوردہ از جابر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ حاصل مضمون حدیث آنکہ مردے نزد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آمد و گفت یا رسول اللہ پدر من می خواہد کہ مالُم بگیرد حضرت فرمود پدر خود را پیش من بیار۔ چون پدر او آمد۔ حضرت فرمود پسر تو می گوید کہ تو مال او را مے گیری۔ عرض کرد کہ بپرس یا رسول اللہ او را کہ مصرف مال او نیست مگر عمات و قرابات او۔ آیا صرف نکنم آن را بر نفس خود و عیال خود۔ پس نازل شد جبریل علیہ السلام و گفت یا رسول اللہ این شیخ در نفس خود شعرے گفتہ است کہ تا گوش او نرسیدہ یعنی ہنوز از زبان بر نیامدہ۔ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم پرسید آیا گفتی در نفس خود شعرے۔ شیخ گفت لَا یَزَالُ یَزِیْدُنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِكَ بَصِیْرَۃً وَّ یَقِیْنًا یعنی ہمیشہ افزون کناد مارا اللہ تعالیٰ بتو بصیرت و یقین را۔ وہفت عدد

---

[1] دلائل النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۱۶۴ و خصائص کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۱۶۶ ہر دو مطبوعہ حیدرآباد دکن۔

[2] در نسخۂ دلائل بیہقی مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن تفحص نمودہ شد۔ اما این باب و حدیث مذکور بنظر نیامدہ۔ آرے این روایت مع ہفت عدد ابیات در کتاب سیرۃ محمدیہ مؤلفہ مولوی کرامت علی دہلوی مرحوم مطبوعہ بمبئی صفحہ ۴۲۰ منقول است و صرف ابیات در شرح حماسہ تبریزی صفحہ ۳۵۴ مطبوعہ یورپ بمقام بن سنہ ۱۸۲۸ ء ہم موجود است۔

ابیاتے کہ گفتہ بود بعرض رسانید اولش این است ؎

غَذَوْتُكَ مَوْلُوْدًا وَّعُلْتُكَ يَافِعًا ۔ تَعُلُّ بِمَا اَجْنِيْ عَلَيْكَ وَتَنْهَلُ

جابر رضی اللہ عنہ گوید فبکی رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ اَخَذَ تَلْبِيْبَ ابْنِهٖ وَقَالَ لَهٗ اذْهَبْ فَاَنْتَ وَمَالُكَ لِاَبِيْكَ یعنی گریست حضرت صلی اللہ علیہ وسلم از استماع ابیات۔ پس گرفت گریبان پسر را و فرمود برو۔ تو ومال تو پدر تراست۔"

مسئلہ تصرف پدر در مال پسر بقدر ضرورت بہمیں حدیث ثابت شدہ

ودر حدیث شریف آمدہ ذُكِرَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشِّعْرُ فَقَالَ هُوَ كَلَامٌ فَحَسَنُهٗ حَسَنٌ وَّقَبِيْحُهٗ قَبِيْحٌ ۔ (مشکوۃ صفحہ ۴۰۳)

وابن سیرین گفت هَلِ الشِّعْرُ اِلَّا كَلَامٌ لَّا يُخَالِفُ سَائِرَ الْكَلَامِ اِلَّا فِي الْقَوَافِيْ فَحَسَنُهٗ حَسَنٌ وَقَبِيْحُهٗ قَبِيْحٌ ۔

مقصد آنکہ شعر فی نفسہ مذموم نیست بلکہ حسن وقبح راجع می شود بمدلول و درین امر خود نظم ونثر مساوی است۔ ومعنی قبح آنست کہ مخالف شرع باشد مثل ہجو وشتم مسلمانے یا کذبے کہ موجب اضرار باشد نہ کذبے کہ محض برائی تحسینِ کلام آرند۔ چہ قصیدۂ بانت سعاد فراوان اغراقات دارد ومتضمن تغزل با سُعاد وتشبیہ رضاب بہ شراب است ؎

تَجْلُوْ عَوَارِضَ ذِيْ ظَلْمٍ اِذَا ابْتَسَمَتْ ۔ كَاَنَّهٗ مُنْهَلٌ بِالرَّاحِ مَعْلُوْلُ [1]

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم این ہمہ را شنید وانکارے نفرمود [2]

وازین زیادہ تر آنکہ واصف حضرت صلی اللہ علیہ وسلم در حدیث كَانَ

---

[1] شرح بانت سعاد لابن ہشام الانصاری صفحہ ۴۲ مطبوعہ یورپ ۱۸۷۱ء

[2] کتاب الموشّی صفحہ ۱۰۵ مطبوعہ یورپ ۱۳۰۲ ہجری بمقام بریل

عُنُقَهٗ جِیْدُ دُمْیَۃٍ برای تصویر مدعا گردن مبارک را بہ گردن تمثال عاج تشبیہ دادہ و آن را مضایقہ ندانستہ۔

و قفال و صیدلانی کہ از اکابر علما اند گفتہ اند کہ کذب شعر کذب نیست زیرا کہ قصد کاذب تحقیق قول خود است یعنی کذب را صدق وا می نماید و قصد شاعر محض تحسین کلام است"

ازینجا ثابت شد کہ تخیلات موزونان برای تزئین اشعار و تحلیۂ بنات افکار جائز باشد وَ لِلّٰہِ دَرُّ الْقَائِلِ ؎

ھٰذَتْ بَانَتْ سُعَادُ ذُنُوْبَ کَعْبٍ وَ اَعْلٰی کَعْبَہٗ فِیْ کُلِّ نَادٍ

و حضرت صلے اللہ علیہ وسلّم گاہے مثل می زد بمصراعے و می فرمود راست ترین کلمہ کہ شاعر گفت کلمۂ لبید است ؎ اَلَا کُلُّ شَیْءٍ مَّا خَلَا اللّٰہَ بَاطِلٌ و احیانا تمثل می فرمود باین مصراع ؎ وَ یَاْتِیْکَ بِالْاَخْبَارِ مَنْ لَّمْ تُزَوِّدٖ

و ہر جا در کلام الٰہی و حدیث رسالت پناہی ذم شعر و شعرا واقع شدہ باتفاق ائمۂ دین در بارۂ ژاژ خایان مشرکین است۔

اما نفی تعلیم شعر از حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم در کریمۂ[1] مَا عَلَّمْنٰہُ الشِّعْرَ وَ مَا یَنْبَغِیْ لَہٗ از برائی آنست کہ اگر حضرت صلے اللہ علیہ وسلّم فکر شعر شعار خود می ساخت پست فطرتان گمان می بردند کہ تکلم مبارک بہ آیات بینات از جہت سلیقۂ زبانی است نہ سفارتِ ربّانی

و این نکتہ دلیلے است واضح بر براعتِ ایں صناعت

معہذا احیانا از ان مرتبۂ جامع صلے اللہ علیہ وسلّم کلام موزون سر بر می زد۔ از انجملہ است ؎

[1] سورۂ یٰسٓ ۳۶۔ آیت ۶۹۔

أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ   أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

وگاہے اصلاح شعر مے فرمود۔ سید محمد برزنجی مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ دربعض رسائل خود آوردہ کہ کعب بن زہیر در بیت

اِنَّ الرَّسُوْلَ لَنُوْرٌ يُّسْتَضَاءُ بِهٖ   مُهَنَّدٌ مِّنْ سُيُوْفِ اللّٰهِ مَسْلُوْلٌ

سُيُوْفِ الْهِنْدِ گفتہ بود۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم سُيُوْفِ اللّٰهِ ساخت۔

راقم الحروف گوید ظاہرا سبب اصلاح حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم آنست کہ لفظ زائد در کلام واقع نشود چہ مہند تیغے راگویند کہ مصنوع از آہن ہند باشد قَالَ الْجَوْهَرِيُّ اَلْمُهَنَّدُ السَّيْفُ الْمَطْبُوْعُ مِنْ حَدِيْدِ الْهِنْدِ

شبے در مدینہ منورہ علیٰ مُنَوِّرِهَا الصَّلٰوةُ وَالتَّحِيَّةُ نکتۂ درفضیلت کلام موزون برضمیر این فقیر وارد گردیدہ وآن اینست کہ بخاری روایت می کند اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِكْمَةً۔ برضمائر حکمت پناہان وطبائع دقت دستگاہان ہویدا است کہ بعضے از شعر یعنی شعرے کہ شرعا محمود باشد مندرج در مفہوم حکمت است زیرا کہ مفہوم شعر اخص من وجہ از مفہوم حکمت است ومقصود ازین کلام بیان فضیلت شعر است پس سزاوار آنست کہ مخبر عنہ واقع شود ومقدم در ذکر باشد وحق عبارت این کہ گفتہ شود بَعْضُ الشِّعْرِ حِكْمَةٌ اما حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم فرمود اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِكْمَةً تقدم لفظی را بر اصل خود گزاشت برای اہتمام شان شعر وافادۂ حصر واسلوب معنوی راقلب کرد وحکمت را مخبر عنہ ساخت بجہت مبالغہ در مدح شعر یعنی ماہیت حکمت بعضے از شعر است ولازم آمد کہ جمیع افراد حکمت بعضے از شعر باشد ومندرج دران کہ اندراج ماہیت مستلزم اندراج جمیع افراداست وخبر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم از افادۂ حصر بتقدیم خبر وایراد کلام باسلوب تاکید چہ قدر بر مراتب مبالغہ افزودہ

ل شرح بانت سعاد لابن ہشام الانصاری صفحہ ۹۷ مطبوعہ یورپ سنہ ۱۸۷۱ء۔

ومدارج تفضیل شعر را تا کجا طے فرمود پس معنی کلام شریف چنین شد کہ ہر آینہ حکمت نیست مگر بعضے از شعر۔ لطف کلام صاحب جوامع الکلم را صلے اللہ علیہ وسلم باید دریافت کہ مبالغہ بہ شعر مناسبت داشت۔ این مناسبت شعرے را در کلامے کہ برائے مدح شعر آوردہ رعایت نمود و دستاویزے برائے جواز مبالغہ وقتیکہ مصلحتے شرعی تقتضی باشد افادہ فرمود صلی اللہ علیہ وسلم۔

وطیبی شارح مشکوٰۃ در بیان قول حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحْرًا مے گوید کہ من تبعیضیہ است و مراد تشبیہ بیان بہ سحر است وحق کلام این کہ گفتہ شود ان بعض البیان کالسحر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم قلب کرد وخبر را مبتدا ساخت واصل را فرع وفرع را اصل گردانید بجہت مبالغہ۔

وابن ماجہ روایت می کند اَلْکَلِمَۃُ الْحِکْمَۃُ ضَالَّۃُ الْمُؤْمِنِ حَیْثُمَا وَجَدَ ھَا فھواحق بھا یعنی کلمۂ حکمت گم شدۂ مومن است ہر جا کہ یابد آن را پس او سزاوارتر است بہ اخذ آن۔ وقید ہر جا یابد برای آنست کہ مے باید نظر این کس بہ مقول باشد نہ بہ قائل چنانچہ گفتہ اند اُنْظُرْ اِلٰی مَا قَالَ وَلَا تَنْظُرْ اِلٰی مَنْ قَالَ

ودر کفایۃ الحاجہ شرح سنن ابن ماجہ گوید بعبارت عربی حاصلش اینکہ کلمۂ حکمت ضالۂ مومن است یعنی مطلوب است اورا در کمال مطلوبیت پس لائق بحال مومن اینست کہ بجوید کلمۂ حکمت را چنانکہ می جوید کسے گم شدۂ خود را۔ این کلام بطریق ارشاد وتعلیم واقع شدہ نہ بطریق اخبار چہ بسا مومن کہ اصلا طلب ندارند یا بطریق اخبار واقع شدہ بحمل مومن بر فرد کامل انتہے وکلمۂ حکمت شامل باشد نثر و نظم را بجہت عموم لفظ۔ مؤید ثانی است اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِکْمَۃً۔ طرفہ اینکہ اطلاق کلمہ بر قصیدہ ہم آمدہ۔ ودر زمان قدیم شعر عرب ہمین قصیدہ بود۔ قَالَ الْجَوْھَرِیُّ اَلْکَلِمَۃُ الْقَصِیْدَۃُ بِطُوْلِھَا۔

اکنون باید دانست کہ در حدیث اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِکْمَۃً اگر قطع نظر از مبالغہ کنند و اصل معنی اخذ نمایند یعنی بَعْضُ الشِّعْرِ حِکْمَۃٌ حاصل شود بانضمام او با حدیث ثانی شکل اول باین طریق بَعْضُ الشِّعْرِ کَلِمَۃٌ حِکْمَۃٍ وَالْکَلِمَۃُ الْحِکْمَۃُ ضَآلَّۃُ الْمُؤْمِنِ فَبَعْضُ الشِّعْرِ ضَآلَّۃُ الْمُؤْمِنِ۔ لفظ کلمہ در صغری زیادہ کردہ شدہ زیرا کہ شعر حکمت قولی است و حجت قاطع است در اثبات نتیجہ آنچہ مسلم[1] روایت می کند کہ "گفت شرید صحابی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ ردیف شدم رسول اللہ را صلے اللہ علیہ وسلم روزے فرمود آیا ہست با تو از شعر امیہ بن الصلت چیزے۔ گفتم ہست۔ فرمود بیار۔ پس خواندم بیتے را کہ خوش آمد حضرت را صلّی اللہ علیہ وسلّم و فرمود زیارت کن تا آنکہ من خواندم صد بیت"

و ازین حدیث مستفاد شد استحباب طلب شعر محمود کہ نتیجۂ شکل اول است و استحباب طلب زیادت و استحباب انشاء شعر۔ و استحباب طلب از ہر جا کہ باشد چہ اُمیہ بن الصلت کافر بود۔ و حضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم فرمود اٰمَنَ لِسَانُہٗ وَکَفَرَ قَلْبُہٗ در کتب سیر آمدہ کہ شعراء مدحت طراز حضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم صد و شصت و نہ از رجال و دوازدہ از نسا بودند و باستثناء کریمۂ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ[2] سر امتیاز بآسمان می سودند۔ و ہمچنین بسیارے از کبراء امت و فصحاء ملت کنوز سر بستۂ عرش را بمفاتیح زبانہا کشودہ اند و نفائس معانی را باسلوب شعرا دا نمودہ رَحِمَہُمُ اللّٰہُ تَعَالٰے۔

و اول کسیکہ جواہر سخن را در رشتۂ نظم کشید و این تحفۂ موزون را از خزانۂ غیب بہ قلمرو شہود رسانید آدم علیہ السلام است چون قابیل ہابیل را شربت شہادت

---

[1] مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۹۸ مطبوعہ مصر و تہذیب الاسماء صفحہ ۱۶۴ مطبوعہ یورپ ۔

[2] الشعراء ۲۶۔ آیت ۲۲۷۔

چشانید- مرثیۂ فرزند شهید در سلک نظم کشید از انست ؎

تَغَيَّرَتِ الْبِلَادُ وَمَنْ عَلَيْهَا ۔۔۔ وَوَجْهُ الْاَرْضِ مُغْبَرٌّ قَبِيْحٌ

تَغَيَّرَ كُلُّ ذِيْ طَعْمٍ وَلَوْنٍ ۔۔۔ وَقَلَّ بَشَاشَةُ الْوَجْهِ الْمَلِيْحِ

فَوَا اَسَفِيْ عَلٰى هَابِيْلَ اِبْنِيْ ۔۔۔ قَتِيْلًا قَدْ تَضَمَّنَهُ الضَّرِيْحُ

ابن اثیر و جم غفیر این ابیات را آدم اسناد کرده اند و جمعے دیگر انکار نموده اند که انبیا عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ از گفتن شعر معصوم اند۔

و در تفسیر معالم التنزیل[1] از ابن عباس روایت کرده که آدم علیہ السلام این مرثیہ را باسلوب نثر ادا نمود و بفرزندان وصیت فرمود که همیشه متوارث شوند و برین مصیبت عظمی رقت نمایند- چون به یعرب بن قحطان رسید- از زبان سریانی بلسان عربی ترجمه کرد و موزون گردانید۔

امیر خسرو علیہ الرحمہ فرماید ؎

ماہمہ در اصل شاعر زادہ ایم ۔۔۔ دل باین محنت نہ از خود دادہ ایم

و مرزا صائب گوید ؎

آنکہ اول شعر گفت آدم صفی اللہ بود ۔۔۔ طبع موزون حجت فرزندی آدم بود

اکثر مؤرخین آوردہ اند که اول کسیکه شعر فارسی گفت بهرام گور است روزے بشکار رفته بود- شیرے را صید کرد و از غایت بشاشت این مصراع برزبانش گزشت ؎ منم آن پیل دمان و منم آن شیر یله

دلارام چنگی که محبوبۂ او بود و هر سخن که از بهرام سر برمی زد مناسب آن جواب بهم می رسانید- در مقابل گفت ؎ نام بهرام ترا و پدرت بوجبله[2]

---

[1] تفسیر المائدہ- ۵ آیت ۳۴ صفحہ ۲۸۰ جلد ا مطبوعہ بمبئی و معجم فی معاییر اشعار عجم صفحہ ۱۶۸ مطبوعہ بیروت۔
[2] تذکرۂ دولت شاہ سمرقندی صفحہ ۲۹ مطبوعہ یورپ و معجم فی معاییر اشعار عجم صفحہ ۱۶۹۔

و بعضے نوشتہ اند کہ در عہد عضد الدولہ دیلمی در کتابہ قصر شیرین کہ تا آن وقت سلامت بود-این بیت بزبان قدیم نوشتہ یافتند ؎

ہژیر ا بگیہان انوشہ بزی   جہان را نگہبان و نوشہ بزی

ہژیر بضم ہا وکسر زای فارسی بمعنی خوب و نیکو و صاحب فرہنگ[1] سروری بفتح ہا گفتہ بروزن صفیر نوشتہ- وازینجا بوضوح می رسد کہ وجود شعر فارسی پیش از زمانِ اسلام ہم بود-

صاحب تاریخ صبح صادق نقل می کند کہ اول کسیکہ بعد از بہرام گور در عہد اسلام شعر فارسی گفت عباس مروزی است- چون مامون خلیفہ بمرو رفت قصیدۂ در مدح او پرداخت و صلۂ جزیل یافت- مطلعش اینست ؎

اے رسانیدہ بدولت فرق خود تا فرقدین   گسترانیدہ بجود و فضل در عالم یدین

ابتداء خلافت مامون سنہ ثلث و تسعین و مأتہ (۱۹۳) بودہ است-

و بعضے قلمی نمودہ اند کہ یعقوب بن لیث صفّار کہ در احدی و خمسین و مأتین (۲۵۱) استیلا یافتہ پسر او روز عید با اطفال جوز می باخت ہفت جوز بہ گو افتاد و یکے بیرون ماند- پسر نومید شد- اتفاقاً جوز غلطیدہ بہ گو رسید از غایت سرور برزبان پسر گزشت ؎ غلطان غلطان ہمی رود تا لب گو[2]

این کلام بمذاق یعقوب خوش آمد و با فضلا در میان آورد- بعد از خوض مصراعے از بحر ہزج یافتند و مصراعے و بیتے دیگر ضم ساختہ دو بیتی نام کردند و رفتہ رفتہ رباعی نام شد اما در شعراء عرب تا حال دو بیتی نام دارد-

و برخے آوردہ اند کہ ابتداء شعر فارسی در اسلام ابو حفص سغدی گفت و

---

[1] فرہنگ رشیدی جلد ۲ صفحہ ۴۰۳ مطبوعہ کلکتہ ۱۸۷۱ء-

[2] تذکرہ دولت شاہ صفحہ ۳۰ مطبوعہ یورپ-

اودرحدود سنہ ثلث مآتہ (۳۰۰) بودہ وشعرے کہ باونسبت دہند اینست ؂

آہوے کوہے در دشت چگونہ دودا   یارندارد بے یار چگونہ رودا

بالجملہ تاحدود ثلاث مآتہ (۳۰۰) ہجری شرذمۂ قلیل اندک اندک شعر گفتہ بودند اما کسے بہ تدوین نپرداختہ تادرعہد سلاطین سامانیہ استاد رودکی ظہور کردو دیوان شعر ترتیب داد وبمرور دہور پایہ سخن رسید بجائے کہ رسید

راسم اوراق درین صحیفہ جمعے از قافیہ سنجانِ متاخرین راکہ ابتداء ظہور یا انتہاء وجود ایشان بعد از ہزار (۱۰۰۰) ہجری است برصدر بیان مے نشاند وبعد ازان موزونان بلگرام را رونق این انجمن می گرداند تا عرصۂ سخن را دستگاہے بہم رسد ونظر تماشائیان را جولانگاہے پدید آید۔ ودیوان ہر صاحب سخن کہ بدست اُفتادو بتقریب انتخاب آن استفادہ دست بہم داد اشعار می رود وجز غزل ورباعی قسم دیگر کمتر ثبت مے شود۔

اکنون بہ تحریر تراجم روشن طبعان می پردازم۔ وچراغانے ترتیب دادہ چشم یاران راگرم تماشا می سازم۔

(۱) سحابی - مولانا سحابی استرآبادی

سحاب گوہر پاش اسرار است۔ وآفتاب سرگرم افاضۂ انوار درارشاد حقائق ومعارف بے نظیر اُفتادہ۔ وارواح معانی را درچار عنصر رباعی بروجہ احسن جلوہ داد مدت سی سال بجاروب کشی آستان نجف اشرف سعادت جاودانی اندوخت ودران فرصت قدم از روضۂ علیہ بیرون نگزاشت۔ واز حطام دنیا بہ حصیرے وابریقے قناعت کرد وہم دران بقعۂ مبارک درحدود سنہ عشر والف (۱۰۱۰) فنائے صوری را بافنائے معنوی ہم آغوش ساخت۔

صاحب تاریخ صبح صادق نقل مے کند کہ وقتے بکنار آبے رسید۔ خواست کہ بگذرد۔ پایش فرو رفت۔ باخود گفت این معنی از تعلق است ومرا بہیچ چیز جز دیوان شعر خود تعلقے نیست دیوان را در آب انداخت وچون پیک صبا بر روے دریا خرامان بگذشت۔

هفتاد هزار رباعی گفتہ بود از انجملہ قریب بیست هزار کہ در سفائن مردم مرقوم بود باقی ماند۔ وَمِنْ اَنْفَاسِہِ النَّفِیْسَۃِ ؎

باذات بہ صفت گرایند خوش است　　نغمہ بہر آہنگ سرایند خوش است
از بہر خدا ہیچ عمل ضائع نیست　　در خلد زہر در کہ درآیند خوش است

عالم چہ کنی وعالم آرائی را　　ہم از نگشتہ یار اسیرائی را
در خانہ اگر ہزار صورت باشد　　درمان نکنند درد تنہائی را

بر خود در مدح وذم نفسے باید زد　　بیرون از حد قدم نفسے باید زد
عالم ہمہ آئینہ حسن ازلی است　　مے باید دید دم نفسے باید زد

آنانکہ باصل کار نیکو بینند　　کار این سو برای آن سو بینند
زانگونہ کہ روی جامہ را خیاطان　　این رو دوزند وحسن آن رو بینند

(۲) فیضی وفیاضی شیخ ابو الفیض اکبر آبادی

طوطی هند سخن گستری است۔ وملک الشعراء درگاہ اکبری۔ در طبقۂ سلاطین تیموریہ هند اول کسیکہ بخطاب ملک الشعرائی تحصیل مباہات نمود۔ غزالی مشہدی است کہ از پیشگاہ اکبر بادشاہ باین خطاب نامور گردید۔ وبعد رمیدن او از صحرائے فنا بمرغزار بقا شیخ فیضی باین لقب بلند آوازہ گشت ودر عہد جہانگیر بادشاہ طالب آملی ودر زمان صاحبقران شاہ جہان اَنَارَ اللہُ بُرْہَانَہٗ ابو طالب

کلیم ہمدانی باین خطاب سکۂ تفاخر در آفاق زدند۔

و بر متتبعان اخبار موزونان روزگار ہویدا است کہ از شعراء ولایت ایران و توران کسانیکہ بمداحی سلاطین و امراء ہند پرداختہ دو قسم اند۔ قسم اوّل جمعے کہ از اوطان خود بگلگشت ہند شتافتہ اند۔ و صحبت ممدوحان دریافتہ مثل حکیم روحانی سمرقندی صاحب تاریخ صبح صادق گوید[1] کہ سلطان شمس الدین ایلتمش والی دہلی در سنہ ثلث و عشرین و ستمائۃ (۶۲۳) قصد رنتھنبور کرد و گرفت پس بمندور رفت و استیلا یافت۔ حکیم روحانی سمرقندی در آن آوان از بخارا بخدمت او پیوست و قصیدہ بعرض رسانید و صلۂ جزیل یافت مطلعش این است ؎

زفتحنامۂ سلطانِ عصر شمس الدین　　خبر بہ اہل سما برد جبرئیل امین

و مثل بدر چاچی کہ در پایان عمر بہندخرامید و مشمول فراوان عنایت و رعایت سلطان محمد تغلق شاہ گردید و بہ فخر زمان مخاطب گشت۔ دیوانش بین الجمہور مشہور است۔ طور خاصے دارد و تشبیہ کنایت اکثر بکار می برد و مثل شیخ آذری اسفراینی کہ بعد تحصیل زیارت حرمین مکرمین شرفہما اللہ تعالیٰ بسیر ہند شتافت و باسلطان محمد نبیرۂ رایات اعلیٰ خضر خاں فرمانروائے دہلی برخورد و ازانجا رو بدکّن آورد سلطان احمد شاہ بہمنی باعزاز و اکرام پیش آمد۔ اتفاقاً سلطان دران ایام شہر بیدر بنیاد می کرد و دارالامارۃ درکمال شکوہ طرح انداخت شعراء پائے تخت کتابۂ عمارت بنظم آوردند۔ شیخ آذری ہم چند بیت موزون ساخت۔ ازانجملہ است این دو بیت ؎

حبذا قصر مشید کہ ز فرطِ عظمت　　آسمان پایۂ از سدۂ این درگاہ است

---

[1] تاریخ فرشتہ جلد اول صفحہ ۱۰۵ مطبوعہ بمبئی۔

آسمان ہم نتوان گفت کہ ترکِ ادب است　　قصر سلطانِ جہان احمدِ بہمن شاہ است

سلطان در وجہ صلہ دوازدہ ہزار بستۂ قماش عنایت نمود شیخ گفت لاتحمل عطایاکم
اِلّامَطَایَاکُمْ۔ سلطان بیست ہزار تنکہ دیگر وجہ کرایہ راہ رعایت فرمود شیخ با احمال
واثقال بخراسان عطف عنان نمود[۱] و مثل شہیدی قمی کہ بعد فوت سلطان
یعقوب بدیار ہند ہجرت برگزید و در دکن و گجرات زندگانی بسر برد۔ صاحب تاریخ
فرشتہ گوید[۲] کہ چون اسماعیل عادل شاہ در سنہ ست و ثلثین و تسعمأتہ (۹۳۶) قلعہ
بیدر مفتوح ساخت وخزائن را بکلید سخاوت برروئے خلائق باز کرد۔ مولانا
شہیدی قمی کہ از کمال شہرت از تعریف مستغنی است درآن مدت از خطۂ گجرات
آمدہ بود۔ وبواسطۂ سمت شاعری کمال تقرب نزد سلطان پیدا کرد۔ سلطان حکم
فرمود کہ بخزانہ رفتہ آن قدر زر احمر کہ حملش مقدور باشد بردارد۔ چون مولانا
از رنج سفر فی الجملہ ضعف و ناتوانی داشت بعرض رسانید کہ روزے کہ از گجرات
متوجہ این درگاہ می شدم دو چندان این قوت داشتم چہ باشد کہ بعد از چند روز
کہ آن توانائی عود نماید برین خدمت رُوح پرور سرافراز شوم۔ سلطان سخن پرور
نکتہ گزار لب بہ تبسم شیرین کردہ گفت نشنیدۂ کہ آفتہاست در تاخیر و طالب رازیان
دارد۔ باید کہ دو دفعہ بخزانہ رفتہ آنچہ از دست برآید تقصیر نکنی۔ و وقت فرصت
غنیمت شماری۔ چون این حکم عین مدعاے مولانا بود شگفتہ وخندان از مجلس
برخاستہ دو کرت بخزانہ شتافت و ہمیانہاے بیست و پنج ہزار ہون طلا بیرون
آورد۔ چون خازن این خبر بسمع بادشاہ رسانید۔ فرمود مولانا راست مے گفت
کہ من قوت ندارم۔ و نزاکت این کلام برارباب ادراک واضح و روشن است

---

[۱] تاریخ فرشتہ جلد اول صفحہ ۶۲۷ مطبوعہ بمبئی و تذکرۂ دولت شاہ صفحہ ۴۰۰ مطبوعہ یورپ۔
[۲] تاریخ فرشتہ جلد دوم صفحہ ۴۳ مطبوعہ بمبئی۔

که هم جانب خوش طبعی منظور است وهم جانب همت. قسمِ ثانی. جمعے که قدم سعی باین دیار نفرسوده اند. وغائبانه تحفهٔ گرانمایهٔ مدح ارسال نموده. مثل[1] خواجه حافظ شیرازی قدس سرهٗ که بدرگاه سلطان غیاث الدّین والی بنگاله غزلے فرستاد. این دو بیت ازان است ؎

شکر شکن شوند همه طوطیان هند　　زین قند پارسی که به بنگاله مے رود

حافظ ز شوق مجلس سلطان غیاث دین　　غافل مشو که کارِ تو از ناله مے رود

ومثل[2] عارف جامی قدس سرهٗ که اورا با ملک التجار خواجه محمود گاوان امیر الامراء سلطان محمد شاه بهمنی والی دکن ارتباط خاص بود وارمغان مدائح ارسال می فرمود. ازانجمله قصیده الیست که یک بیتش این است ؎

هم جهان را خواجه وهم فقر را دیباجه است　　سرِّ الفقر است لیکن تحت استار الغنا

ودر خاتمهٔ غزلے می فرماید ؎

جامی اشعار دلاویز تو جنسی است لطیف　　بودش از حسن ادا لطف معانی تارش

همرهِ قافلهٔ هند روان کن که رسد　　شرف مهر قبول از ملک التجارش

اما در عهد اکبر بادشاه عدد هر دو قسم بحد کثرت رسید. وبازار هر دو گروه بنهایت گرم گردید. طائفه اولی عیان اند. ومستغنی از اطالتِ بیان. وطائفهٔ ثانی را شیخ ابو الفضل در آئین اکبری بیان می کند و می گوید :-

«درآنانکه سعادت بار نیافتند و از دور دستها گیتی خداوند را ثناگزارند بس انبوه چون قاسم[1] «گونابادی. ضمیری[2] سپاهانی. وحشی[3] یافقی. محتشم[4] کاشی. ملک[5] قمی. ظهوری[6] ترشیزی «رشکی[7] همدانی. ولی[8] دشت بیاضی. نیکی[9]. نظیری[10]. صبری[11] اردستانی. فگاری[12] «اسفرائنی. میر حضوری[13] قمی. قاضی نوری[14] سپاهانی. صافی[15] یمینی[16]. طوفی[17] تبریزی انتهی[3].

[1] ریاض السلاطین صفحه ۱۰۶ مطبوعه کلکته سنه ۱۸۹۰ع.
[2] فرشته جلد اول صفحه ۶۹۴ مطبوعه بمبئی. [3] آئین اکبری جلد اول صفحه ۱۸۲ مطبوعه کشوری لکهنؤ سنه ۱۸۸۲ع.

و از جملهٔ ثانی **شیخ علی نقی کمره** قصیدهٔ سی و پنج بیت در ستایش **شیخ فیضی** پرداخته و از صفاهان بهند روان ساخته ازان است ؎

مرا فگند بر نظم امورم پر تو فیضی | ابوالفیض آن گزینِ اکبر و شیخ کبیرِ من
ظهیر قدوهٔ پیشینیان حقے ظهیر الدین | امیر زبدهٔ اہل زمان حتی امیرِ من
اگر ہستم مجیر اندر سخن او ہست خاقانی | وگر من سنجیرم آستانِ او مجیرِ من
کیم با او رسد در شاعری دعوائے ہمچشمی | که در این خانقاہم من مرید و او ست پیرِ من
زمین ہند با قربِ درش نعم النعیم دل | ہوائے خلد و راز حضرتش بئس المصیرِ من

و **شیخ فیضی** را وقت سفارت **برہان شاہ** والی **احمد نگر** با **مُلا ملک قمی** و **مُلا ظهوری ترشیزی** ملاقات واقع شد و صحبت کبری افتاد۔ بعد معاودت از جانبین ابواب محبت نامہا مفتوح بود

مُلا ظهوری نثر لطیفے در مدح **شیخ فیضی** بقلم آوردہ۔ **حکیم عین الملک** شیرازی مکتوبات **شیخ** جمع نمودہ و در خاتمهٔ مکتوبات۔ نثر مذکور مندرج ساختہ۔

مرزا صائب علیہ الرحمہ او را بخوبی یاد می کند و می فرماید ؎

این آن غزل که فیضی شیرین کلام گفت | در دیدہ ام خلیدہ و در دل نشستهٔ

احوال **شیخ فیضی** تفصیلا در فصل ثانی از دفتر اول پیرائیه بیان پوشیدہ اینجا آنچه مناسب منصب شاعری است سمت گذارش می یابد۔

نامش **ابوالفیض** است۔ سالہا **فیضی** تخلص کرد۔ آخر **فیاضی** قرار داد و اشعار باین معنی می نماید ؎

زین پیش که سکّه ام سخن بود | فیضی رقم نگین من بود
اکنون که شدم به عشق مرتاض | فیاضیم از محیط فیاض

پادشاہ او را بنظم خمسه مامور ساخت۔ در مدت پنج ماہ کتاب **نلدمن** چهار ہزار و

دو بیت بیت مقابل لیلی مجنون موزون ساخت و با اشرفیہا از نظر پادشاہ گزرانید۔ درجۂ استحسان یافت۔ حکم شد کہ نسخۂ دیگر نوشتہ مصوّر سازند۔ و نقیب خان درحضور می خواندہ باشد۔ ازان کتاب است ؎

بانگِ قلمم درین شبِ تار   بس معنی خفتہ کرد بیدار

و در برابر مخزن اسرار مرکز ادوار نقش بست و آن سوادر ابعد وفات او شیخ ابوالفضل بہ بیاض رسانید

و در پہلوی شیرین خسرو۔ سلیمان بلقیس و در ازاءِ سکندر نامہ۔ اکبر نامہ و در تقابل ہفت پیکر ہفت کشور آغاز کرد اما باتمام نرسانید

از مقطعات اوست ؎

منم فیضی کہ در میدانِ معنی   چو من چابک سوارے تیز تگ نیست
بجلد شعر من از پوست تا مغز   ہجائے مردم ناپاک رگ نیست
بدان می ماند این پاکیزہ گفتار   کہ در دیوان حافظ نام سگ نیست

شیخ محمد یحییے الہ آبادی در کتاب اعلام الانام گوید۔ صاحب قطعہ را این بیت بنظر نرسیدہ ؎

شنیدہ ام کہ سگان را قلادہ می بندی   چرا بگردنِ حافظ نمی نہی رسنے

راقم الحروف گوید در بعضے نسخ دیوان خواجہ حافظ بجائے لفظ حافظ لفظ عاشق واقع شدہ و مقطع چنین است ؎

مزاج دہر تبہ شد درین بلا حافظ   کجاست فکر حکیمے و رائے برہمنے

از حسن اتفاقات اینکہ چیزے کہ شیخ فیضی مے خواست در دیوان فقیر آزاد موجود است و ازین لفظ مبر است۔

دیوان شیخ فیضی بنظر در آمد متضمن اصناف شعر است۔ بیتے چند از غزلیات

او فرا گرفته شد ؎

نماند گریۂ شبِ وصل بیقراران را | سہیل طلعتِ آن ماہ بُرد باران را
خبر برید شبِ عید پیرِ مصطبہ را | کہ راست می کنم امشب قصۂ رسی شب را
اگر سرے بکشم سوی بیخودی چہ کنم | مرا ز ہمدمے خود ملال مے گیرد
شدیم خاک ولیکن ز بوی تربتِ ما | توان شناخت کزین خاک مردمی خیزد
مژگان مپوش چون قدم از دیدہ میکنی | مردانِ رہ برہنہ نہادند پائے را
آنچہ بہ فیضی نظرِ دوست کرد | مشکل اگر دشمنِ جانی کند

رباعی

برما چہ زیان اگر صفِ اعدا زد | مشتے خاشاک لطمہ بر دریا زد
ما تیغ برہنہ ایم در دستِ قضا | شد کشتہ کسے کہ خویش را بر ما زد

(۳) انیسی شاملو یولقلی بیگ

نکتہ سنج یگانہ است و انیس معانی بیگانہ - از ایران دیار بہ کشورِ ہند خرامید و مدتہا در ظلِ عاطفت خانخانان آرمید - وفاتش در برہان پور در سنہ ثلث عشر و الف (۱۰۱۳) واقع شد -

انیسی نظم قصۂ محمود و ایاز شروع کردہ بود - ہادم اللذات قطع سخن کرد و آن نقش صورت اتمام نپذیرفت - از انست در وصف چشمہ ؎

بحدے سرد کز بیم فسردن | نیارد عکس در وے غوطہ خوردن
بریم ما غم تو ہر نفس بخانۂ خویش | چنانکہ مرغ برد خس بآشیانۂ خویش
یادگار از ما درین عالمِ غم بسیار ماند | رفت اگر آتش نشانِ دود بر دیوار ماند
خبرِ گل مرسانید بہ مرغانِ قفس | کس چرا مژدۂ نوروز بزندان آرد

قاصد ادای نامہ نواند نہ حرفِ شوق　　حیف از زبان کہ بالِ کبوتر نمی شود

(۴) نوعی ملا نوعی خبوشانی

نوع کلامش جنس عالی است۔ و رشحۂ اقلامش بقیمت لآلی۔ مرزا صائب گل دعای بر تربت اوے افشاند و می فرماید ؎

این جوابِ مصرعِ نوعی کہ خاکش سبز باد　　سایۂ ابر بہاری کشت را سیراب کرد

ابتداء حال از متوسلان شہزادۂ **دانیال ابن اکبر بادشاہ** بود چون او شنقار شد دامنِ دولت **خانخانان** گرفت و قصائد و ساقی نامہ در مدح او پرداخت و بکرات و مرات جوائز گرانمند اندوخت۔ یک دفعہ دہ ہزار روپیہ نقد و خلعت فاخرہ و زنجیر فیل و اسپ عراقی صلۂ شعر گرفت۔ **ملا سیمی** درین باب گوید ؎

زنعمتِ تو بہ نوعے رسید آن مایہ　　کہ یافت میر معزی ز دولتِ سنجر

زگلبنِ املش صد چمن گلِ اُمید　　شگفت تا کہ بمدح تو شد زبان آور

درعہد **اکبر بادشاہ** نوجوان ہندوئے شبِ طوی خود را **اکبر آباد** از بازار مسقف میگذشت قضارا سقف فرود آمد۔ نوجوان بر خاک ہلاک اُفتاد۔ عروس نامراد کہ در نہائت رعنائی و کمال خوش سیمائی بود بآئین خود قصد سوختن کرد۔ اکبر بادشاہ درحضور خود طلبیدہ ہر چند منع نمود۔ و امیدوار فراوان ناز و نعمت ساخت۔ زن بپائمردی ہمت از جان رفت و پروانہ وار خود را ابر آتش زد۔ ازینجاست کہ شعراء زبان ہند در اشعار خود عشق از جانب زن بیان می کنند کہ زن ہند وہمین یک شوہر می کند۔ و او را سرمایۂ زندگی می شمارد و بعد مُردن شوہر خود را با مُردہ شوہر می سوزد۔ امیر خسرو علیہ الرحمہ می گوید ؎

خسروا در عشق بازی کم زہندو زن مباش　　کز برای مردہ سوزد زندہ جانِ خویش را

و از غرائب اتفاقات آنکه در قرآن مجید قصۂ عشق زن بر مرد واقع شده یعنی قصۂ یوسف علیٰ نبینا و علیہ الصّلوٰۃ والسّلام۔

مُلّا **نوعی** حسب الامر شاہزادہ دانیال در واقعہ مذکور مثنوی **سوز و گداز** بنظم آورد۔ از انست ؎

جمالِ ناز را پیرایہ نو کرد | عبارت را تبسّم پشیرد کرد

و از ساقی نامۂ اوست ؎

بدہ ساقی آن ارغوانی نبید | کہ روز خرابان بپایان رسید
بگردان زرہ عمر برگشتہ را | چو شاہ نجف روز شب گشتہ را

وفات **نوعی** در **برہان پور** سنہ تسعۃ عشر و الف (۱۰۱۹) اتفاق اُفتاد۔
دیوانش بمطالعہ درآمد و این ابیات حاصل شد ؎

زاں پیش کہ صُبح از شبِ اُمید برآید | بکشا دہنِ شیشہ کہ خورشید برآید
دست فرسود تمنا دلِ شیدائی نیست | این گل طور بود لالۂ صحرائی نیست
بادہ می خواہم بہ سیرِ ماہتابم کار نیست | ہیچ ماہ چاردہ چون ساغرِ سرشار نیست
شرابِ مطرب و دلدار در مقابلہ بود | میانِ دیدہ و دیدار شرم فاصلہ بود
ما بے سواد علم معاشِ زمانہ ایم | مفلس شریک مایۂ این کارخانہ ایم
ما عاشق و جز خانہ خرابی فنِ ما نیست | خصم است بخود ہر کہ بجان دشمن ما نیست
یکروز صبا بوی گلے برد بہ یعقوب | بگریست کہ این نکہت پیراہنِ ما نیست
نسیم مصر بجاروب گل دماغم رُفت | اگر غلط نکنم بوے یار مے آید
سبوی بادہ سلامت کہ زینت دوش است | ہرے کہ مایۂ درد است گو بدوش مباش
تو روی آئینہ و ما قفاے آینہ ایم | چنانکہ از تو بد از ما نکو نمے آید
چو جام بادہ مسخر شود بدعوت صبح | چہ لازم است کہ تسخیر آفتاب کنند

ہر ذرہ زاجزای جہاں تابعِ رنگے است　　در بادہ گرت حصم نمک ریخت شکر گیر

(۵) نظیری - مولانا نظیری نیشاپوری

سخن سرسبزش نظیر فیروزۂ نیشاپور است ازانش نظیری خوانند - و دیوان رنگینش رشکِ نگار خانۂ فغفور است ازانش بے نظیر دانند -

مرزا صائب گوید ؎

صائب چہ خیال است شود ہیچو نظیری　　عرفی بہ نظیری نرسانید سخن را

وظاہر است کہ ترجیح دادن مرزا **نظیری** رابر **عرفی** و بر خود مطلق نخواہد بود کہ عرفی در قصائد چرب است و مرزا در غزل خود می فرماید ؎

بلبلِ خوشنوا ے نیشاپور　　خجل از طبع بے نظیر من است

مولانا **نظیری** فیروزہ وار از نیشاپور بر آمدہ در ہندوستان بہ یمن جوہر شناسی **خانخانان** نامے بر آورد و قصائد غزا در مدحتِ **خانخانان** بر صفحۂ روزگار ثبت نمود - وصلات گرانمایہ اندوخت - بعد چندے بدلالت خضر توفیق احرام حرمین محترمین بربست و بعد احراز این سعادت کبری رخت عود بہ **ہندوستان** کشید - و در **گجرات - احمد آباد** رنگ توطن ریخت -

وقتے جہانگیر پادشاہ کتابہ بہ عمارتے امر فرمود - مولانا غزلے گفتہ بعرض رسانید کہ مطلعش این است ؎

این خاک درت صندلِ سرگشتہ سران را　　با دامژہ جاروب رہت تاجوران را

پادشاہ در جائزہ قریب سہ ہزار بیگہ زمین انعام فرمود -

شیخ محمد مندوی متخلص **بغوثی** در کتاب **گلزار ابرار** مے گوید :-

" مولانا نظیری نیشاپوری حاجی الحرمین درویش طبیعت صوفی سیرت - مہذب الاخلاق بود

« در آخر روزگار زندگانی عنان نظم تراشی بصوب طرز گفتار صوفیان وحدت گزار منعطف
« ساخته۔ نخست سواد عبارت عربی از مصاحبت نگارندهٔ گلزار ابرار روشن ساخت سپس
« دوازده سال که تتمۂ عمر او بود در احمد آباد اقامت گزیده علوم دینی تحصیل کرد و تصحیح تفسیر و
« حدیث از خدمت مولانا حسین جوہری واره نمود و در ہزار و بیست وسه (۱۰۲۳) بعالم
« قدس خرامید انتہیٰ۔

قبرش در تاج پورۂ احمد آباد واقع شده و بر قبرش گنبدے تعمیر کرده اند این چند بیت از دیوانش انتخاب اُفتاده

جز نام صنم نقش مکن لوح جبین را | تا چپ نکنی راست نخوانند نگین را
بے عشق عقل راہزنے در دماغ نیست | بدسوز د آن فتیله که از شعله داغ نیست
شرم می آید ز قاصد طفلِ محجوب را | بر سرِ راہش بنید ازید مکتوب مرا
مبین بعیب و قبولم که در پناهِ توام | اگر بدِ دو جہانم که نیک خواه توام
دگر خدا بر د ای دل سرِ کجا داری | که یکدو روز شد آتش بزیر پا داری
جرم من است پیش تو گر قدر من کم است | خود کرده ام بپسند خریدار خویش را
می گریم و از گریه چو طفلم خبرے نیست | در دل ہوسے ہست ندانم که کدام است
به مهربانی او اعتماد نتوان کرد | که تازه عاشقم و خاطرش بمن صاف است
این رسمهاے تازه ز حرمانِ عهد ماست | عنقا بروزگار کسے نامه بر نشد
توان ز نامۂ من یافت اشتیاق مرا | عیارِ شوق باندازۂ سخن باشد
به بیع عشوه برم جان که مستِ نازم را | اہانت است که خود بر سرِ متاع آید
دو لتے بود که مردیم بہنگام وداع | آن قدر زنده نماندیم که محمل بردد
یک توجه از تو در کار است وصد عالم مراد | غم ندارم گر اجابت با دعا دشمن شود
تو کار خود به غمزۂ معشوق واگزار | بیطاقتی مکن که نکویان نکو کنند

مسافرانِ چمن نارسیده در کوچ اند شگوفه می رود و شاخ بار می آرد

کمر در خدمت عمریست می بندم چه شد قدرم برہمن می شدم گر این قدر زُنّار می بستم

بوی یار من ازین سست وفا می آید گلم از دست بگیرید که از کار شدم

نازم باین شرف که غلامِ محبتم لافِ نسب ز نسبتِ آدم نمی زنم

(۶) سنجر میر سنجر خلف میر حیدر معمّائی کاشی

سخنش ہموار است و گہرش آبدار۔ دیوانش بنظر امعان درآمد۔ غزل و قصیدہ و مثنوی یک رُتبہ دارد۔

در سلک ملازمان اکبر بادشاہ انتظام داشت و قصائد فراوان در ثنا طرازی بادشاہ و شاہزادہ ہا و امراء اکبری بنظم آوردہ و با میرزا جانی والی تتہ نیز مربوط بود زبان بمداحی **میرزا جانی و میرزا غازی** وتاری کشود۔

در اواخر عہد اکبری جانب بیجاپور حرکت کرد۔ و در ظل عنایت **ابراہیم عادل شاہ** قرار گرفت۔ عادل شاہ در ملازمت نخستین خلعت ملبوس خاص و انگشتر زمرد بیش بہا عطا فرمود۔ و شکستہ حالی او را بمومیائی لطف و احسان مداوا نمود۔

میر در اشعار خود شکایت بسیار از دست روزگار دارد۔ و در زمرۂ ممدوحان خود از **ابراہیم عادل شاہ** اظہار رضا می کند و در مدح او می گوید ؎

دو شاہ شاعر پرور بلند نام شدند نخست والیِ غزنین دوم خدیو دکن

رسد بعہد تو شاعر بہ پایۂ ملکی زہے نوازش شاہ و زہے ظہور سخن

اشارہ بملا **ملک قمی** و ملا **ظہوری ترشیزی** ہر دو شاعر مشہور پای تخت ابراہیمی

در ایام اقامت بیجاپور فرمان طلب شاہ عباس ماضی با خلعت فاخرہ بنام او ... دریافت اما پیش از وصول فرمان۔ منشور اجل نامزد گردید و این صورت

در سنه احدی و عشرین والف (۱۰۲۱) رو داد - مصرع "افگند بادشاہ سخن چتر سنجری" تاریخ است - مؤرخ دو عدد زائد را بہ حُسن تعمیہ افگند - ۱۰۲۳ / ۲ / ۱۰۲۱

این چند بیت از غزلیات سنجر بہ انتخاب در آمدہ

شہر حسن است بہر جانب بازار مرا | تو نخواہی دگرے ہست خریدار مرا

نہ تابِ دیدن و نے طاقتِ شکیبائی است | تو چون نقاب کشی رحم بر تماشائی است

محققان کہ زوریای علم در جوش اند | چو کوہ تا نکنی نشان سوال خاموش اند

آتشِ خرمنِ منی شبنمِ کشت دیگران | دوزخِ من چرا شدی ای تو بہشت دیگران

ای بختِ صبحِ عشرت تا کے بخواب بینی | بردار سر ز بالین تا آفتاب بینی

راہے نبرد گوش بہ رازِ نہانِ ما | در قفلِ دل شکست کلیدِ زبانِ ما

ناخواندہ گرچہ آمدہ ام زود می روم | طبعِ ترا زیادہ مکدر نمی کنم

الماس بدل پاشم و منت کشم از خود | من لذتِ این زخم بسوزن نہ پسندم

اگر از دامنِ محمل کشیدم دستِ بیتابی | بہ پائے ناقہ اُفتادم بہ گرد ساربان گشتم

ما عجز دشمنیم حریفان زبون طلب | ای خونِ ما بہ گردنِ طبعِ غیورِ ما

ای غمِ ہجر بیش ازین جائے تو نیست در دلم | یا بگذر از این سرا یا بنما قبالہ را

امشب ای ہمسایہ و مہمان من از خود رفتہ ام | گر کسے احوال من پرسد بگو در خانہ نیست

مہر آمد بہ تماشای تو با تیغ و ترنج | گو بیا گر ہوسِ دست بریدن دارد

ہر کہ سینہ زمینِ نمک فروشان است | دماغ سوزی مرہم بہ داغ من غلط است

نیست او را سرِ آزادی این مرغِ اسیر | ورنہ صد مرتبہ گرداند بگردِ سرِ خویش

این زمان بے نسبتم سنجر و گرنہ پیش ازین | دست من در زلف او گستاخ تر از شانہ بود

(۷) زمانی - مُلّا زمانی یزدی

علتِ این تخلص آنست کہ مذہب تناسخ داشت - وخود را شیخ نظامی گنجوی پنداشت واین خام خیال را در عالم تال می آرد - کہ ؎

درگنجہ فرو شدم پے دید | از یزد بر آمدم چو خورشید
ہر کس کہ چو مہر بر سر آید | ہر چند فرو رود بر آید

و آو دیوان لسان الغیب را غزل بغزل جواب گفت - و دم ہم صفیری بلبل شیراز زد و دیوان خود را نزد شاہ عباس ماضی برد و عرض کرد کہ دیوان خواجہ را جواب گفتہ ام - شاہ فرمود خدا را چہ جواب خواہی گفت - کلیات او دہ ہزار بیت است مولف صبح صادق سال وفات او در سنہ احدی وعشرین والف (۱۰۲۱) نوشتہ و ناظم تبریزی در تذکرۂ خود گوید" وفات او در سنہ ہزار و ہفدہ (۱۰۱۷) واقع شد" غنچۂ تاملش باین رنگ می شگفد ؎

حکایت از قدِ آن یارِ دلنواز کنید | باین فسانہ مگر عمرِ ما دراز کنید
ہلاک شیشۂ در خون نشستۂ خویشم | کہ آخرین نفسش عذر خواہی سنگ است
زبانِ حال خموشان کسے نمی داند | وگرنہ سوسنِ آزاد در فسانۂ تست

(۸) شانی - شانی تکلو

در سخنوری شانے بلند دارد - و مکانے ارجمند - مولانا فصیحی ہروی در مدح او قطعۂ طویل الذیلے می پردازد - و در عنوانِ آن می طرازد ؎

صبا بگوی دل آشفتگانِ عشق گزد | زمین ببوس اگر آسمان دہد دستور
بگو بمردمکِ دیدۂ ہنر شانی | کہ ای ضمیر تو چون چشم عقل سایۂ نور

توآن مسیح مقالی کہ ملک معنی راست | بیاض جبہۂ کلک توصبحگاہِ نشور

واو از شاطرازانِ پایۂ سریر شاہ عباس ماضی است۔ وبنظر التفات شاہ اختصاص داشت۔ ودر صلۂ این بیت ؎

اگر دشمن کشند ساغر وگر دوست | بطاقِ ابروی مستانۂ اوست

شاہ اورا بزر کشید ومبلغ ہم سنگ عنایت کرد۔

شانی در اواخر زندگانی در مشہد مقدس گوشۂ انزوا برگزید۔ واز سرکار شاہی بوظیفہ بیست تومان موظف گردید۔ فوتش در سنہ ثلث وعشرین والف (۱۰۲۳) واقع شد "پادشاہ سخن" تاریخ است۔

چراغ فکرش چنین پرتو می دہد ؎

چہ خوش است با دو زلفت سرِ شکوہ باز کردن | گلہ ہائے روزِ ہجران بشبِ دراز کردن
لذت آزار گر این است پیکان ترا | ہیچ اجرے نیست در محشر شہیدانِ ترا
ہر قاصدِ آہے کہ بسوی تو فرستم | ہمچون نفسِ بازپسین باز نیامد
چون مرغ گرفتار بہ اُمید رہائی | ہر چند کہ پرواز کنم در قفس اُفتم
نیست ممکن کہ گریزیم زغزالانِ خیال | ورنہ مجنونِ توتنہا ترازین می بایست

(۹) شکیبی۔ محمد رضا ابن خواجہ عبداللہ صفاہانی:

از نژاد خواجہ عبداللہ امامی است کہ عارف جامی در نفحات الانس بہ تحریر احوالش پرداختہ۔ واو فرزند خواجہ امین الدین حسن باشد کہ حضرت لسان الغیب اورا یاد می کند ومی فرماید ؎

بر ندی شہرہ شد حافظ پس از چندین ورع لیکن | چہ غم دارم کہ در عالم امین الدین حسن دارم

شکیبی در سنہ اربع وستین وتسعمأتہ (۹۶۴) متولد شد برخے علوم در شیراز ولختے

در صفاهان تحصیل کرد- و به ارادهٔ سیر ہند در کشتی نشستہ خود را به ساحل بندر چیول کشید- و از انجا به قصدِ ادراک خانخانان که دران ایام در گجرات بود- عازم گجرات شد- اتفاقاً خانخانان دران فرصت به آگره رفته بود- شکیبی از گجرات به آگره شتافت- و خانخانان را در یافت- و با او سیر سندھ و دکن کرد- در سنه ست و الف (۱۰۰۶) از خانخانان جدائی ورزید- و در سرونج از توابع مالوا رسیده بیماری صعب کشید- و نذر کرد اگر شفا حاصل شود خود را بزیارت حرمین شریفین رساند- از برکات این نیت شفا دست بهم داد- و در سنه اثنا عشر و الف (۱۰۱۲) کمر ایفاء نذر محکم بربست- و این سعادت عظمی را حاصل نمود- و بعد سه سال از راه بندر سورت برگشت- و در برہان پور با خانخانان برخورد و در سنه ثمانیه عشر و الف (۱۰۱۸) التماس گوشه نشینی کرد خانخانان برای او سیورغالے و صدارت دہلی از درگاه جہانگیری برگرفت- و باین تقریب در دار الخلافه دہلی بدل جمعی فروکش کرد- تا آنکه در سنه ثلث و عشرین و الف (۱۰۲۳) محل سفر بعالم دیگر بربست
شاعر خوش طبیعت صاف فکر است- ساقی نامه برای خانخانان در سلک نظم کشید- و بصله ده ہزار روپیه جیب و دامن آرزو پُر کرد- ازان است ؎

بیا ساقی آن آب حیوان بده | ز سر چشمهٔ خان خانان بده
سکندر طلب کرد لیکن نیافت | که در ہند بود او بظلمت شتافت

ای خدا جنس مرا از عیب بازارے بده | می فروشم دل بدیدارے خریدارے بده

شکسته دل نشویم ار ترا سرِ جنگ است | که آبگینهٔ ما ہم طبیعتِ سنگ است

تو غنچهٔ سحر و من چراغ صبحدمم | تو خنده برلب و من جان در آستین دارم

پروانه نیک رفت که در پیش شمع سوخت | آگه نشد که سوختنِ غائبانه چیست

رباعی

نرد لیست جہان که بردنش باختن است | نرّادیِ او شش دو کم ساختن است

دنیا بمثالِ کعبتینِ نرد است   برداشتنش برای انداختن است

(۱۰) رضی - آقا رضی اصفہانی

اُستادفن و نقاد سخن بود - سیر ہندوستان کرد و برگشت و در سنہ اربع وعشرین والف (۱۰۲۴) جادۂ فنا پیمود "آہ از رضی" تاریخ است۔ ۱۰۲۴ھ

نقش سخن باین آئین می بندد ؎

نہ ہر کہ چہرہ برافروخت از غم آزاد است   کہ سرخروی گل از طپانچۂ باد است

در فراقِ تو چنان است تنِ بے جانم   کہ چو فانوس بہ تحریک نفس می گردد

نخواہم زیست چندانیکہ باز آرد پیامش را   وصیت نامۂ بربالِ مرغِ نامہ بربستم

(۱۱) ملک - ملا ملک قمی

مشہور سخن سرایان است - و معروف نکتہ پیرایان - مرزا صائب سخن اور امکرر تضمین می کند و در مقطعے می گوید ؎

این جواب آن غزل صائب کہ می گوید ملک   چشم بینش باز کن تا ہر چہ خواہی بنگری

در صغر سن بمشق شاعری اُفتاد - واز قم بہ کاشان آمد و ایامے در اینجا انجمن سخن گرم داشت - آخر متوجہ قزوین شد - و قریب چہار سال در مصاحبت موزونان و مستعدانِ آن مقام گزرانید۔

و در رمضان سنہ سبع وثمانین وتسعمائۃ (۹۸۷) از قزوین برآمدہ سرے بدیار دکن کشید - واز مرتضی نظام شاہ دیوانہ والی احمد نگر و بعد او از برہان شاہ اکرام و انعام فراوان یافت۔

و در بیجاپور دامن دولت ابراہیم عادل شاہ والی آنجا گرفتہ - از

مقربان بساط عزت گشت - وثمرها از نہال برومند دولتش برچید - وچون جوہر قابلیت ملا ظہوری مشاہدہ کرد فریفتہ گردید - ودختر خود را در حبالۂ نکاح او درآورد -

صاحب تاریخ عالم آرای عباسی گوید :-

"مولانا ملک قمی باتفاق مولانا ظہوری ترشیزی کتاب فورس را کہ نہ ہزار بیت است"
"بنام عادل شاہ تمام کردہ نہ ہزار ہون بالمناصفہ صلہ یافتند"

شیخ فیضی وقتیکہ از درگاہ اکبری بہ سفارت برہان شاہ والی احمدنگر مامور شد - در عریضۂ خود[1] از احمدنگر بہ اکبر پادشاہ می نویسد کہ :-

"در احمدنگر دو شاعر خاکی نہاد - صافی مشرب اند - و در شعر رتبۂ عالی دارند یکے ملا"
"ملک قمی کہ بکس کمتر اختلاط می کند - و ہمیشہ مژۂ ترے دارد - دیگر ملا ظہوری کہ بغایت"
"رنگین کلام است - و در مکارم اخلاق تمام - ع - بیت آستان بوس دارد"

ناظم تبریزی گوید :-

"در سنہ ہزار و بست و چہار ملا ملک فوت شد و ملا ظہوری یک سال بعد از و"

و ابوطالب کلیم گوید :-

ملک آن پادشاہِ ملک معنی　　کہ نامش سکۂ نقدِ سخن بود
چنان آفاق گیر از ملک معنی　　کہ حد ملکش از قم تا دکن بود
سوی گلزار جنت رفت آخر　　کہ دلگیر از ہوائے این چمن بود
بجستم سال تاریخش ز ایام　　بگفتا - او سرِ اہل سخن بود

ا ھ ۲۵
اما این تاریخ از روایت ناظم تبریزی یک عدد زیادہ دارد -

پیش ازین کلیات ضخیمے از ملا ملک دیدہ بودم - در وقت تحریر دیوان غزل

---

[1] اس عرضی کو مولانا محمد حسین آزاد مرحوم نے دربار اکبری میں صفحہ ۳۹۷ سے لغایت ۱۷۰۱ نقل کیا ہے دیکھو دربار اکبری مطبوعہ لاہور رفاہ عام سٹیم پریس ۱۸۹۸ء +

" در آخر روزگار زندگانی عنان نظم تراشی بصوب طرز گفتار صوفیان وحدت گزا منعطف
" ساخته۔ نخست سواد عبارت عربی از مصاحبت نگارندۂ گلزار ابرار روشن ساخت سپس
" دوازده سال که تتمۂ عمر او بود در احمد آباد اقامت گزیده علوم دینی تحصیل کرد و تصحیح تفسیر و
" حدیث از خدمت مولانا حسین جوہری وارہ نمود و در ہزار و بیست وسہ (۱۰۲۳) بعالم
" قدس خرامید انتہےٰ۔

قبرش در تاج پورۂ احمد آباد واقع شده و بر قبرش گنبدے تعمیر کرده اند این چند بیت از دیوانش انتخاب اُفتادے

جز نام صنم نقش مکن لوح جبین را — تا چپ نکنی راست نخوانند نگین را
بے عشق عقل راہزنے در دماغ نیست — بدسوزد آن فتیله که از شعله داغ نیست
شرم می آید ز قاصد طفلِ محجوب را — بر سرِ راہش بنہد از ید مکتوب مرا
مبین بعیب و قبولم که در پناهِ توام — اگر بدِ دو جہانم که نیک خواه توام
وگر خدا بر دای دل سرِ کجا داری — که یکدو روز شد آتش بزیر پا داری
جرم من است پیش توگر قدر من کم است — خود کرده ام ابپند خریدار خویش را
می گریم داز گریه چو طفلم خبرے نیست — در دل ہوسے ہست ندانم که کدام است
به مہربانی او اعتماد نتوان کرد — که تازه عاشقم و خاطرش بمن صاف است
این رسمہائے تازه ز حرمانِ عہد ماست — عنقا بروزگار کسے نامه بر نشد
توان ز نامۂ من یافت اشتیاق مرا — عیارِ شوق باندازۂ سخن باشد
به بیع عشوه برم جان که مستِ نازمرا — اہانت است که خود بر سرِ متاع آید
دولتے بود که مردیم بہنگام وداع — آن قدر زنده نماندیم که محمل برود
یک توجه از تو در کار است و صد عالم مراد — غم ندارم گر اجابت با دعا دشمن شود
تو کار خود به غمزۂ معشوق واگزار — بیطاقتی مکن که نکویان نکو کنند

مسافران چمن نارسیده در کوچ اند | شگوفه می رود و شاخ بار می آرد
کمر در خدمت عمریست می بندم چه شد قدرم | برهمن می شدم گر این قدر زنّار می بستم
بوی یار من ازین سست، وفا می آید | گلم از دست بگیرید که از کار شدم
نازم باین شرف که غلام محبتم | لافِ نسب زنسبتِ آدم نمے زنم

(۶) سنجر میر سنجر خلف میر حیدر معمّائی کاشی

سخنش هموار است و گهرش آبدار- دیوانش بنظر امعان در آمد- غزل و قصیده و مثنوی یک رُتبه دارد-

در سلک ملازمان اکبر بادشاه انتظام داشت و قصائد فراوان در مناظر ازین بادشاه و شاهزاده ها و امراء اکبری بنظم آورده و با میرزا جانی والی تته نیز مربوط بود و زبان بمداحی **میرزا جانی و میرزا غازی** وتاری کشود-

در اواخر عهد اکبری جانب بیجاپور حرکت کرد- و در ظل عنایت **ابراهیم عادل شاه** قرار گرفت- عادل شاه در ملازمت نختین خلعت ملبوس خاص و انگشتر زمرد بیش بها عطا فرمود- و شکسته حالی او را بمومیائی لطف و احسان مداوا نمود-

میر در اشعار خود شکایت بسیار از دست روزگار دارد- و در زمرۂ ممدوحان خود از **ابراهیم عادل شاه** اظهار رضا می کند و در مدح او می گوید ے

دو شاه شاعر پرور بلند نام شدند | نخست والیِ غزنین دوم خدیو دکن
رسد بعهد تو شاعر به پایۂ ملکی | زهے نوازش شاه و زهے ظهور سخن

اشاره بملا **ملک قمی** و ملا **ظهوری ترشیزی** هر دو شاعر مشهور پای تخت ابراهیمی در ایام اقامت بیجاپور فرمان طلب شاه عباس ماضی با خلعت فاخره بنام او صدور یافت اما پیش از وصول فرمان- منشور اجل نامزد گردید و این صورت

درسنہ احدی وعشرین والف (۱۰۲۱) رو داد۔ مصرع "انگلند بادشاہ سخن چہر نجری" تاریخ است۔ مؤرخ دو عدد زائد را بہ حُسن تعمیہ انگلند۔ ۱۰۲۳ / ۱۰۲۱

این چند بیت از غزلیات سنجر بہ انتخاب در آمدے

شہر حسن است ببر جانب بازار مرا | تو نخواہی دگرے ہست خریدار مرا
نہ تابِ دیدن و نے طاقتِ شکیبائی ات | تو چون نقاب کشی رحم بر تماشائی است
محققان کہ ز دریای علم در جوش اند | چو کوہ تا نکنی شان سوال خاموش اند
آتشِ خرمنِ منی شبنمِ کشت دیگران | دوزخِ من چرا شدی ای تو بہشت دیگران
ای بختِ صبحِ عشرت تا کے بخواب بینی | بردار سر ز بالین تا آفتاب بینی
راہے نبرد گوش بہ رازِ نہانِ ما | در قفلِ دل شکست کلیدِ زبانِ ما
ناخواندہ گرچہ آمدہ ام زود می روم | طبعِ ترا زیادہ مکدر نمی کنم
الماس بدل پاشم و منت کشم از خود | من لذتِ این زخم بسوزن نہ پسندم
اگر از دامنِ محمل کشیدم دستِ بیتابی | بہ پاے ناقہ افتادم بہ گرد ساربان گشتم
ما عجز دشمنیم حریفان زبون طلب | ای خونِ ما بہ گردنِ طبعِ غیورِ ما
ای غمِ ہجر بیش ازین جائے تو نیست در دلم | یا بگذر ازین سرا یا بنما قبالہ را
امشب ای ہمسایہ و مہمان من از خود رفتہ ام | گر کسے احوالِ من پرسد بگو در خانہ نیست
مہر آمد بہ تماشای تو با تیغ و ترنج | گو بیا گر ہوسِ دست بریدن دارد
مرا کہ سینہ زمینِ نمک فروشان است | دماغ سوزی مرہم بہ داغ من غلط است
نیست او را سرِ آزادی این مرغِ اسیر | ورنہ صد مرتبہ گرداند بگردِ سرِ خویش
این زمان بے نسبتم سنجر وگرنہ بیش ازین | دستِ من در زلف او گستاخ تر از شانہ بود

(۷) زمانی - مُلّا زمانی یزدی

علتِ این تخلص آنست که مذہب تناسخ داشت۔ وخود را شیخ نظامی گنجوی پنداشت واین خام خیال را در عالم تال می آرد۔ کہ ؎

از یزد بر آمدم چو خورشید | در گنجہ فرو شدم پے دید
ہر چند فرو رود بر آید | ہر کس کہ چو مہر بر سر آید

واو دیوان لسان الغیب را غزل بغزل جواب گفت۔ ودم ہمہ صفیری بلبل شیراز زد۔ دیوان خود را نزد شاہ عباس ماضی برد وعرض کرد کہ دیوان خواجہ را جواب گفتہ ام۔ شاہ فرمود خدا را چہ جواب خواہی گفت۔ کلیات او دہ ہزار بیت است مؤلف صبح صادق سال وفات او در سنہ احدی وعشرین والف (۱۰۲۱) نوشتہ و ناظم تبریزی در تذکرۂ خود گوید" وفات او در سنہ ہزار و ہفدہ (۱۰۱۷) واقع شد" غنچۂ تاملش باین رنگ می شگفد ؎

باین فسانہ مگر عمرِ ما دراز کنید | حکایت از قدِ آن یارِ دلنواز کنید
کہ آخرین نفش عذر خواہی سنگ است | ہلاک شیشۂ در خون نشستۂ خویشم
وگرنہ سوسنِ آزاد در فسانۂ تست | زبانِ حال خموشان کسے نمی داند

(۸) شانی - شانی تکلو

در سخنوری شانے بلند دارد۔ ومکانے ارجمند۔ مولانا فصیحی ہروی در مدح او قطعۂ طویل الذیلے می پردازد۔ ودر عنوانِ آن می طرازد ؎

زمین بوس اگر آسمان دہد دستور | صبا بگوی دل آشفتگانِ عشق گزر
کہ ای ضمیر تو چون چشم عقل سایۂ نور | بگو بمردمکِ دیدۂ ہنر شانی

توآن مسیح مقالی که ملک معنی راست بیاض جبههٔ کلک توصبحگاهِ نشور

واو از شاطرازانِ پائیهٔ سریرشاه عباس ماضی است۔ وبنظرالتفات شاه اختصاص داشت۔ ودرصلهٔ این بیت ؎

اگر دشمن کشد ساغر وگر دوست بطاقِ ابروی مستانۂ اوست

شاه اورا بزرکشید ومبلغ ہم سنگ عنایت کرد۔

شافی در اواخر زندگانی در مشہد مقدس گوشۂ انزوا برگزید۔ واز سرکار شاہی بوظیفه ببیست تومان موظف گردید۔ فوتش در سنه ثلث وعشرین والف (۱۰۲۳) واقع شد "پادشاہ سخن" تاریخ است۔

چراغ فکرش چنین پرتو می دہد ؎

چه خوش است با دو زلفت سرِ شکوه باز کردن گله ہائے روز ہجران بشب دراز کردن

لذت آزار گر این است پیکان ترا ہیچ اجرے نیست در محشر شہیدانِ ترا

ہر قاصدِ آہے که بسوی تو فرستم ہمچون نفسِ بازپسین باز نیامد

چون مرغ گرفتار به امید رہائی ہرچند که پرواز کنم در قفس افتم

نیست ممکن که گریزیم زغزالانِ خیال ورنه مجنونِ تو تنہا تر ازین می بایست

(۹) شکیبی۔ محمد رضا بن خواجه عبدالله صفاہانی:

از نژاد خواجه عبدالله امامی است که عارف جامی در نفحات الانس به تحریر احوالش پرداخته۔ واو فرزند خواجه امین الدین حسن باشد که حضرت لسان الغیب او را یاد می کند و می فرماید ؎

برندی شہرہ شد حافظ پس از چندین ورع لیکن چه غم دارم که در عالم امین الدین حسن دارم

شکیبی در سنه اربع وستین وتسعمأته (۹۶۴) متولد شد بر خے علوم در شیراز و لختے

درصفاہان تحصیل کرد- و بہ ارادۂ سیر ہند در کشتی نشستہ خود را بہ ساحل بندر چیول کشید- وازانجا بہ قصدِ ادراک خانخانان کہ دران ایام در گجرات بود- عازم گجرات شد- اتفاقاً خانخانان دران فرصت بہ آگرہ رفتہ بود- شکیبی از گجرات بہ آگرہ شتافت- وخانخانان را دریافت- وبا او سیر سندھ و دکن کرد- در سنہ ست والف (۱۰۰۶) از خانخانان جدائی ورزید- ودر سرونج از توابع مالوا رسیدہ بیماری صعب کشید- ونذر کرد اگر شفا حاصل شود خود را بزیارت حرمین شریفین رساند- ازبرکات این نیت شفا دست بہم داد- ودر سنہ اثنا عشر والف (۱۰۱۲) کمر ایفاء نذر محکم بربست- واین سعادت عظمی را حاصل نمود- وبعد سہ سال از راہ بندر سورت برگشت- ودر برہان پور با خانخانان برخورد و در سنہ ثمانیہ عشر والف (۱۰۱۸) التماس گوشہ نشینی کرد خانخانان برای او سیورغالے وصدارت دہلی از درگاہ جہانگیری برگرفت- وباین تقریب در دارالخلافہ دہلی بدل جمعی فروکش کرد- تا آنکہ در سنہ ثلث وعشرین والف (۱۰۲۳) محمل سفر بعالم دیگر بست شاعر خوش طبیعت صاف فکراست- ساقی نامہ برای خانخانان درسلک نظم کشید وبصلہ دہ ہزار روپیہ جیب ودامن آرزو پُر کرد- ازان است ؎

بیا ساقی آن آب حیوان بدہ ‏ ‏ ‏ زسرچشمۂ خان خانان بدہ
سکندر طلب کرد لیکن نیافت ‏ ‏ ‏ کہ درہند بود او بظلمت شتافت
ای خدا جنس مرا ازعیب بازارے بدہ ‏ ‏ ‏ می فروشم دل بدیدارے خریدارے بدہ
شکستہ دل نشویم ارتراسرجنگ است ‏ ‏ ‏ کہ آبگینۂ ماہم طبیعت سنگ است
تو غنچۂ سحر و من چراغ صبحدمم ‏ ‏ ‏ تو خندہ برلب و من جان در آستین دارم
پروانہ نیک رفت کہ درپیش شمع سوخت ‏ ‏ ‏ آگہ نشد کہ سوختنِ غائبانہ چیست

رباعی

نردیست جہان کہ بردنش باختن است ‏ ‏ ‏ نرادیِ او شش دو کم ساختن است

دنیا بمثالِ کعبتینِ نرد است برداشتنش برای انداختن است

(۱۰) رضی - آقا رضی اصفهانی

اُستادِ فن و نقادِ سخن بود - سیر ہندوستان کرد و برگشت و در سنہ اربع و عشرین والف (۱۰۲۴ھ) جادۂ فنا پیمود "آہ از رضی" تاریخ است۔
۱۰۲۴ھ

نقشِ سخن باین آئین می بندد ؎

نہ ہر کہ چہرہ برافروخت از غم آزاد است کہ سرخروی گل از طپانچۂ باد است

در فراقِ تو چنان است تنِ بے جانم کہ چو فانوس بہ تحریک نفس می گردد

نخواہم زیست چندانیکہ باز آردپیامش را وصیت نامۂ بربال مرغ نامہ بر بستم

(۱۱) ملک - ملا ملک قمی

مشہور سخن سرایان است - و معروف نکتہ پیرایان - مرزا صائب سخن اورا مکرر تضمین می کند و در مقطعے می گوید ؎

این جواب آن غزل صائب کہ می گوید ملک چشم بینش باز کن تا ہر چہ خواہی بنگری

در صغر سن بہ مشق شاعری اُفتاد - واز قم بہ کاشان آمد و ایامے در اینجا انجمن سخن گرم داشت - آخر متوجہ قزوین شد - و قریب چہار سال در مصاحبت موزونان و مستعدانِ آن مقام گزرانید۔

و در رمضان سنہ سبع و ثمانین و تسعمأتہ (۹۸۷) از قزوین برآمدہ سرے بدیارِ دکن کشید - و از مرتضی نظام شاہ دیوانہ والی احمد نگر و بعد او از برہان شاہ اکرام و انعام فراوان یافت۔

و در بیجاپور دامن دولت ابراہیم عادل شاہ والی آنجا گرفتہ - از

مقربان بساط عزّت گشت - وثمرہا از نہال برومند دولتش برچید - وچون جوہر قابلیتِ مُلّا ظہوری مشاہدہ کرد فریفتہ گردید - ودخترِ خود را درحبالۂ نکاح او درآورد -

صاحب تاریخ عالم آرای عباسی گوید :-

" مولانا ملک قمی باتفاق مولانا ظہوری ترشیزی کتاب نورس راکہ نہ ہزار بیت است "

" بنام عادل شاہ تمام کردہ نہ ہزار ہون بالمناصفہ صلہ یافتند "

شیخ فیضی وقتیکہ از درگاہ اکبری بہ سفارت برہان شاہ والی احمدنگر مامور شد - درعریضۂ خود[1] از احمدنگر بہ اکبر پادشاہ می نویسد کہ :-

" در احمدنگر دو شاعر خاکی نہاد - صافی مشرب اند - و در شعر مُرتبۂ عالی دارند یکے مُلّا "

" ملک قمی کہ بکس کمتر اختلاط می کند - و ہمیشہ مزۂ ترے دارد - دیگر مُلّا ظہوری کہ بغایت "

" رنگین کلام است - و در مکارم اخلاق تمام - عزیمت آستان بوس دارد "

ناظم تبریزی گوید :-

" در سنہ ہزار و بست و چہار مُلّا ملک فوت شد و مُلّا ظہوری یک سال بعد از و "

و ابوطالب کلیم گوید :-

ملک آن پادشاہِ ملک معنی   کہ نامش سکۂ نقدِ سخن بود
چنان آفاق گیر از ملک معنی   کہ حدِ ملکش از قم تا دکن بود
سوی گلزار جنت رفت آخر   کہ دلگیر از ہوائے این چمن بود
بجستم سال تاریخش ز ایام   بگفتا - او سرِ اہل سخن بود

امّا این تاریخ از روایت ناظم تبریزی یک عدد زیادہ دارد -

بیش ازین کلیات ضخیمے از مُلّا ملک دیدہ بودم - در وقت تحریر دیوان غزل

---

[1] اس عرضی کو مولانا محمد حسین آزاد مرحوم نے دربار اکبری میں صفحہ ۳۹۷ سے لغایت ۴۱۷ نقل کیا ہے دیکھو دربار اکبری مطبوعہ لاہور رفاہ عام سٹیم پریس ۱۸۹۸ء

مختصرے ازو بنظر در آمد۔ خوش لفظ است۔ اما معانی تازہ کم دارد۔ وتشبیہ کہ رکن رکین فصاحت است درکلام او بسیار کم واقع شدہ۔ واشعار چیدۂ او ازین قبیل است کہ بہ تحریر می آید ؎

دلم زداغِ غمت صد ہزار جا ریش است — کسی کہ دوست بود با تو دشمن خویش است
ازین مرنج کہ بیداد کارِ محبوب است — اگر وفا نہ نماید ستیزہ ہم خوب است
اگرچہ مجلسِ مستان تہی ز غوغا نیست — ولیک صحبت شان خالی از تماشا نیست
مدہ رخصت کہ ریزد خونِ مردم چشم فتانت — کہ ترسم در صفِ محشر رسد دستے بدامانت
اگر با مدعی عہد وفا بستی نمی رنجم — کہ می دانم ندارد اعتبارے عہد و پیمانت
بروز حشر شہیدان چو خون بہا طلبند — تبسّمے کن وخاموش کن زبانِ ہمہ
باحتیاطِ می عافیت بہ ساغرِ ریز — کہ سنگِ تفرقہ خصم پیالہ داران است
پیامِ سست عہدان داشت سقمے — کہ قاصد دست بر نبضِ خبر داشت
صلح کردیم من و غیر۔ درین بود صلاح — زانکہ جنگِ من و او۔ باعثِ رسوائی تست
مرغِ شب کور کہ در سایۂ پروانہ گداخت — بہتر آنست کہ تقلید سمندر نکند
صد ستم دیدی ملک یکبار سر کن شکوۂ — نیستی شرمندۂ لطفے زبانت لال چیست

رباعی

عاشق بہوس گر سرِ کارے می داشت — جا در حرمِ چون تو نگارے می داشت
ای کاش ملک بو الہوسی می آموخت — تا در نظرِ تو اعتبارے می داشت

(۱۲) ظہوری۔ مُلّا ظہوری ترشیزی

ظہور دولت سخن در عہد او بمعارج علیا رسیدہ ونہالِ کلامِ موزون از زمینِ تربیت او سر بہ طارم اخضر کشیدہ۔

مرزا صائب اورا باادب یاد می کند و می گوید ؎

صائب نداشتیم سرِ برگ این غزل　　　　این فیض از کلام ظہوری بما رسید

ظہوری درین زمین دو غزل دارد۔ بیتے ازان فقیر را خوش آمد ؎

با خنجرِ کشیدہ تغافل رساندہ بود　　　　خود را بہ پیش من کہ نگاہ از قفا رسید

ساقی نامۂ ظہوری عجب صفائی و نمکینی دارد۔ و بہ نازک ادائیہا دل از دست می برد۔ کتابہ[۱] این میخانہ بنام برہان شاہ والی احمد نگر است۔

نثرِ مُلّا ہم طرز خاص دارد۔ آما غزلش باین رُتبہ نیست۔ بعد از تحصیل حیثیات محمل سیاحت بربست۔ و بہ سیر عراق و فارس پرداختہ عازمِ گلگشتِ دکن گشت و از خوان احسانِ ابراہیم عادل شاہ فراوان نعمت اندوخت۔ وکام و زبان رابمدائح او شیرین ساخت۔

مُلّا ملک قمی اورا بزیور کمالات محلی دیدہ طرح اُلفت ریخت۔ و صبیئہ خود را در عقد ازدواج مولانا کشید۔

و این ہر دو سخن آفرین دماغ اتحاد نوعی رسانیدند کہ تالیفہا بمشارکت فکر بہ تحریر آوردند۔ چنانچہ مُلّا ظہوری در دیباچہ "خوان خلیل" می طرازد کہ "ظہوری قبل ازین در پیرایش "گلزار ابراہیم" و اکنون در گستردن "خوان خلیل" سہیم عدیل ملک الکلام است"۔

وفات مُلّا ظہوری در دکن سنہ خمس و عشرین و الف (۱۰۲۵) واقع شد۔

سی سال پیش ازین کلیات سیر ضخامتے از و بنظر رسید۔ و درین وقت دیوان غزل بدست آمد و بیتے چند۔ انتخاب اُفتاد ؎

شب از مژگانِ تر رُفتم غبارِ آستانش را　　　　پشیمانم کہ کارے یاد دادم پاسبانش را

---

[۱] مراد از کتابہ دریچہ ڈیڈی کیشن است۔

تغافل پیشۂ صید افگنِ این سرزمین باشد — کہ دائم بہرِ تقریب نگاہے در کمین باشد

نیفتادم چنان کز کوششِ افلاک برخیزم — مگر گرد تو گردد گردِ من کز خاک برخیزم

ہمچنان طفل مزاجیم اگر پیر شدیم — کوچہ گردی است بجا اگرچہ زمینگیر شدیم

ازین چہ باک کہ رسمِ وفا نمی دانی — بلاست اینکہ طریقِ جفا نمی دانی

مدار خویش منہ جملہ بر کسے دانم — گذشت کار ز طفلی چرا نمی دانی

سعادت است بہ عشق تو ہر نفس مردن — وکیل خضر منم عمر جاودان نذر است

تصرفِ عجبے کرد در مزاجش غیر — عجب نیست کہ غیرت مزاج گو[1] شدہ است

نیاز مود کہ زورِ غرور تا چند است — اگر حریف ضرور است عجز ما اینجاست

کہ دید است این چنین صیاد قدرت آن مروّت — کہ زخمِ فربہ از نخچیر لاغر بر نگرداند

خصم گو صبر مرا عجز تصور میکن — نیستم مرد عداوت بمحبت سوگند

بجلدی چون نگاہے تیز بینان قاصدے خواہم — نشستن بر سرِ راہِ صبا از من نمی آید

بہ تمکین گاہِ عرضِ حال کوہِ آہنی بودم — چہ دانستم حیا در عشوۂ سیماب می اندازد

خموشی نفعہا دارد سخن پرداز می داند — نختین اینکہ ساکت ہیچگہ ملزم نمی گردد

اگرچہ یاد مرا رخصتِ نشستن نیست — ہمین بس است کہ بر خاطرش گذر دارد

زحد بُرد است چشمِ اشکبارم قرعہ غلطانی — نمی دانم شکیبم از سفر کے باز می آید

سعی فرمائے کہ سیماب شوی از تفِ شوق — کہ اگر کشتہ شوی قدر تو افزون گردد

بُرد باران کوہ را از کاہ کمتر می نہند — ناتوانان اند لیکن در سخن برداشتن

ذوقی است پادشاہِ اقلیمِ دوستی — خواہم کہ یک دو روز تو باشی بجای من

تیغِ تو نمی داشت اگر آبِ مُروّت — خون چو منے را کہ رساندے بہ بہائے

فلک گویا تلاشِ منصبِ مشاطگی دارد — وگرنہ چیست از خورشید و مہ آئینہ گردانی

[1] مزاج گو۔ کسے کہ موافق مزاج کسے سخن گوید (فرہنگ رشیدی جلد دوم صفحہ ۲۲۳ مطبوعہ کلکتہ سنہ ۱۸۷۲ع)۔

کدام جورِ تو از لطف دلنشین تر نیست　　　چہ احتیاج کہ تشویش انتخاب کشی

شیخ فیضی در عریضۂ[1] خود از احمد نگر بہ اکبر بادشاہ بر می نگارد کہ :-

"مولانا ظہوری نقل کرد کہ روزے در باغ یکے از شرفاء مکہ معظمہ مجمعے بود - اقسام"
"مردم برکنار حوض نشستہ صحبتے مے داشتند - بہ تقریبے یکے از اہالی ماوراء النہر گفت"
"کہ فردا چہار یار بر چہار گوشۂ حوض کوثر نشستہ آب بمومنان خواہند داد محمود صباغ"
"نیشاپوری برخاستہ گفت - نامعقول مگوئید حوض کوثر مدور است وساقیش علی مرتضی"
"دگریخت"-

راقم الحروف گوید چون تقریب حوض کوثر درمیان آمد - رشحۂ فائدہ از سحاب قلم می تراود کہ حوض کوثر مربع است - شیخ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالی در کتاب "البدور السافرہ" می آرد اَخرَجَ اَحمَدُ وَالبزَّار عَن جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ اَنَا عَلَی الحَوضِ اَنظُرُ مَن یَّرِدُ عَلَیَّ وَالحَوضُ مَسِیرَۃُ شَھرٍ وَّ زَوَایَاہُ عَلَی السَّوِیَّۃِ یَعنِی عَرضُہٗ مِثلُ طُولِہٖ

(۱۳) زکی ہمدانی

زکی الخلق ذکی الطبع بود - وگوئے غزل گوئی از اقران می ربود - قوت مدرکہ بلند داشت - و با ملا شکوہی در خدمت میرزا ابراہیم ہمدانی درس می خواند - میرزا طاہر نصیر آبادی انتقال او در سنہ ثلثین و الف (۱۰۳۰) نوشتہ و ناظم تبریزی گوید" وفات او در سنہ ہزار و بیست و پنج (۱۰۲۵) واقع شد -

داد و ساز سخن باین قانون می نوازد ؎

ستمکشانِ محبت دم از فغان بستند　　　گرہ ز جبہہ کشادند و بر زبان بستند

---

[1] دربار اکبری صفحہ ۱۴۴ مطبوعہ لاہور ۱۸۹۸ء -

ترا بہ نکہتِ پیراہنے مضایقہ نیست ولے بہ طالعِ ما راہ کاروان بستند

گر دل از عرض تمنا بمرادے نرسید این قدر شد کہ ترا بر سرِ ناز آوردم

(۱۴) فرقتی - ابوتراب جوشقانی

جوشقانی المولد - کاشانی المنشأ - از قافیہ سنجان عتبہ شاہ عباس ماضی بود - وگوی سخن از ہمد استانان می ربود -

واو قطعۂ بنظم آوردہ پیش صادقی بیگ نقاش بہ اصفہان فرستاد - والتماس تخلص کرد - صادقی بیگ قطعۂ در جواب نوشت - وچہار تخلص تجویز نمود - از انہا فرقتی پسندش اُفتاد - ازان چہار تخلص یکے کلیم بود - گفتند چرا کلیم تخلص نمی کنی - گفت نخواہم کہ ظرفا گلیم جوشقانی خوانند

ارتحال او در سنہ ست وعشرین والف (۱۰۲۶) اتفاق اُفتاد نہال کلکش این نوع ثمر می افشاند ؎

مجنونِ ترا عار ز عریانی تن نیست پروانۂ پرسوختہ محتاجِ کفن نیست

چہ شد اگر مژہ برہم نمی توانم زد کہ لب بلب نرسیداست ہیچ دریا را

خون تراوش می کند از چاکہای سینہ ام طفلِ اشکم باز گم کرداست راہِ خانہ را

بچو جادوئے کہ از بہرِ فسون لبہا بجنباند بہ افسونم زند چشمت بہم ہر لحظہ مژگان را

(۱۵) فغفور - محمد حسین

از سادات لاہیجان - ودر فن طبابت وشعر وخوشنویسی ممتازِ زمان بود - در ایران رسمی تخلص می کرد - وبعد وصول ہند فغفور تخلص برگزید - بلے شاہ مصوران کشور فصاحت است - وخسرو نقش طراز انِ قلم وکتابت -

دراواخر ایام زندگانی ملازم شہزادۂ **پرویز بن جہانگیر بادشاہ** شد و اشعار خود را بمدحت او موشح ساخت۔

و در بلدۂ **الہ آباد** سنہ ثمان و عشرین و الف (۱۰۲۸) جبینی حیاتش بر سنگ فنا افتاد۔

دیوانش قریب چہار ہزار بیت نوشتہ اند۔ نقاش فکرش باین حسن تصاویر می کشد ؎

فلک امشب بکام رند دُرد آشام می گردد ۔۔۔ عسس گو خواب راحت کن کہ امشب جام می گردد

درعشق چو ستایۂ تسبیح شماران ۔۔۔ صد عقدہ بہ پیش آمد و از راہ نگشتم

سر شوریدہ بسامان نتوان باز آورد ۔۔۔ این نہ دستار پریشانست کہ از سر بندید

این قوم خود نما کہ نہ بینند عیب خویش ۔۔۔ آئینہ کاش در گرد نوتیا کنند

می رسد نازت از ان چشم کہ چون غنچۂ گل ۔۔۔ سر مژگانِ تو از طرف کلہ می گزرد

ملاحت تو گواہ است و شور بختی من ۔۔۔ کہ بے نمک نسرشتند خاکِ آدم را

(۱۶) نظام میر نظام دست غیبی شیرازی

نسق ملک سخن طرازی است۔ و نظام قلم و نکتہ پردازی۔ در عمر ۳۵ سالگی دنیائی پنج روزہ را وداع کرد۔ و این سانحہ در سنہ تسع و عشرین و الف (۱۰۲۹) واقع شد۔ خوابگاہش **حافظیۂ** شیراز۔

سحاب کلکش باین آبداری گوہر می افشاند ؎

دلم را عشق گرداند بگرد چشم پر کارش ۔۔۔ چو آن مرغے کہ گرداند کسے برگرد بیمارش

ز دنیا یکسر موغم نباشد اہل دنیا را ۔۔۔ کہ دلگیری نباشد در قفس مرغانِ دیبا را

گر فلک با من ہم آغوشش نماید دور نیست ۔۔۔ باغبان بر چوب بندد گلبنِ نوخیز را

چشم چون بر عشوہ کرد اول بسوے خویش دید | بادۂ خود خورد ساقی ساغرِ لبریز را
دل کہ افسردہ شد از سینہ بدر باید کرد | مردہ ہرچند عزیز است نگہ نتوان داشت
من آن مرغم کہ باشد آشیانم سایۂ برگے | تواند جنبش بادے مرا بے خانمان کردن ۔

(۱۷) مرشد۔ مُلّا مرشد یزد جردی

مرشد سالکان جادہ سخن است۔ وصاحب تلقینِ مرتاضان این والافن از وطن خود رہگراے ہند شُد۔ چون بقندھار رسید۔ جاذبۂ التفاتِ میرزا غازی وقاری عقال پائے اوگردید ددران عتبہ کرسی نشینِ عزّت گشت۔ و مرشد خان خطاب یافت۔ بعد فوت میرزا غازی خود را بہ ہند کشید۔ پوشیدہ نماند کہ وارد شدن مُرشد از ولایت خود بقندھار و رحل اقامت افگندن در سایۂ عاطفت میرزا غازی ہفدہ سال بیش ازین ہنگامے کہ تحریر ید بیضا درمیان بود۔ در تذکرۂ مشاہدہ اُفتاد۔ تعیین تذکرہ از خزانۂ حافظ برآمد۔
و میر تقی اوحدی صفاہانی صاحب تذکرۂ عرفات گوید ملخص کلامش اینکہ:-

"مرشد وقتیکہ از یزدجرد بہ صفاہان آمد بندہ بخدمت ایشان مکرر رسیدم۔ ازانجا"
"بشیراز رفتہ۔ مدتے سیر کرد۔ چون بملک سندھ اُفتاد۔ صحبت او با میرزا غازی برآمد"
"و ترقیات نمود۔ و مرشد خان خطاب یافت۔ و چون میرزا غازی جرعہ شہادت چشید۔"
"ارادۂ درگاہ جہانگیر بادشاہ نمود۔ درا ثنائے تحریر این مقالات بہ آگرہ آمد۔ چند روز اُو"
"دریافتم۔ پس در اجمیر رفتہ بہ اردوے جہانگیری واصل شد و بملازمت سلطانی مشرف"
"گردید و الحال با مہابت خان می باشد۔"

وہمچنین میر تقی در ترجمہ طالب آملی کہ با او ہم ملاقاتہا دارد می نویسد کہ:-

"وقتیکہ از ایران عزم ہند کرد در سندھ بخدمت میرزا غازی قیام نمود۔"

برخال وخط شناسان چهرۂ تاریخ هویدا است که میرزا جانی والی ننته پدر میرزا غازی در سنه احدی و الف (۱۰۰۱) ناصیۂ بخت بملازمت اکبر پادشاہ[1] برافروخت- و میرزا غازی در ننته ماند- اکبر پادشاہ ننته را به میرزا جانی ارزانی داشت- و نیابت به میرزا غازی عنایت شد و چون میرزا جانی در برہان پور در سنه ثمان و الف (۱۰۰۸) جان بجهان آفرین سپرد- پادشاہ میرزا غازی را مشمول عواطف داشته ولایت سندھ را باآئے او باز گذاشت- و در سنه احدی عشر و الف (۱۰۱۱) سعید خان چغتا بانتزاع سندھ مامور شد میرزا غازی حلقۂ انقیاد در گوش کشید- و تا بھکر رسم باستقبال بجا آوردہ سعید خان را دریافت- و بہمراہی او خود را بدرگاہ اکبری رسانید- ہمت خسروانی برحمت بحالی ملک سندھ رنگ رفتۂ او را بحالت اصلی آورد- و در عہد جہانگیری صوبۂ ملتان در اقطاع او اضافه شد- آخر بصوبه داری قندھار سرمایۂ افتخار اندوخت- و ہمانجا در عمر بیست و پنج سالگی سنه احدی و عشرین و الف (۱۰۲۱) پیمانۂ حیات او لبریز گردید-

میرزا غازی بعد از آنکه از سندھ بهند خرامید- باز به سندھ نرفت- پس ملاقات مرشد و طالب با میرزا غازی در سندھ بقول میر تقی در عہد اکبری بودہ باشد- و الله اعلم

مخفی نماند که تذکرۂ میر تقی صفاہانی بعد تبییض این جریدہ بنظر رسید اسامی شعراء ترتیب حروف تہجی مے کرد- عجب صلاے عامے در دادہ- و به ادنی موزونے که پے بردہ چه قدیم چه جدید در مہمان خانه خود تکلیف نمودہ و به از تذکرۂ میر تقی کاشی است- تذکرۂ صفاہانی نسخۂ ناقص از حرف الضّاد تا

[1] ماثر الامرا جلد سوم صفحه ۳۴۵-

حرف الیاء بدست آمد و چند جا ضرورۃً بعضے مطالب الحاق نمودہ شد۔

مرشد در سنہ ثلثین و الف (۱۰۳۰) از لباس عنصری بر آمد منتخبے از دیوان او محتوی بر اقسام شعر بنظر در آمد۔ زبان خوبے دارد و سخن بقدرت می گوید۔ قصاید و مثنویات او بہ از غزل است و ساقی نامہ مختصرے نشہ آور از میخانۂ فکرش تراویدہ مطلعش این است ؎

بہار است و دل مست و من در خمار | خوشا جام مے خاصہ از دستِ یار
گیرم کہ روزِ حشر سر از خاک بر کنم | آن دیدہ کو کہ جانبِ قاتل نظر کنم
من آن مرغم کہ گر یاری نماید بخت ناسازم | بود تا گوشۂ بامِ قفس معراجِ پروازم
طرۂ دلبر نیم تا کے پریشان زیستن | چشمِ عاشق نیستم تا چند حیران زیستن
کاش اجزای وجودم بگسلد از یکدگر | تا دو روزے جمع گردم زین پریشان زیستن
بسیار زحد می گزرد گرمی مجلس | دلسوختۂ در پسِ دیوار نباشد
بے سبب مرشد ز طورِ من شکایت میکند | اینقدر آخر نمی داند کہ من دیوانہ ام
جوان زبسکہ شد از فیض ابر عالم پیر | شگوفہ ریزد از شاخ بر سر نخچیر
ہمان برنگ گل افتد بخاک سایۂ گل | زبسکہ لطف ہوا کرد در زمین تاثیر
ہوا چنان برطوبت کہ از زبان تا گوش | ہزار جا بزند ریشہ نالۂ شبگیر
چنان ز لطف ہوا گشت طبع آتش تیز | کہ شعلہ چون می گلرنگ بگذرد ز حریر

رباعی

راہے پیشم بسے نشیب است و فراز | کز انجامش خبر ندارد آغاز
چون نالۂ عاشقان پست و بلند | چون وعدۂ وصل گلرخان دور و دراز

(۱۸) زلالی خوانساری

در اختراع تازگی عبارات و نازکی اشارات بے نظیر افتادہ و بایجاد سبعۂ

سیارهٔ سپهر بلند خیالی را رونقے دیگر دادہ۔

عمدۂ مثنویات او "محمود و ایاز" است کہ مصنف اکثر اوقاتِ خود را صرفِ این کتاب ساختہ۔ سال آغازش کہ احدی و الف (۱۰۰۱) باشد این بیت تصریح مینماید ؎

در استفتاح این منشور نامی | بجو تاریخ نظمش از نظامی ۱۰۰۱ھ

و تاریخ اختتامش کہ سنہ اربع و عشرین و الف (۱۰۲۴) باشد این مصرع افادہ میکند ؎

الٰہی عاقبت محمود باشد ۱۰۲۴ھ

اما ترتیب نادادہ ورق حیات گردانید۔ شیخ عبدالحسین داماد شیخ علی نقی کمرہ در ہندوستان نسخ متعددہ فراہم آوردہ بہ تقدیم و تاخیر و طرح ابیات فی الجملہ ربطے داد۔ و ملا طغرائی مشہدی دیباچۂ نثر بہ تحریر آورد۔

و فوت زلالی در سنہ احدی و ثلثین و الف (۱۰۳۱) واقع شد مصرع[۱]

"از جہان رفت زلالی بجنان" تاریخ یافتہ اند۔

از محمود و ایاز است ؎

مئے کز وے خرد بے برگ گردد | غم از یک جرعہ شادی مرگ گردد
جنون یک قطرہ از لائے خمِ او | سرِ بیہوشی و پائے خمِ او

(۱۹) نقی۔ شیخ علی نقی

از شعراء معمورۂ کمرہ و مروج نقود سرہ است۔ در آغاز سن وقوف بجد تمام بکسب علوم پرداخت۔ و در معقولات و منقولات از اکفاء و اقران مستثنیٰ بر آمد و اکثر ناوک فکر بصید معانی می انداخت۔ و وحشیان خیال را در دام عبارت بند می ساخت۔ دیوانش مشتمل قصائد و غزلیات و دیگر جنس شعر بنظر در آمد۔ قصائد

---

[۱] ازین مصرع تاریخ مطلوب بر نمے آید۔

غادارد۔ وبیشتر شاگسنر حاتم بیگ اعتماد الدّولہ است۔ و درصلۂ قصیدہ دالیہ که در مدح اعتماد الدّولہ گفتہ مبلغ خطیر سالیانہ مقرر گردید۔ و بعد فوت شیخ ہم چند سال آن وجہ بہ متعلقانِ شیخ می رسید۔ مطلع قصیدہ مذکور این است ؎

اہل صورت کہ بجمعیت صوری شادند | فارغ از تفرقۂ معنوی اضدادند

رحلت شیخ در سنہ احدی وثلثین والف (۱۰۳۱) اتفاق اُفتاد۔ این چند بیت از دیوانش فرا گرفتہ شد ؎

چندان دلم بپرسشِ چشمِ تو شاد نیست | دانم کہ بر تواضعِ مست اعتماد نیست

کشد چو سوئے چمن بے قدتت ملال مرا | گزد چو مار سیہ سایۂ نہال مرا

کم کُن شرابِ لطف کہ پر شد ایاغ ما | روغن چنان مریز کہ میرد چراغ ما

کردی سفید چشم نقی را از انتظار | این بود پنبۂ کہ نہادی بداغ ما

بہنگامِ وداعش می کنم نو عہد دیرین را | چو بیمارے کہ وقتِ مرگ ایمان تازہ میسازد

عاشقان نامی بعجز و ناتوانی داشتند | کوہکن آخر بزور این قوم را بدنام کرد

نقی در گریہ آور د اضطرابِ عشق جانان را | کہ زورِ آتشِ سوزندہ آب از چوب تر گیرد

من کشتۂ آن چشم کہ در عین تکبّر | باہمچو منے در صددِ ناز درآید

رفتی وخموشم کہ در آغاز مصیبت | ماتم زدہ یکچند بشیون نبرد راہ

نقد دل دزدی و آنگاہ بتقریب حیا | سر بہ پیش افگنی و چشم ببالا نکنی

نیست در عشق دلِ شاد شنیدی کہ چہ بُد | پادشاہی زغلامی بدری از پسری

وای بر جان خلائق اگر آرند بحشر | عوضِ روز قیامت شب تنہائی را

(۲۰) طالب آملی

برادر خالہ زادۂ حکیم رکنا کاشی بود۔ جویای معانی بلند است وغواص لآلی دلپسند

میرزا صائب گوید؎

بطرز تازہ قسم یاد می کنم صائب — کہ جائے طالبِ آمل در اصفہان پیداست

در ریعانِ شباب از ولایت خود بر آمدہ بہ نز ہنکدۂ ہند خرامید چون میرزا غازی وقاری از پیشگاہ جہانگیر پادشاہ بصوبہ داری قندھار مامور گردید۔ ونقد کمیاب قدردانی اہل کمال را رواج داد۔ طالبا خود را بآستان میرزا غازی کشید۔ و بہ التفات فراوان اختصاص یافت طالبا قصیدۂ طولانی در مدح میرزا غازی می طرازد۔ ودران قصیدۂ رفتنِ خود از ہند پیش میرزا مفصل بیان می نماید۔ از انجاست این بیت؎

عنایاتِ شوق تو شُد ورنہ کے دِل — زدے فال رجعت ز ہندوستانم

وبعد رحلت میرزا غازی کرت ثانی بہ گلگشت ہند شتافت وایامے با عبداللہ خان بہادر فیروز جنگ ناظم گجرات بسر بُرد۔ آخر باعتصام ذیل جہانگیری قوی پایہ شدو درسنہ ثمان وعشرین والف (۱۰۲۸) بخطاب ملک الشعرائی بلند نامی اندوخت ودرہمین سال ابوطالب کلیم ہمدانی از ہندوستان بعراق عجم معاودت نمود۔ طالب آملی در مدح جہانگیر بادشاہ و اعتماد الدولہ وزیر و نور جہان بیگم قصائد غرا دارد۔

وستی النّسا خانم ہمشیرۂ طالباست ستی النسا خانم درعہد صاحبقران ثانی شاہجہان مدار المہام محل پادشاہی بود۔ وشوہرش نصیرا برادر حکیم رُکنا کاشی در ہندوستان رخت ہستی بربست۔ چون فرزندے نداشت ستی النسا خانم دو دختر کہ از طالبا ماندہ بود بہ فرزندی برگرفت۔ کلاں را بعقل ازدواج عاقل خان وخورد را بحبالۂ نکاح حکیم ضیاءُ الدین مخاطب بہ رحمت خاں کہ پسر حکیم قطبا برادر دیگر حکیم رُکناست در آورد۔

ستی النسا خانم در ذی الحجه سنه ست وخمسین والف (۱۰۵۶) بساط زندگانی درنوردید۔

طالبا در اوائل مُهردار اعتماد الدوله بود آخر مستعفی شد و قطعۂ اعتذاری بنظم آورده۔ از انست ؎

دو صنف اند اہلِ طبیعت که ہرگز — ندارند باہم سرِ سازگاری
یکے را فرومایگی کرد شاعر — یکے را بزرگی و عالی وتباری
من آن شاعرم شکر للّٰہ که دارم — زبختِ بلندِ تو اُمیدواری
که گر دہر یاقوت یکدانه گردد — در و بینم از چشم نا اعتباری
به گلزارِ معنی ہزارِ فصیحم — بمنصب چه شد نیستم گر ہزاری
چو مہرِ تو دارم چه حاجت بمُہرم — مرا مہرداری به از مُہرداری

طالبا در مدح قلیج خان ناظم لاہور قصیدۂ ہشتاد و چہار بیت در یک شب فکر کرد و بآن می نازد و می گوید ؎

منم که نیست چو من شاعرے زاہلِ سخن — منم که نیست چو من قائلے زاہلِ کلام
گواہ این دو سه معنی ہمین قصیده بس است — که یافت از سرِ شب تا سپیدهٔ دم اتمام

اما میرزا صائب اشہب فکر از طالبا نیز تر راند۔ وہنگامِ ورودِ برہان پور قصیدۂ شصت و یک بیت در یک چاشت در مدح ظفر خان بنظم آورد و درآنجا مے فرمائد ؎

ہزار حیف که عرفی و نوعی و سنجر — نبند جمع بدار العیار برہان پور
که قوتِ سخن و لطف طبع مے دیدند — نمی شدند بطبعِ بلند خود مغرور
ہمین قصیده که یک چاشت روی داد مرا — زاہل نظم که گفت است در سنین و شہور

اگرچه طالبا را بیست و سه بیت افزون است۔ اما افزونی ابیاتِ طالبا با وسعت

وقت کم است - وکمی ابیات مرزا باتنگی فرصت افزون - واین معنی از تقسیم ابیات بر ساعات واضح می شود -

آمدم برین کہ نسبت بجناب مرزا صائب بے ادبی نمی توان کرد - امّا این ہمہ تفاخر از طالب آملی نامنظور است - چہ شوکت قصیدۂ قریب صد بیت در مدح میرزا سعد الدین در عرض چہار ساعت نجومی انشا نمود - ومطلقاً لب باظہار کمال نکشود مطلعِ قصیدہ این است ؎

بسکہ جوشد شعلہ حل کردہ از مینائے من　　شیشہ را فوارۂ آتش کند صہبائے من

و در آخر قصیدہ می گوید ؎

شب کہ گردیدم ہم آغوشِ پریزادِ خیال　　چار ساعت در گذار شام دیو آسای من

این ہمہ اطفال معنی را کہ افکار من اند　　زاد کلک مریم آسای مسیحا زای من

طالبا در عین جوانی از زیبا خلعتِ زندگانی برآمد این واقعہ در سنہ ست و ثلثین والف (۱۰۳۶) پیش از فوت جہانگیر پادشاہ بیک سال رو داد -

دیوان قصائد و غزلیات و رباعیات طالبا در وقت تحریر - بدست آمد فرصت دفا نکرد کہ بانتخاب پرداختہ شود - گل چند از گلستانش حوالۂ دست قلم می شود ؎

گر من بجائے جوہر آئینہ بودمے　　بے رو نما ترا بتو کے می نمودمے

من کیم کز شرم قتل من سر انداز د بپیش　　ہیکلِ خونم گرانی می کند بر گردنش

بے نیازانہ ز ارباب کرم مے گزرم　　چون سیہ چشم کہ بر سرمہ فروشان گزرد

ملایمت کن و فارغ شو از ملامتِ خلق　　کہ نخل موم ز آسیبِ تیشہ آزاد است

دشنامِ خلق راند ہم جز دعا جواب　　ابرم کہ تلخ گیرم و شیرین عوض دہم

سبک چنین کہ بگلگونِ می سوار شدم　　امید ہست کہ رنگ پریدہ را گیرم

خانۂ شرع خراب است کہ ارباب صلاح　　در عمارتگری گنبد دستار خود اند

مزۂ در جہان نے بینم	دہر گوئی دہانِ بیمار است

(۲۱) شفائی اصفہانی

اسمش شرف الدین حسین است۔ پدرش حکیم ملا طبیبے حاذق بود۔ مشارٌ الیہ مراحل کسب علوم بسرعت نوردید۔ و حکمت نظری را بیشتر ورزید۔ و مدتے مشق طبابت کرد۔ قرابادین او مشہور است۔ و عمرہا در نسخہ نویسی شعر اُفتاد و بمعاجین افکار دماغہا را تقویت بخشید۔ مرزا صائب فرماید ؎

دراصفہان کہ بدردِ سخن رسد صائب	کنون کہ نبض شناس سخن شفائی نیست

حکیم نزد شاہ عباس ماضی بافزونی قرب و منزلت امتیاز داشت تا بحدے کہ روزے در عرض راہ شاہ را برخورد۔ شاہ خواست کہ از اسپ فرود آید حکیم مانع آمد اما امرا ہمہ پیادہ شدند تا حکیم گذشت۔

ہجو بر مزاجش غالب آمد۔ میر باقر داماد میگفت "شاعری فضیلتِ شفائی را پوشید۔ و ہجا شعر او را پنہان ساخت" لیکن در پایان عمر ازین امر نا ملائم بتوبہ موفق گردید۔

فوتش در رمضان سنہ سبع وثلثین والف (۱۰۳۷) اتفاق اُفتاد۔

زادۂ طبعش دیوان جد و ہزل و چند مثنوی است مثل "دیدۂ بیدار" و "نمکدان حقیقت" و "مہر و محبت" این ابیات از دیوانش ماخوذ شد ؎

در دل در آتفرجِ گلہای داغ کن	ازخانہ چون ملول شوی سیر باغ کن
خویش را بر قلب غم آخر دلِ بیتاب زد	این کتانِ پارہ کوس خصمی مہتاب زد
حاکمے نوکو کہ بر درگاہ او دادی کنیم	مشتِ خونے بر جبینِ ظالیم و فریادے کنیم
از زبانِ خنجر کین پرسشِ دلہا مکن	عالمے را طعمۂ شمشیر استغنا مکن

ای در آغوشِ ملک پرورده بدخوئی مکن | شکرستان زیرِ لب داری ترش روی مکن

بخود غمِ تو نگویم که بیمِ رسوائی است | نهان کنم ز خیالت که یار هرجائی است

به انتقام ابد آشتی میسر نیست | ز بسکه خوے تو بر یک گناه مے پیچد

نوبهارے که دلی نشگفد از پهلوی او | جاے آنست که پهلوی خزان بنشیند

دامنِ دیده نگهدار که در مذهبِ ما | دل چو شد کشته دیت از مژهٔ تر گیرند

یک لحظه نپرداخت مرا داورِ محشر | این شکوهٔ جانسوز بحشرِ دگر افتاد

خدا عشقِ مرا از ننگِ رسوائی نگهدارد | که بدبیتابی بپیرامنِ این راز می گردد

گر نقدِ جان بهاے وصالت نمی شود | از قاصدِ تو ذوقِ خبر می توان گرفت

آن دل که نامزد بوفاے تو کرده ام | کارے مکن که عربده جوئے دگر شود

تپِ غم دیده را دلسوزیِ شکر زبان دارد | تبسم را مکن شیرین که می ترسم بجان افتم

ز هر بیداد هم به بزمِ امتحان کم کم مریز | هرچه داری بر سرم هم ریز تا یکجا کشم

پے شکستنِ پیمان همین بس است تلافی | که بهرِ تازگیِ عهد داده دست بدستم

مرا قیمت به پنهان دیدنی کردی خوشنودم | که بوی غیرتی می آید از ارزان بها کردن

(۲۲) قاسم-قاسم خان جوینی

قاسم مائدهٔ فصاحت است- و ناظم جواهر بلاغت- منیجه بیگم خواهر اعیانی نورجهان بیگم درحبالهٔ عقد قاسم خان بود- و به علاقهٔ سلفیت جهانگیر بادشاه به پایهٔ امارت و رتبهٔ مصاحبت سر برافراخت- و به قاسم خان منیجه مشهور گردید[۱] در اواخر عهد جهانگیری بحکومت صوبه اکبرآباد و حراست قلعه آن مصر مے پرداخت و در آغاز دولت شاهجهانی به منصب پنجهزاری پنج هزار سوار و ایالت

[۱] مآثر الامرا جلد ۳- صفحه ۷۹ مطبوعه کلکته-

صوبۂ بنگالہ امتیاز یافت۔

ودر سنہ اثنتین و اربعین والف (۱۰۴۲) بعد فتح ہوگلی بندر کہ از بنادر عمدۂ بنگالہ است۔ بفاصلۂ سہ روز باجل طبیعی درگزشت۔ امیرے خیر مستجمع کرائم اخلاق بود در نماز تہجد تقید داشت۔ وہر سال دو لک روپیہ بہ مستحقان می رسانید

رایت سخن باین شکوہ می افرازد ؎

زبس شکستہ دلم لب بخندہ وا نکنم | نمونۂ جرس بیدلم صدا نہ کنم
خون خوردہ ایم تا لب غماز بستہ ایم | راہ از ہجوم گریہ بر آواز بستہ ایم

(۲۳) شوقی میر محمد حسین

از سادات ساوہ است۔ وطراح سخن با حلاوہ۔ میرزا صائب کلام اورا تضمین میکند و می گوید ؎

جواب آن غزل است اینکہ میر شوقی گفت | چو شیر از دو طرف می کشند زنجیرم

از ولایت خود بکشور ہند آمد وبشمول عواطف اعتماد الدولہ طہرانی جہانگیری گردید۔ بعد چندے سدۂ جہانگیر بادشاہ لازم گرفت۔ وبہ تقصیرے مورد عتاب شدہ در حبس اُفتاد۔ وبتوجہ قاسم خان جوینی از قید رہائی یافت و مُدتے با او بسر بُرد۔ آخر بولایت ایران معاودت نمود و ہمانجا درگذشت۔

طلائے سخن باین چاشنی از معدن بیرون می آرد ؎

درعشق ہر کجا کہ بلندی است پست ماست | فیروزۂ حبابی گردون بدست ماست
نتوان عربدہ با چشم تو کردن آرے | بتواضع گزرانند زخود مستان را

(۲۴) فتحی اردستانی

فاتح ابواب خیال بندی است۔ وحرف شناس قفل ابجد مشکل پسندی۔ مرزا

صائب سخن او را تضمین می کند و می فرماید ؎

این جواب آن غزل صائب که فتحی گفته است ‌‌‌‌‌‌ ‌‌‌‌ از فراموشان مبادا آن کسی کی ما را یاد کرد

فی الجملہ تحصیل کردہ بود۔ و در کمال ملایمت و نہایت پاکیزگی زندگانی میکرد۔ وفات

او در سنہ خمس و اربعین و الف (۱۰۴۵) واقع شد

گوہر سخن چنین در سلکِ نظم می کشد ؎

ہزار نکتہ بمن گفت چشم غمازش ‌‌‌‌ ‌‌‌‌ چو سرمہ خوردہ کہ بیرون نیاید آوازش

بدیدہ اشک شود رہنمون دلِ ما را ‌‌‌‌ ‌‌‌‌ ستارہ شمع بود رہروانِ دریا را

(۲۵) فصیحی

از اعیان سادات ہرات۔ و آئینۂ نقش پذیر حُسنِ صفات بود۔

خوانندۂ افسون فصاحت۔ نوازندۂ قانون بلاغت۔ میرزا جلال اسیر گوید ؎

آنانکہ مستِ فیضِ بہار اند چون اسیر ‌‌‌‌ ‌‌‌‌ تہ جرعۂ ز جام فصیحی کشیدہ اند

ابتداء حال در خدمت حسن خان بن حسین خان حاکم ہرات عظیم تقرب داشت۔ و تخم مدحت پدر و پسر فراوان در سرزمین سخن کاشت دران ایام ورود حکیم شفائی بہ ہرات اتفاق اُفتاد۔ و در مجلس حسن خان با میرزا فصیحی ملاقات دست داد۔ و مشاعرۂ ایشان بمنازعہ انجامید۔ خان طرف فصیحی گرفت۔ شفائی از ہرات برآمدہ فصیحی را ہجو کرد فصیحی در دیوان بلند حوصلگی را کار فرمود و اصلاً ملتفت جواب نشد ہجو فصیحی در دیوانِ شفائی بنظر در آمد دل نخواست کہ زبانِ قلم بکلمات رکیک آشنا شود۔

میر تقی اوحدی صفاہانی گوید:۔ چند نوبت عزم ہند کرد مانع او شدند چون ماہچۂ لوائی شاہ عباس ماضی در سنہ احدی و ثلثین و الف (۱۰۳۱) سواد افروزِ ہرات گردید۔ میرزا فصیحی باریاب ملازمت گشت۔ و صحبت او دلنشین شاہ اُفتاد۔ و بعنایات

فراوان مخصوص گردانید۔ وہمراہ خود بعراق عجم و مازندران برد۔ از فروغ تربیت گوہر اورا جلائے بخشید"۔

دیوان فصیحی بنظر درآمد۔ خوش محاورہ است۔ امّا مضمون تازہ بندرت دارد۔ این چند بیت ازو التقاط یافت ؎

زبون درد پریشان زلف یار شدم ۔۔۔ نہ صید دوست کہ صید دلِ فگار شدم

رمز بیت خطِ دوست کہ چون بخت سر آید ۔۔۔ آبِ سیہ از چشمۂ خورشید بر آید

تو تماشا مکن آئینہ کہ حیران نشوی ۔۔۔ زلف بر خویش میفشان کہ پریشان نشوی

لبے کز ناز کی بار تبسم بر نمے تابد ۔۔۔ بخون علطم کہ امروزش بدشنام آشنا کردم

رتبۂ حسن بلند است چہ حاجت بہ نقاب ۔۔۔ بہر منعِ نگہی کز مژہ کوتاہ تر است

ہزار بار قسم خوردہ ام کہ نام ترا ۔۔۔ بلب نیاورم اما قسم بنام تو بود

خویش را بر نوکِ مژگانِ ستم کیشان زدیم ۔۔۔ آن قدر زخمے کہ دل میخواست در پیکان نبود

ما زہر قاتلیم فصیحی نہ شہدِ ناب ۔۔۔ مردِ طبا نچہ خوردنِ بال مگس نہیم

خارِ ترم کہ تازہ ز باغم بریدہ اند ۔۔۔ محرومِ بوستانم و مردودِ آتشم

نوبہار البشمیم گلِ عیشم مفریب ۔۔۔ کہ من این نالۂ زار از دلِ خرم دارم

مختصر دستی کہ مارا بود صرفِ جام شد ۔۔۔ گر خدا روزی کند دست دگر بر سر زنم

خاک آن کوی فصیحی ز جبین رنجہ مکن ۔۔۔ از مہ و مہر بیاموز جبین سائی را

(۲۶) شاپور طہرانی

پدرش خواجگی برادر حقیقی میرزا محمد شریف ہجری پدر اعتماد الدولہ جہانگیری است شاپور فریبی ہم تخلص میکرد۔ قصائد دلفریب دارد و غزلہائے دیوان زیب مرزا صائب کلام اورا تضمین می کند و می فرماید ؎

صائب این تازه غزل آن غزل شاپور است | که گران می رود آنکس که توکل دارد

کلیات شاپور بنظر در آمد قصیده نسبت دیگر اقسام شعر خوبتر می گوید و داد رقت و نزاکت می دهد - چون قاعدهٔ اغلب این جریدهٔ ذکر ابیات غزل است چند بیت از غزلیات او جدا نموده شده

به شوخی تو سوارے بصدر زین ننشست | تو تا سوار شدی فتنه بر زمین ننشست

گرچه در حاشیهٔ بزم تو داخل باشم | رو خراشیده تر از صفحهٔ باطل باشم

نه گل چیدم ازین بستان نه نام یاسمن بردم | دلے پر درد از غوغاے مرغان چمن بردم

در رهِ یارے کز و ممنونِ یاری نیستم | گرچه خود را گشته ام بے شرمساری نیستم

بے می سرِ تیمارِ دلِ ریش ندارم | تا مست نگردم خبر از خویش ندارم

نازک دلم چو کاسهٔ چینی خدائے را | انگشت بر لبم نزنی کز فغان پُر است

قدرِ من پست از بلندیہاے استغنای اوست | ورنه دیوارِ من از دیوارِ کس کوتاه نیست

مأو نگاه دور که رندانِ پاکباز | بر سرِ نیزه زنند گلے را که بو کنند

سینه بر خنجرِ او زن که شهادت اینجا | ناقص است ار مددِ کشته به قاتل نرسد

چو ابرم از پےِ رفعِ کدورت گریه می آید | اگر بر خاطرِ بادِ صبا بینم غبارِ خود

میرود رقص کنان بر دمِ تیغے شاپور | دامنش را بگذارید که کارے دارد

گو صبا بهرِ تلافی بسرِ کشتهٔ خویش | به که این صلح بر نجیدنِ پای نکشد

هر تیر که چون نیشکر از دستِ تو خوردم | تا آهنِ پیکان همگی جزو بدن شد

هیچ جرمے نیست در عالم ز غمازی بتر | عشق معذور است گر منصور را بر دار کرد

عیب پوشِ خود نباشم عیب جوی کس نیم | دردمندم در شکستِ دردمندان نیستم

نعم البدلِ وعدهٔ صد سال وصال است | آن بوسه که نقد از لبِ پیغام گرفتم

کفنے غبارم و عریانی ست کسوت من | نیم عبیر که خود را به پیرهن مالم

روشن نشد ز آتشِ ما چشمِ خانهٔ | همچون چراغِ گور بویرانه سوختیم

فرصتِ عرضِ تمنا کو کہ در ایام وصل | یار مستغنی و من مستغرقِ نظارہ ام

زین سرکہ فروشان نتوان بادہ خریدن | صفرای می از بادۂ خوناب شکستیم

ورقِ ہستیم از ہم بدر انید کہ من | دیدہ ام آنقدر اصلاح کہ باطل شدہ ام

(۲۷) اسیر میرزا جلال بن میرزا مومن شہرستانی

شاعر اد ابند است و موجدِ اندازہاے دلپسند۔ **ابو طالب کلیم گوید ؎**

میرزای ما جلال الدین بس است | از سخن سنجان طلبگار سخن

راستی طبعش استاد من است | کج نہم بر فرق دستارِ سخن

و میرزا صائب سخن او را مکرر تضمین میکند و در مقطعے میگوید ؎

خوشا کسے کہ چو صائب ز صاحبان سخن | تتبعِ سخنِ میرزا جلال کند

اسیر اگرچہ تلمیذ فصیحی ہروی است اما با میرزا صائب اعتقاد تمام دارد۔ و مکرر نغمۂ ستایش می سنجد۔ و جای می گوید ؎

باوجودِ آنکہ استادم فصیحی بودہ است | مصرعِ صائب نو اندیک کتابِ من شود

میرزا از اجلۂ ساداتِ شہرستان صفاہان است و بمصاہرت شاہ عباس ممتاز زمان پیوستہ سرگرم صحبتِ اربابِ کمال بود۔ و بعلو ہمت و سمو فطرت اتصاف داشت۔ اما با گردش جام و شرب مدام آنقدر خوگر شد کہ در عین جوانی بر بستر ناتوانی افتاد۔ و در سنہ تسع و اربعین و الف (۱۰۴۹) غبار ہستی بباد فنا داد۔

دیوانش سیر نمودہ شد۔ غث و سمین دارد۔ و مضامین تازہ کم واقع شدہ این چند رشحہ از خمستانش می چکد ؎

گرچہ آن قیمت ندارد دلِ کہ پامالت شود | صرف آتشبازیِ طفلانِ ہمسالت شود

رخصتِ کشتنم بدہ نرگسِ کم نگاہ را | یا مکن آشنای دل گرمی گاہ گاہ را

بامیدِ کسے نگذاشت بیدادش دلِ ما را　　خدا اجرے دہد در کشتنِ ما قاتلِ ما را

بلب ہردم زشادی شکر این سودا نمی گنجد　　کہ در دامِ تغافل غیرِ صیدِ ما نمی گنجد

پس از عمرے بسویم گر نگاہے کرد جا دارد　　شہیدِ زخمِ شمشیرِ تغافل اجرہا دارد

خطِ یار گرچہ سر زد نگہِ ستمگرش ہست　　چہ غمِ خمار دارد مِی ناز در سرش ہست

بکدام جان بنازد بکدام سر بہ بخشد　　چہ کند کسے بہ یکدل کہ ہزار دلبرش ہست

جولان دل شکاریش از کار بردہ آست　　مستانہ می رود جلوے میتوان گرفت

غیرت روا نداشت کہ تنہا گزارمش　　عمرِ عزیز در قدم نامہ بر گزشت

نہ خوب دانم و نے زشت اینقدر دانم　　کہ ہر چہ ہست بغیر از من انتخابِ من است

گرچہ استغناست ناحق کشتگان را خون بہا　　چشم خوبان را نگاہِ عذر خواہی لازم است

در پریشان کدۂ یاس بود فیض رسا　　سایۂ بید خوش آیندہ شمالے دارد

صبح خندان می شود بر روے تیغ آفتاب　　کاملے باید کہ از تقصیر جاہل بگذرد

بدوستی کہ چو در کوی او غبار شوم　　نسیم را خبر از سرگزشت من مکنید

بگذارید کہ بگذارم و آہے بکشم　　عمرہا سوختہ ام تا نفسے یافتہ ام

گفتم ندہی دل نشنیدی سخنم را　　از آئینہ دیدی چہ قدر ناز کشیدی

دستے کہ برنگیرد از پا فتادہ را　　چون آستینِ خالی است بیکار تا بگردن

رباعی

آگاہی چیست سیر دُنیا کردن　　در مملکتِ وجود سودا کردن

چون مہر سفر کن کہ بود کار زنان　　از سرمۂ سایہ دیدہ بینا کردن

(۲۸) ادائی۔ میر محمد مومن یزدی

کلامش اداہائے خوب دارد۔ و اندازہائے مرغوب۔ در دیار خود متہم بالحاد گردید

ومجال اقامت ندیده رخت بوسعت آباد ہند کشید و در سنہ ثلثین والف (۱۰۳۰)
واردِ دکن شد۔ ودران الکہ مراحل زندگانی بپایان رسانید۔
سیّارات ابیاتش از افق بیان طلوع می کند ؎

بے روی تو روزیکہ رہم برچمن اُفتد دیوار بہ از سایہ کہ برروی من اُفتد
یک دل آزاد درین دامگہِ فانی نیست یوسفے نیست درین مصر کہ زندانی نیست
چاشنی گیر زہر کاسۂ این خوان گشتم خوش نمک تر ز سر انگشتِ پشیمانی نیست

رباعی

این عمر بباد نو بہاران ماند این عیش ببسیل کوہساران ماند
زنہار چنان بزی کہ بعد از مردن انگشت گزیدنی بیاران ماند

(۲۹) سعیدا نقشبند یزدی

نقشبند کارگاہ خوش تلاشی است۔ وصورت آفرین ہیولاے خوش قماشی میرزا
صائب او را بزبان ادب یاد می کند و می گوید ؎

این خوش غزل ز فیض سعیدای نقشبند صائب ز بحر دل تبامّل رسیده است

سعیدا در صفاہان اقامت داشت۔ ونزد اکابرِ وقت معزز و مُحترم می زیست
نقش خیال در پرند عبارت چنین می بافد ؎

کس نیست کہ خارم ز دلِ ریش برارد این خار مگر آتشے از خویش برارد

(۳۰) نظیر مشہدی

نظیر عندلیب بہار است۔ وعدیل طوطی شیرین گفتار۔ در سنہ ثلثین والف
(۱۰۳۰) احرام بیت اللہ بست وبعد از ادراک این سعادت متوجہ ہند گشت۔ و

دراثناء راہ شدائد بسیار کشید و کشتی او شکست۔ بعد محنتِ تمام بہ شہر بیجاپور رسید۔ و در سلک مقربان عادل شاہ انخراط یافت۔

اول نظیری تخلص می کرد۔ باسند عای نظیر نیشاپوری نظیر قرار داد۔ گویند نظیری عوض حرف یا دہ ہزار روپیہ بہ نظیر تسلیم کرد۔ و این سوال وجواب ظاہراً غاغ نجا شدہ باشد۔ زیرا کہ نظیر بعد فوت نظیری بہ ہندوستان رسید واللہ اعلم

نظیر آہوانِ معانی را باین قسم شکار می کند ؎

نگذاشت زسامانِ تنم ضُعف جُدائی — چندانکہ نگاہِ شوم و از مژہ خیزم
در سلسلۂ بال فشانانِ ہوائی — خم ناشدہ از نامۂ من بال و پر نیست

(۳۱) نادم لاہیجانی

سرخروئی معرکۂ شعر است۔ اما از شکستِ نفس نادم تخلص می گزیند۔ وصدر آرای مجلس فُصَحاست۔ لیکن از فروتنی در صفِ آخر می نشیند۔ الکن طلق اللسان بود۔ وقصب السبق از رائضانِ مضمار زبان آوری می ربود۔ از دیار خود بممالک دکن اُفتاد۔ و با مولانا نظیری نیشاپوری صحبت معتقدانہ داشت۔ بعد چندے بصَوب بنگالہ خرامید۔ و از انجا بہ عظیم آباد پتنہ حرکت کرد۔ آخر بہ اصفہان معاودت نمود و ہمانجا مرحلۂ آخرت پیمود۔

ریحانِ کلامش در سرزمینِ ورق سبز می شود ؎

در کعبہ اگر دل بسوے یار نباشد — احرام کم از بستنِ زُنّار نباشد
ہر گز این طفل مزاجی نرود از یادم — گر بتابوت روم شوخی گہوارہ کنم
باعثِ جلوۂ گل دیدۂ بیدار من است — بلبلان شور برآرید کہ خوابم نبرد
ہنوزش رنگ طفلی ہست گل چیدن نمی داند — بدامن آشیانِ بلبل از گلزار می آید

(۳۲) سُروری کابلی

عالم بیگ نام دارد۔ نکات رنگینش گلدستۂ سروری است۔ وخیالات دلنشینش سرمایۂ حضوری۔ در اُردوی جہانگیری بسر مے برد۔ و در زمرۂ خوش خیالان می زیست نہال فکرش باین رعنائی می بالد ؎

لطف و دشنام تو تسکین دلِ بیہوش است — آتش از آب چہ گرم وچہ خنک خاموش است
در رقص دست و پا زدن اخترا عِ ماست — چون نبض زیر پوست تپیدن سماعِ ماست
چوگان صفت بمطلب خود پشت پا زدیم — پیوندِ ما بمطلبِ ما انقطاعِ ماست
عُذرِ دست تہی است خُلق کریم — میوۂ بید سایۂ بید است

(۳۳) مطیع تبریزی

طوطی بے بدل و مطیع استاد ازل است۔ میرزا صائب مصراع اور اتضمین می کند و می فرماید ؎

جواب آن غزل است اینکہ گفتہ است مطیع — کلید کعبہ و بتخانہ در بغل دارم

مطیع تجارت پیشہ بود۔ از دیار خود بسیر ہند خرامید۔ روزگارے مُہتنّا داشت طرۂ اشعارش پیرایۂ عارض ورق می شود ؎

آہے کہ مرا از دلِ پُر درد بر آید — چون شاہسواری است کہ از گرد برآید
چو وسعتِ عدمم در خیال می آید — ز تنگنائے وجودم ملال می آید

(۳۴) اوجی نطنزی

فکر بلندش طرفہ اوجے دارد۔ وشعر آبدارش عجب موجے۔ میرزا صائب سخنِ

او را تضمین می کند و می فرماید ؎

این جواب مصرعِ اوجی که وقتی گفته است | پادشاهی عالم طفلی است یا دیوانگی

و اوجی نسبت بمیرزا می گوید ؎

صائب نمود جوهرِ شعرِ مرا بمن | تیغِ برهنه ام که جگردار یافتم

اوجی با حسن خان شاملو حاکم هرات بسر مے برد۔ و در مدح او فراوان قصائد پرداخت۔

دیوان او بمطالعه درآمد و این چند بیت بالتقاط رسید ؎

کرم گلے است که در باغِ خود نمائی نیست | کریم ساخته بودن کم از گدائی نیست

گر شامگهِ شیب و گر صبحِ شباب است | پوشیدنِ چشم از دو جهان یکمژه خواب است

ساغر بغیر داد ز رشکم خراب ساخت | آتش بدیگرے زد و ما را کباب ساخت

نگهِ گرم عنانم صفِ دیدار کجاست | بوسهٔ بے ادبم کنج لب یار کجاست

رطلِ گران بقیمتِ جان می توان خرید | این است گوهرے که گران میتوان خرید

درین زمانه پسر با پدر نمے سازد | درین حدیث گواهم شراب انگوری است

بهرِ یک لب خنده نتوان منتِ شادی کشید | منصبِ گل گر دهند غنچهٔ تصویر باش

ما حریفِ این قدر بارِ تعلق نیستیم | مَی بزور این رنگ را بر چهرهٔ ما بسته است

خاطرِ جمعی ندارم از تو آخر دیده ام | همچو دستار پریشانم ز سر وا کردهٔ

کے بآرایشِ ویرانهٔ ما مے آید | آنکه در آئینه یک جلوه بصد ناز کند

من گرفتم خویش را بے غم تسلّی ساختم | خاطرِ غم را باین معنی تسلّی چون کنم

با آن که قتلِ ما بتحمّل حواله کرد | چندان امان نداد که خاکے بسر کنم

صفاے روی عرقناک یار را نازم | که صلح داد بهم آفتاب و شبنم را

از باده نمے توان بریدن | زین آب گذر نمے توان کرد

آوخ این قطرهٔ خونی که اجل خواهد ریخت | صرفه آنست که در گردنِ دشمن باشد

(۳۵) مشرقی میرزا ملک مشهدی

درنظم ونثر منشأ بدائع آثار است ومشرقِ فراوان انوار۔ چندے در خراسان باحسن خان شاملو گزرانید۔ آخر باصفهان شتافت۔ و در سلک منشیان شاہ عباس ماضی انتظام یافت۔ خان مذکور در مفارقت او غزلے گفتہ۔ از آن است ؎

تا مشرقی از کنار من رفت | از مشرقم آفتاب رفتہ

دیوان مشرقی بملاحظہ در آمد۔ قصائد غرا در مدح شاہ صفی بنظم آوردہ۔ و مقطعات ہجو بسیار گفتہ۔ محرر اوراق التزام کردہ کہ زبان خامہ را از ہجویات و ہزلیات شعرا نگاہ دارد۔

مشرقی مضامین محبوب در قصائد تلاش کردہ۔ این چند بیت از غزلیات او برچیدہ شد ؎

نمی گویم کہ آتش رنگ یا گل بو بگرداند | الٰہی آن گلِ آتش طبیعت خو بگرداند

دوستان بوی می از خرقۂ ما مے آید | نکہتِ یوسف ازین کہنہ قبا می آید

ہمچو خورشید قدم بر سرِ دنیا دارم | عالمے در تہِ یک آبلۂ پا دارم

پرتوِ شمع رخے افتاد در کاشانہ ام | سوزشِ یاقوت شد خاکسترِ پروانہ ام

دل را بشمیم گل داغے نرسانیدیم | پروانۂ خود را بچراغے نرسانیدیم

چو عندلیب مدارم باہ و نالہ گزشت | چو گل تمام بہارم بیک پیالہ گزشت

باغبان چون غنچۂ نرگس مراد رخواب چید | تا بحسرت در کدامین بزم چشمے وا کنم

زکعبہ آیم و رشک آیدم بخون نابے | کہ از زیارت دلہاے خستہ مے آید

کارِ دوبارہ عیش بتاراج دادن است	می راز خم بجام کن و در سبو مکن
مطلب ز اضطراب بمقصد رسیدن است	از شیشہ تا بلب نرسد می رسیدہ نیست
نہ در بہار نشاطے نہ در خزان المے	فلک مرا بچہ امید در قفس دارد
نہ زخم خار کشیدم نہ بوی گل دیدم	زعندلیب شنیدم کہ نوبہاری ہست
آب حیات تیغت جان داد مشرقی را	ہرگز کسے ندارد جان دادنی چنین یاد

(۳۶) منیر ابُو البرکات لاہوری بن مُلا عبد المجید ملتانی

صاحب طبع منیر و نظم و نثر دلپذیر است۔ در منشآت خود گوید "من بے خانمان کہ در قلمرو سخن وطن گزیدہ ام صد ہزار بیت بلند بنیاد نہادہ ام" منثورات او و شرحے کہ بر قصائد عرفی شیرازی نوشتہ متداول است۔ مولد و منشأ منیر دار السلطنت لاہور است

در عہد شاہجہانی اول با میرزا صفی مخاطب بہ سیف خان ناظم الہ آباد بسری برد این سیف خان داماد میرزا ابوالحسن مخاطب بہ آصف خان بن میرزا غیاث بیگ اعتماد الدولہ طہرانی جہانگیری است۔ بعد ازان منیر با اعتقاد خان حاکم جونپور پسر خرد اعتماد الدولہ مذکور مربوط گشت۔ و از خوان احسان او زلہ برداشت۔

و ہفتم رجب سنہ اربع و خمسین و الف (۱۰۵۴) در مستقر الخلافہ اکبر آباد رخت حیات بر بست۔ نعش او را بلاہور نقل کردہ زیر خاک سپردند۔

طبع منیر سواد سخن را چنین روشن می کند ؎

قدم بردن ننہد ماہ من ز منزل خویش	بود چو صورت آئینہ زیب محفل خویش
سہی قدان کہ گرفتار جلوۂ خویش اند	چو نخل شمع دواند ریشہ در گل خویش

(۳۷) قدسی - حاجی محمد جان مشهدی

جان سخن پروری است و روح معنی گستری - سعادتِ زیارتِ حرمین شریفین اندوخت - و بگلگشت هند خرامش نمود - و در شهر ربیع الآخر سنہ ثنتین واربعین والف (۱۰۴۲) بتقبیل عتبۂ صاحبقران ثانی منتے برلب گذاشت روز اول قصیدۂ بعرض رسانید کہ مطلعش این است ؎

ای قلم برخود ببال ازشادی و بکشا زبان　　در ثنائے قبلۂ دین ثانی صاحبقران

بعنایت خلعت و انعام دو ہزار روپیہ کامیاب گشت - و در ذیل ثناطرازان انخراط یافت - و بیومیۂ بیش قدرے موظف گردید - و بارہا بجوائز کام دل اندوخت

شیخ عبدالحمید صاحب شاہجہان نامہ در وقائع جشن نوروز سال ہزار وچہل وپنج ہجری می نگارد کہ :-

"روز پنجشنبہ دوازدہم شوال سریرآرای آسمان چہارم پرتو اعتدال برساحت حمل"
"انداخت و افسردہ طبعان نباتات را باہتزاز درآورد- شانزدہم ماہ مذکور-"
"حاجی محمد جان قدسی درجلدوی قصیدۂ کہ بمدح پادشاہی محلی ساختہ بود بر زبر"
"کشیدہ مبلغ وزن راکہ پنج ہزار و پانصد روپیہ شد باو مرحمت گردید و دراواسط شہر"
"ربیع الاول سنہ تسع واربعین والف (۱۰۴۹) بعنوان صلۂ شعر صد مہر عنایت"
"شد- و درجشن شفایافتِ جہان آرا بیگم بنت صاحبقران ثانی ازآسیب آتش"
"دراوائل شوال سنہ اربع وخمسین والف بعنایت خلعت و دو ہزار روپیہ تمتع"
"برگرفت"-

شیر خاں در مرآة الخیال می نویسد کہ :-

"حاجی محمد جان قصیدۂ رنگین درمدح صاحبقران ثانی گفتہ بعرض رسانید پادشاہ"

"اقسام جواہر قیمتی طلبیدہ فرمود تا ہفت بار دہانش از ان پر کردند انتہی[۱]"

اما مؤلفین شاہجہان نامہا مثل ملا عبدالحمید لاہوری و ملا علاء الملک تونی و صاحب عمل صالح کہ ہر کدام حالات پادشاہی مستوفی می نگارد صلۂ پُر کردنِ دہانِ قدسی بجواہر بہ زبانِ قلم نیاوردہ اند۔

قدسی پادشاہ نامۂ صاحبقرانی نظم آوردہ چون نام عبداللہ خان فیروز جنگ در وزن پادشاہ نامہ نمی گنجید۔ باین حسن بیان اداکردہ

نہنگے کہ از غایتِ احتشام نگنجد بجز از بزرگیش نام

بخاطر ناقص می گزرد کہ برای نگنجیدنِ نام دو تعلیل آورد۔ از غایت احتشام و از بزرگی۔ احدہما زائد است۔ اصلاح برین وجہ می تواند شد

نہنگےست از غایتِ احتشام نگنجد بجز از بزرگیش نام

و طورے بتکلف معنی می تواند شد کہ ضمیر شین را راجع بنام سازند یعنی نہنگے کہ از غایت احتشام او نام بمرتبۂ بزرگ شدہ است کہ در بحر نمی گنجد۔ و اصلاحے کہ کردہ شد معنی را صاف ادا می کند۔

مثنوی و قصیدۂ قدسی خوب است لیکن غزلش چندان رتبہ ندارد۔ انتقال او در سنہ ست و خمسین و الف (۱۰۵۶) اتفاق افتاد کلیم در مرثیۂ او ترکیب بندے گفتہ و تاریخ چنین یافتہ مصرع ع دور از ان بلبلِ قدسی چمنم زندان شد ۱۰۵۶ھ

شیخ عبدالحمید می گوید کہ "قدسی بعارضہ اسہال در دار السلطنت لاہور در گزشت" و غنی کشمیری در قطعہ تاریخ وفات کلیم گوید کہ

عمرہا در یاد او زیر زمین خاک بر سر کرد قدسی و سلیم
عاقبت از اشتیاقِ یکدگر گشتہ اند این ہر سہ در یکجا مقیم

---

[۱] تذکرہ مرآۃ الخیال صفحہ ۱۳۷ مطبوعہ کلکتہ۔ ترجمۂ حاجی محمد جان قدسی۔

ظاہر منطوق عبارتِ ہمین است کہ ہر سہ در یکجا مدفون اند و این وقتے تواند شد کہ جسد قدسی را بہ کشمیر نقل کردہ باشند۔

و میر طاہر نصیر آبادی می نویسد کہ" استخوان اورا بمشہد مقدس رسانیدند" دیوان قدسی بنظر تصفح در آمد و این چند بیت اختیار اُفتاد ؎

زود بہ کردم منِ بے صبر داغِ خویش را | اولِ شب می کُشد مفلس چراغ خویش را
در جلوہ گری مثل تو کس یاد ندارد | نادر بود آن پیشہ کہ اُستاد ندارد
در مجلسے کہ یاران شُربِ مدام کردند | نوبت بما چو آمد آتش بجام کردند
اینجا غمِ محبّت - آنجا جزای عصیان | آسایشِ دو گیتی بر ما حرام کردند
در چنین فصلے کہ بلبل مست و گلشن پر گل است | گر ہمہ پیمانۂ عمر است خالی خوب نیست
ہر چہ با زلفِ تو می ماند دل از من مے برد | روزِ عمرم در تمنائے شبِ یلدا گذشت
غم ہجوم آورد و من در فکرِ بے سامانیم | میزبان خجلت کشد ہر چند مہمان آشنا ست
عیش این باغ باندازۂ یک تنگدل است | کاش گل غنچہ شود تا دلِ ما بکشاید
گر دستِ شام ہجران گیرد گلوی شب را | مشکل کہ تا قیامت از صبح دم بر آید
عشق چون قسمتِ اربابِ معیشت میکرد | لالہ داغے زمیان برد کہ داغم دارد
تابِ ہجرانِ شرابم نیست تا وقتِ صبوح | پیشتر از صبح می خندد گلِ پیمانہ ام
نگذاشت بخواب عدمم شیونِ بلبل | گل ریختہ بودند مگر بر سرِ خاکم

(۳۸) سلیم میرزا محمد قلی طہرانی

از طبقۂ ادراک و نکتہ سنجان بلند ادراک است۔ صاحب طبع سلیم و ذہن مستقیم۔ در سلاستِ عبارات ممتاز و در نزاکت خیالات بے انباز۔ ابتداء حال با میرزا عبد اللہ وزیر لاہیجان بسر می برد۔ و بمزید مصاحبت امتیاز داشت۔ در آن

ایام مثنوی رنگینے در تعریف لاهیجان انشا کرد۔
آخر الامر در عہد شاہجہانی سرے بہند کشید و مثنوی مسطور را تغیر دادہ بنام کشمیر ساخت۔ ازان است در صعوبت راہ کشمیر ؎

چنان معلوم می گردد کہ این راہ	رہِ موران بود بر خرمنِ ماہ
زبس رہرو در و سنگین خر آمد	زپا ابلش رشتہ پنداری برامد
ہمانا کافر است این کوہ خونخوار	کہ دارد بر کمر زین راہ زُنّار
مغلطان سنگ ازو تا مے نوانی	کہ باشد بد بلائے آسمانی
بسامان رفتنِ این راہ زشت است	مجرّد شو کہ این راہ بہشت است

بعد ورود ہندوستان ندیم میر عبد السلام مشہدی شد و در مدح او قصائد بلند پرداخت۔ میر عبد السلام از عمدۂ امرا شاہجہانی است در عہد شاہزادگی بمنصب شایستہ و خطاب اختصاص خان اختصاص داشت و بعد سریر آرای سلطنت اول بخشی دوم شد۔ پس ازان ناظم گجرات و عقب آن ناظم بنگالہ۔ سپس بخطاب اسلام خان و والا پایۂ وزارت مباہی گشت۔ و چون نوبتِ وزارت بہ سعد اللہ خان رسید پادشاہ اسلام خان را بایالت ممالک دکن سرفراز فرمود وہم در زمانِ حکومت دکن سنہ سبع و خمسین والف (۱۰۵۷) جہان فانی را وداع نمود۔ مقبرۂ او در سواد اورنگ آباد معروف است۔ عمارتے ولنشین دارد۔

محمد قلی سلیم در رکاب اسلام خان بسر مے برد۔ و در سالے کہ اسلام خان فوت کرد یعنی سنہ سبع و خمسین والف (۱۰۵۷) او ہم در کشمیر رخت سفر ازین عالم بر بست۔ و در دامن کوہے کہ مشہور بہ "تخت سلیمان" است مشرف بر تالاب ڈل خلوت نشینِ خاک گردید۔

این چند بیت از دیوان سلیم بر ارباب ذوق سلیم عرض می شود ؎

مگذار ز دستم که گل باغ وفایم | بر دست تو شایسته تر از رنگ حنایم

تا چند دیر و کعبه مخوان این فسانه را | همچون کمان حلقه یکی کن دو خانه را

بدست آئینه از عکس رخش گلدسته را ماند | ز شانه زلف او هندوی ترکش بسته را ماند

ای تازه روز زخم خدنگ تو داغ ما | از روغن کمان تو روشن چراغ ما

در قفس رفت چو قمری چمن از یاد مرا | بهتر از سرو بود سایهٔ صیاد مرا

مدعی گر نکند بحث سخن دلگیر است | در جدل گوش و زبانش سپر و شمشیر است

تا سحر امشب شراب ناب می باید گرفت | خونبهائے شمع از مهتاب می باید گرفت

نارسائی به هنرور همه جا همراه است | جامهٔ سرو ز موزونی او کوتاه است

جدل از خصم هنر باشد و از من عیب است | چون رگ لعل زدن نارگ گردن عیب است

هما نصیب نواز من چنانکه خواهی نیست | که استخوان مرا مغز همچو ماهی نیست

امشب که ز بختم بسوی بزم تو راه است | چون شمع سراپای تنم وقف نگاه است

صید ما را از خدنگش در دل و جان آتش است | ناوک او را مگر چون شمع پیکان آتش است

ساقی گلفام صحن باغ را میخانه ساخت | از طرب چون صبح صوفی سبحه را پیمانه ساخت

واقف کسے ز شیوهٔ آن کجکلاه نیست | چون صورت فرنگ نگاهش نگاه نیست

نیم بلبل که فصل گل بگلشن آشیان گیرم | دهم صد گل که همچون شمع یک برگ خزان گیرم

چو بلبل باعث شوریده گفتاری نمی دانم | چو گل تقریب این آشفته دستاری نمی دانم

با وجود صد هنر لافم ز شعر دلکش است | خامه در دست هنرور تیر روی ترکش است

روزی کسرا خورد گے دیگرے زان چوب را | آب نتواند فرو بردن که رزق آتش است

بهر کدام نمک لطف می کنی خوب است | که داغهائے دلم را ز هم جدائی نیست

راحت مردان هم از سرپنجهٔ مردانگی است | شیر را در وقت خفتن دست و بازو متکاست

ذوقے از دیدن معشوق بدلگیری نیست | غنچه در چاک قفس قفل در زندان است

نگردد گریهٔ مستانه ام کم
که این باران شب سینه گرفت است

نتوان نمود نقش ترا آنچنانکه هست
آئینه پیش روی تو چون صبح کاذب است

خنده بر سرو مکن این همه در محفل خویش
جامهٔ کوتاه اش اولی است که خدمتگار است

تسلیم از مهِ نو حالِ آسمان پیدا است
نشانِ مرکبِ طفلان رکاب کوتاه است

چون تند روی کاشیان تبدیل سازد میشود
قالبِ مجنون تهی لیلی چو در محمل نشست

به بزم باده مرو بے صحیفهٔ غزلے
سفینهٔ بطلب تا توان در آب نشست

مهمان بخانه دیر چه ماند عزیز نیست
کوتاهی زمانه ز عمرِ دراز ماست

گر سرو بود بجلکه دبر زده دامان
منعش نتوان کرد ازینها که جوان است

هیچ کس حالِ سرِ ما را نمی داند که چیست
عالمے را چشم همچون صبح بر دستارِ ماست

شاهان چرا تسلیم برو رشک مے برند
ملکِ سخن چو بیش ز یک گوشواره نیست

دل درونِ سینه ام می رقصد از حرف وطن
هیچ سازے ماهیان را چون صدائے آب نیست

تیغ او پیش از اجل می سازدم از غم خلاص
راه پل دور است می باید مرا بر آب زد

از یار مصلحت نیست آهنگِ شکوه کردن
چون دف بحلقهٔ ما دیوار گوش دارد

در مقامِ عشق دل را از تعلق پاک کن
با نمد آئینه را نتوان بدستِ شاه داد

سلیم گفت که دارم بطره ات سخنے
بخنده گفت که هندو زبان چه می داند

یوسفِ من چشمِ طفلان نیست تنها بر رهت
شوقِ مکتوبِ تو پیران را کبوتر باز کرد

هیچ کس پروردهٔ خود را نمی خواهد زبون
آب و آتش را خصومت بر سرِ خاشاک شد

اعتبارے دولتِ جمشید را پیدا نشد
تاک تا از دودمانِ خود باو دختر نداد

نسبتے در عاشقی ما را به مرغِ بسمل است
تا ز ما صیاد سر نگرفت ما را سر نداد

نیست در ایران زمین سامانِ تحصیلِ کمال
تا نیامد سوی هندستان حنا رنگین نشد

با خبر باش از زبانِ خود که دانایانِ راز
از خموشی حلقه در گوشِ سخن چین کرده اند

جهانِ سفله اگر داد جرعۂ آبے — همان نفس چو نیِ آن را بروی من آورد

از عذر نیست هرگز دلگیر وعدۂ او — کاہل همیشه خواهد همراهِ لنگ باشد

شانه می آید بکارِ زلف از آشفتگی — آشنایان را در ایامِ پریشانی بپرس

چو تُند باد حوادث مشو غبار انگیز — پناه مردمِ بے دست و پا چو مژگان باش

بسکه دارم ذوقِ جستن از فضاے روزگار — در میانِ خانه ہمچون تیرِ صیاد ان می کشم

سفرِ اوّلِ شوق است بکوےت مارا — صید مازود توان کرد که نو پرو ازیم

حیف باشد که ز بے مهریِ او شکوه کنیم — ما که معشوق پران ہمچو کبوتر بازیم

چنان قناعتِ فقر است ساز گار مرا — که چون حباب شوم فربه از هوا خوردن

عهد کردم که گر این بار بکوی تو رسم — سرمۂ دیده کنم سایۂ دیوار ترا

مخفی نماند که در تتبع فقیر اول کسیکه تضمین چسپان در مقطع غزل طرح انداخت سلیم است - می گوید ؎

سلیم امشب بیاد تربتِ حافظ قدح نوش است — اَلَا یَا اَیُّهَا السَّاقِیْ اَدِرْ کَاسًا وَّنَاوِلْهَا

و مے گوید ؎

گفتِ حافظ دیده چون کلک بیانم را سلیم — بلبلے برگ گلے خوش رنگ در منقار داشت

زبان زدِ خلق است که او معانیِ بیگانه را باخود آشنا می ساخت - چنانچه مُلاّ وارسته گوید ؎

دخلے که نکردی بکلام الله است — بیتے که نبردۂ تو بیت الله است

طرفه اینکه سلیم از دستِ دیگران می نالد و می گوید ؎

دیوانِ خود بدستِ حریفان مده سلیم — غافل مشو که غارتِ باغ تو می کنند

و نیز می گوید ؎

دیوانِ کیست از سخنانم تهی سلیم — تنها نه بر من این ستم از دستِ صائب است

نامِ میرزا صائب را تصریح کرده اما بالغ نظران می دانند که میرزا صائب خیلے صاحب قدرت سیر بضاعت است۔ حاشا کہ باخذ و جر بپردازد۔ و متاع بیگانہ را دستمایۂ خود سازد۔ مضامینے کہ از سلیم و صائب ہمسایہ یکدیگر واقع شدہ و بنظرِ تتبع این نارسا رسیدہ درینجا ثبت می نماید۔ و چون تاریخ وفات سلیم مقدم است اول شعر سلیم مذکور می شود۔

سلیم ۔ مشاطہ را جمالِ تو دیوانہ می کند | کائینہ را خیالِ پریخانہ می کند

صائب ۔ دل را نگاہ گرم تو دیوانہ می کند | آئینہ را رُخِ تو پریخانہ می کند

غنی کشمیری نیز این مضمون را می بندد کہ ۔

ہر کس کہ دید روی تو دیوانہ می شود | آئینہ از رُخِ تو پریخانہ می شود

سلیم ۔ چشمِ توام زہوش تہیدست می کند | یک سرمہ دان شراب مرا مست می کند

صائب ۔ از چشمِ نیم مستِ تو با یکجہان شراب | ما صلح کردہ ایم بیک سرمہ دان شراب

سلیم ۔ صدا چگونہ بر آید کہ این سیہ چشمان | بسنگ سرمہ شکستند شیشۂ ما را

صائب ۔ نماند نالۂ دل در دپیشۂ ما را | بسنگ سرمہ شکستند شیشۂ ما را

مُلّا طاہر غنی نیز این مضمون بستہ است ۔

زبیمِ آنکہ مبادا صدا بلند شود | زسنگِ سرمہ شکستیم آبگینۂ خویش

سلیم ۔ ز آشفتگی طرۂ مقصود خبر داد | ہر فال کہ از شانۂ شمشاد گرفتیم

صائب ۔ خواہد فتاد دامنِ زلفش بدستِ من | این فال را از شانۂ شمشاد دیدہ ایم

سلیم ۔ زینت اربابِ معنی جوہرِ ذاتی بس است | لالہ در کوہِ بدخشان گر نباشد گو مباش

صائب ۔ شمع بر خاکِ شہیدان گر نباشد گو مباش | لالہ در کوہِ بدخشان گر نباشد گو مباش

سلیم ۔ اگر بچشمِ حقیقت نظر کنی دانی | کہ طوقِ فاختہ برپاے سرو خلخال است

صائب ۔ حسن بالا دست را آرایشے چون عشق نیست | طوقِ قمری سرو را بہتر ز خلخالِ زر است

سَلیم ؎ سلیم ہندِ جگر خوار خورد خونِ مرا | چہ روز بود کہ راہم باین خراب فتاد
صائبؒ ؎ صائب از ہندِ جگر خوار برون می آیم | دستگیرِ من اگر شاہِ نجف خواہد شُد

امّا ملا نوعی خبوشانی پیش از ہر دو می گوید ؎

گداخت ہندِ جگر خوارم ای اجل مپسند | کہ استخوانِ ہمائی غذای زاغ شود

و ملا مشرقی نیز ہند را باین صفت یاد می کند و می گوید ؎

دلم در آرزوے ہند خون شد | کہ خون بادا دلِ ہندِ جگر خوار

مقتضای حُسنِ ظن آنکہ اشتراک مضامین را حمل بر توارد کنند و تا کہ محمل حسنی داشتہ باشد چرا در پےِ محمل دیگر روند۔

علامۂ تفتازانی در مطول نقل می کند۔ ملخص کلامش اینکہ :۔

"حکم سرقہ وقتے کردہ میشود کہ اخذ ثانی از اول یقینی باشد والا احکام سرقہ مترتب نمی تواند"
"شد و از قبیل توارد خواہد بود۔ و در صورتے کہ اخذ ثانی از اول معلوم نباشد باید"
"گفت کہ فلان شاعر چنین گفتہ است و دیگرے سبقت بُردہ چنین یافتہ۔ و باین حُسن"
"تعبیر مغتنم داند فضیلت صدق را۔ و محفوظ دارد خود را از دعوی علم بغیب و نسبت"
"نقص بغیر انتہیٰ"

و اگر کسے بنظرِ تفتیش ملاحظہ کند کم شاعرے را از توارد مضامین خالی یابد چہ احاطۂ جمیع معلومات خاصۂ حضرت علم الٰہی است تعالیٰ شانہٗ۔ خامۂ معنی نگار تیرے بتاریکی می افگند چہ داند کہ صید وارستہ است یا بال و پر بستہ **ابو طالب کلیم** خوب گفتہ و گوہرِ انصاف سُفتہ ؎

منم کلیم بطورِ بلندیِ ہمت | کہ استفادۂ معنی جز از خدا نکنم
بخوانِ فیضِ الٰہی چو دسترس دارم | نظر بکاسۂ دریوزۂ گدا نکنم

لہ اطول جلد ۲ صفحہ ۲۴۰ بحث سرقہ مطبوعہ

دلے علاجِ توارد نمی توانم کرد   مگر زبان بسخن گفتن آشنا نہ کنم

فقیر جزوے از اشعار توارد فراہم آوردہ۔ چند بیت از تواردات سخن سنجان متاخرین بر سبیل استشہاد عرض می شود

امیر خسرو ؎ بستم دلِ اسیران یکجا گریزد از تو   بحوالیِ دو چشمت چشم بلا نشستہ
صائب ؎ بحوالی دو چشمت چشم بلا نشستہ   چون قبلہ کرد لیلی ہمہ جا بجا نشستہ
بنائی ؎ قضا کہ بر لبِ او خطِ عنبریں دارد   برای کشتن من زہر در نگین دارد
صائب ؎ اُمیدِ جانِ شیرین داشتم از لعل سیرابش   ندانستم کہ از خط زہر در زیرِ نگین دارد
میر سنجر ؎ دمِ واپسین زلیخا بہمیں ترانہ تن زد   کہ بہ جذبۂ محبّت پسر از پدر گرفتم
نقی ؎ چہ غم از فریبِ دشمن کہ محبتِ زلیخا   بکشا کشِ نہانی پسر از پدر برآرد
سلیم ؎ شوق رویش ہمہ کس را بغریبی دارد   سبب این است جلاے وطنِ آئینہ را
کلیم ؎ چند در خانہ اش آتش فتد از پرتوِ تو   زین ستم آینہ در فکر جلائے وطن است
سلیم ؎ چون کشم بارگرانِ غمِ دوری کز ضعف   نگہِ خود نتوانم ز رخت بردارم
کلیم ؎ ز ناتوانیِ خود اینقدر خبر دارم   کہ از رخت نتوانم کہ دیدہ بردارم
اسیر ؎ نیست جوہر بہ تیغِ یار اسیر   بہرِ قتلم نوشتۂ دارد
میر صیدی ؎ نیست جوہر کہ بشمشیرِ تو تصویر شدہ است   رقمِ قتل جہانے است کہ تحریر شدہ است
ملا غنی ؎ قضا جدا از تو خونم چرا نمے ریزد   مگر ز دستِ قضا این قدر نمے آید
اسیر ؎ بار ہرگز ببر نمے آید   از قضا این قدر نمی آید
سلیم ؎ مگر از صبح محشر روزنِ من روشنی یابد   کہ شبہاے سیاہم ابروِ پیوستہ را ماند
واعظ ؎ چون دو ابروی سیاہت کہ بہم پیوست است   بے تو شبہائے درازم ہمہ برہم بست است
حزنی ؎ مرا بر سادہ لوحیہاے حزنی خندہ می آید   کہ دارد چشم لطف از دلبرِ نامہربانِ من
فطرت ؎ مرا بر سادہ لوحیہاے فطرت خندہ می آید   کہ عاشق گشتہ و چشم وفا از یار ہم دارد

سلیم — آنکه پیغامے برد از ما بسوی او دل است | نامۂ بے طاقتان بر بالِ مرغِ بسمل است

فطرت — می توان از دل تپیدن یافت احوالِ مرا | نامۂ بے طاقتان بر بالِ مرغِ بسمل است

صائب — سرچشمۂ حیات لب میچکانِ اوست | عمرِ دوباره سایۂ سروِ روانِ اوست

فطرت — عیشِ ابد بکامِ دلِ دردمندِ تست | عمرِ دوباره سایۂ سروِ بلندِ تست

صائب — صحبتِ ناجنس آتش را بفریاد آورد | آب چون در روغن افتد میکند شیون چراغ

علی — آب چون در روغن افتد ناله خیزد از چراغ | صحبتِ ناجنس را باشد ثمر آزارہا

مشرقی — برگِ حنائیم و بامید رنگ و بو | در دستِ دیگرے است خزان و بهارِ ما

خالص — ما را خبر ز شادی و غم نیست چون حنا | در دستِ دیگرے است بهار و خزانِ ما

واعظ — مدعا از دل برون کن تا برآید مدعا | شد نگین با نام تا افگند از خود نام را

وحید — دور فگن نام را که نام فگندن | صاحبِ نام و نشان نمود نگین را

ناظم در معراج — چنان بگذشت زین سقفِ شفاف | که سیلابِ نگه از عینکِ صاف

وحید — ز چشمِ مه سوے بالا سفر کرد | چو نورِ دیده از عینک گذر کرد

فیاض — بباغ بسکه ز شرمِ رخت گل آب شود | غلافِ غنچۂ گل شیشۂ گلاب شود

وحید — بگلشنے که رخِ دوست بے نقاب شود | ز شرمِ غنچۂ گل شیشۂ گلاب شود

دانش — لب تشنۂ تیغیم بگو قاتلِ ما را | کو آب که شیرینی جان زد دلِ ما را

قاسم دیوانه — دمِ آبے ز تیغت مستمندم | دلم می سوزد از شیرینیِ جان

صائب — همیشه صاحبِ طولِ امل غمین باشد | که چین بقدرِ بلندی در آستین باشد

بیدل — دستگاهست هر قدر بیش است آگلفت بیشتر | در خورِ طول است چینهائے که دارد آستین

وحید — بالِ مرا شکستگیِ پر نبسته است | پرواز ما چو رنگ ببالِ شکسته است

بیدل — ما لافِ همت از مددِ عجز مے زنیم | پرواز ما چو رنگ ببالِ شکسته است

صاحبِ گلشن راز — عدم آئینه- عالم عکس و انسان | چو چشمِ عکس در وے شخص پنهان

جہان انسان شد و انسان جہانے　　ازین پاکیزہ تر نبود بیانے

انسان ہستی شخص و عدم چو آئینہ بہ پیش　　عالم بمثال عکس بے خویش و بخویش

انسان بمثل چو چشم عکس است درو　　آن شخص عیان نمود پاک از کم و بیش

این مضمون توضیحے میخواہد لہٰذا بشرح رباعی پرداختہ می آید۔

شرح

ہستی را کہ در اصطلاح صوفیہ صافیہ عبارت از حقیقتِ حق است تعالیٰ شانہٗ تشبیہ می دہد بشخصے کہ خود را در آئینہ مشاہدہ می کند۔ جہت جامع آنکہ ہر دو محتوی بر نوعے از کثرت اند۔ کثرت در ذات رائی باعتبار اعضاؤ در ذات حق عزّ شانہٗ بحسب شیونات ذاتیہ چنانچہ می فرماید کُنْتُ کَنْزًا مَّخْفِیًا۔ و ہر دو خواہانِ ظہور اند آن تناسبِ اعضا می بیند و این کمال اسمائی وصفاتی جلوہ می دہد چنانچہ می فرماید فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ۔

وعدم را کہ در اصطلاح این طائفہ علیہ عبارت از علم حق است جل برہانہ تشبیہ می دہد بہ آئینہ۔ بعلاقۂ آنکہ ہر دو منشاء انکشاف اند۔

وعالم را بعکس آن شخص۔ وجہ تشبیہ آنکہ حقائق عالم کہ نزد صوفیہ صور علمیہ است در مرتبۂ علم متجلی می گردد چنانچہ عکوس در مرآت منطبع مے شود و بر ارباب بینش ہویدا ست کہ چنانچہ در آئینہ عکس جمیع اعضا می اُفتد عکس چشم نیز می اُفتد۔ و در عکس چشم عکس آن شخص بتمامہ نمودار می گردد۔ پس حقیقتِ انسان را کہ از جملہ حقائق عالم مخصوص بجامعیت و مظہریت اتم است تشبیہ می دہد بعکس چشم کہ آن ہم ممتاز است از عکوس سائر اعضا کہ آئینہ داری آن شخص می کند و او را باو باز می نماید بخلاف عکوس دیگر وَ ھٰذَا مَعْنٰی کَلَامِ الشَّیْخِ الْاَکْبَرِ قُدِّسَ سِرُّہٗ وَکَانَ اٰدَمُ ھِیَ الْمِرْاٰۃُ الْمَجْلُوَّۃُ۔

واشتراکِ اسم مشبہ ومشبہ بہ یعنی انسان وانسان العین لطفے خاص دارد وتخلصِ شاعر کہ انسان است این لطف را دو بالا کرد۔

پس معنی رباعی چنین باشد کہ ہستی یعنی ذات حق کہ جامع جمیع شیونات است در مرتبۂ علم کہ بمنزلۂ آئینہ است جلوہ نمود وعالم بمثال عکوس وظلال آن شخص متمثل شد۔ ومعنی بے خویش وبخویش آنست کہ عالم را مانند عکس دو جہت پیدا شد۔ ازین رو کہ موجود علیحدہ می نماید وبوصف غیریت بنظر می آید بے خویش است یعنی ہیچ زیرا کہ آن شخص درحقیقت خود برخود مشہود می گردد وعکس را جز در وہم غلط نما وجودے نیست۔ وازین رو کہ عکس درحقیقت خود اوست کہ برخود متجلی است بخویش یعنی موجود فی حد ذاتہ۔

اما حقیقتِ انسان از جملہ حقائق عالم مانند چشم عکس است یعنی عکس چشم کہ ذات حق درو جلوہ فرمود با جمیع مراتبے کہ در عالم متجلی است۔

ومعنی پاک از کم وبیش آنست کہ ظہور حق تعالیٰ درحقیقت انسان وظہور او در تمام عالم باہم متضاد ومتناقض نیست مگر بحسب اجمال در انسان وتفصیل در عالم۔ چنانچہ صورتِ آن شخص در آئینہ ودر چشم عکس تفاوتے ندارد الا بہ اعتبار کبر در مرآت وصغر در چشم عکس۔ وبنظر ہمین انسان را عالم صغیر می نامند وعالم را انسان کبیر۔ این معنی برطبق اصطلاح مشہور است واگر بر مکشوف حضرت مجدد قدس سرہ حمل کنند نیز می تواند شد۔

نزد مجدد قدس سرہٗ حقائق عالم اعدام است وصفات عالم اعدام صفات الٰہیہ بشرطِ آنکہ وجود حق جل شانہٗ ووجودات صفات در اعدام متجلی شوند بحیثیتے کہ اعدام بمنزلۂ مواد باشند۔ ووجودات بلکہ عکوس آنہا بمثابۂ صور۔ وہریک حقیقت ازین مادہ وصورت ترکیب یافتہ واللہ اعلم۔

شیخ غلام مصطفیٰ انسان

درین مقام دو کلمہ ترجمہ صاحب رباعی بقلم می آید نام انسان شیخ غلام مصطفیٰ است واصلش از کنبو و مولد و منشأ او مرادآباد از توابع شاہجہان آباد۔ انسانِ کامل بود و در احاطۂ علوم عقلی و نقلی ممتاز اماثل تحصیل معقولات بیشتر از مُلّا قطب الدّین شہید سہالوی نمود و نبذے در خدمت شیخ غلام نقشبند لکھنوی تلمذ کرد و سلسلۂ سند حدیث بہ شیخ عبد الحق دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ رسانید۔ و رسمِ ارادت در طریقۂ قادریہ بجناب شیخ جان محمد شاہجہان آبادی بجا آورد۔

شیخ جان محمد

شیخ جان محمدؒ از کملاءِ عصر بود و در عزلت و استقامت یگانۂ وقت می زیست۔ شاہ کلیم اللہ چشتی دہلوی می فرمود کسیکہ دریافت صحبتِ اسلاف تمنّا داشتہ باشد۔ صحبتِ شیخ جان محمد دریابد۔

شیخ غلام مصطفیٰ در فنون دیگر سوای علوم درسی نیز دستگاہ عالی داشت مثل طب و نجوم و خوشنویسی و فنون حرب و علم شانہ بینی و علوم ہندی بحیثیتے کہ اکثر براہمہ حل غوامض از خدمتِ شیخ می کردند و شعر ہندی نیز خوب می گفت۔ صنادید شعراء ہندی در حضور او سر فرود می آوردند۔ و اصلاح کبت و دوھہ می گرفتند۔

کتب جمیع فنون در لوح سینہ محفوظ بود۔ و کراسی از کتب در ملک نداشت۔ و استعارہ ہم نمی کرد۔ وقت درس سوائی حل کتاب آن قدر فوائد زوائد بقدر حوصلۂ سمتع ذکر می کرد کہ ہرگاہ این کس رجوع بحواشی می نمود فوائد مسموعہ را از فوائد مکتوبہ زیادہ می یافت و ہر کس از ارباب فنون بخدمت شیخ می رسید بہر فنے کہ مناسبِ آن کس می دید صحبت می داشت۔

اکثر عمر بعنوان نوکر پیشگی گزرانید۔ در عہد عالمگیر پادشاہ بہ علاقۂ منصبداری از ہند بدیار دکن خرامید۔ و مدتے درین دیار بسر برد آخرہا ترک نوکر پیشگی کردہ در بلدہ ایلچپور پائے اقامت افشرد۔

می فرمود در ایام طالب علمی با جوانے تعلقِ خاطر پیدا شد۔ جوان در قصبۂ از قصبات سکونت داشت۔ خود را بمسکن محبوب کشیدم و دست از تحصیل باز کشیدم قضا را جوان فوت شد و من سر بصحرا دادم وقتے مولانا قطب الدین را گورے بران قصبه اُفتاد و از مردم استفسار حال بنده نمود۔ صورت واقعه بعرض رسانیدند۔ فرمود کسی برود و اورا بیارد مردم گفتند او بآبادی زنہار نمی آید۔ حضرت ملا قلم گرفته برشقۂ نوشت اَطْرِقْ کَرَا اَطْرِقْ کَرَا اِنَّ النَّعَامَةَ فِی الْقُرٰی[1]

این کلام افسونِ عرب است که بآن جانور وحشی را صید کنند۔ استعمال این کلام درین مقام نظر بحال شیخ و حضرت ملا که اُستاد بود بسیار بموقع واقع شد۔

بمجرد دیدنِ شقه سَمْعًا وَّطَاعَةً بخدمت ملا شتافتم و سعادت ملازمت دریافتم شیخ پیش از انتقال بسه سال لباس را تغیر داد و لبس قمیص اختیار کرد۔ شب اول درخواب دید که گویندۂ می گوید رَجُلٌ خَیْرٌ یَّعْمَلُ خَیْرًا

انتقالِ او در سنه اثنتین و اربعین و مائة و الف (۱۱۴۲) واقع شد۔ مدفن ایلچپور۔

بقیه بحث توارد

اکنون گلگون قلم بر جادۂ مدعای اصلی می خرامد۔

گرفتیم که شاعرے جمیع دواوین زبانے را احاطه کرد دواوین زبان دیگر را چه علاج می تواند کرد۔ و جامع السنۂ مختلفه بودن خود بسیار نادر است مثلاً علائۂ حلبی متخلص بفارغ گوید ؎

جرم از طرفِ غیر و ملامت همه بر من گوئی سرِ انگشتِ ملامت زدگانم

این مضمون بعینه در شعر ابن شرف قیروانی واقع شده که می گوید ؎

غَیْرِیْ جَنٰی وَ اَنَا الْمُعَاقَبُ فِیْکُمْ فَکَاَنَّنِیْ سَبَّابَةُ الْمُتَنَدِّمِ

ابن شرف این شعر خود را ابر ابن رشیق خواند و پرسید که مثل این مضمون شنیدۂ۔

---

[1] تاج العروس جلد ۶ صفحه ۳۱۴ مطبوعه مصر شرح ملا جامی صفحه ۱۰۴ مطبوعه کانپور سنه ۱۲۹۳ھ۔

گفت بلے شنیده ام و بیت نابغه ذُبیانی برخواند ؎

فَکَلَّفْتَنِیْ ذَنْبَ امْرِءٍ وَتَرَکْتَهٗ　　کَذِی الْعُرِّ یُکْوَیْ غَیْرُهٗ وَهُوَ رَاتِعٌ

عُر بضم عین مهمله مرضے است که در شتر میشود و شتر صحیح را داغ کنند تا سرایت نکند۔

ابن رشیق بعد خواندنِ شعر با ابن شرف گفت که تو این مضمون را ازینجا گرفتهٔ و فاسد ساختهٔ زیرا که معاقب غیر جانی باید۔ در بیت تو هر دو یکے است و در بیت نابغه جدا است۔

راقم الحروف گوید در شعر ابن شرف تقابل عضو با عضو است نه شخص با شخص مثلاً زبان ناگفتنی گفت و این کس انگشت گزید پس می بایست که زبان را تعذیب می کرد۔ و همچنین چشم نا دیدنی دید یا گوش ناشنیدنی شنید۔ و شاعر را این اعتبارات کفایه می کند و مُلّا محمد سعید اشرف مازندرانی گوید ؎

نگاه گوشهٔ چشمی سوی ما می توان کردن　　نماز وقت بیماری بایما می توان کردن

و برهان الدین قیراطی در همزیهٔ خود گوید ؎

کَمْ سَلَامٍ بِالطَّرْفِ مِنْهَا عَلَیْنَا　　کَصَلٰوةِ الْعَلِیْلِ بِالْاِیْمَاءِ

و شوکت بخاری گوید ؎

تا کیم مژگانِ چشم داغ باشد تیر او　　دیدهٔ زخمِ مرا ابرو بود شمشیر او

و ابن نباته مصری گوید ؎

خَلَقْنَا بِاَطْرَافِ الْقَنَا فِیْ ظُهُوْرِهِمْ　　عُیُوْنًا لَهَا وَقْعُ السُّیُوْفِ حَوَاجِبُ

طرفه آنکه شاعرے بیش از ابن نباته این مضمون را یافته۔ چنانچه علامهٔ تفتازانی در خاتمهٔ فن ثالث از مطول بیان کرده۔

و سید حسین خالص گوید ؎

خونے ز دم تیغ توای شوخ چکید است　　آن خال که بر گوشهٔ ابروے تو پیدا است

ومؤلف کتاب پیش از اطلاع این بیت گفتہ ؎

لَیسَتْ مِنَ المِسْکِ خِیلَانٌ بِوَجْنَتِہٖ　　دَمٌ تَقَاطَرَ مِنْ صِمْصَامِ لَحْظَتِہٖ

وعلماء گفتہ اند کہ اگر ثانی از اول در بلاغت افزون باشد محمود است و اگر دون باشد مذموم ۔ و اگر مساوی باشد فضیلت اول راست وثانی بعید از ذم است۔ بشرطیکہ آثار سرقہ ہویدا نباشد۔

عارف جامی قدس سرہ در بہارستان تحت ترجمۂ سلمان ساوجی میفرماید کہ:-

وے در سلاست عبارات و دقت اشارات بے نظیر افتادہ ۔ در جواب اُستادان قصائد دارد ۔ بعضے از اصل خوبتر و بعضے فروتر و بعضے برابر ۔ وی را معانی خاصہ بسیار است و اکثرے از معانی استادان بہ تخصیص کمال اسمعیل در اشعار خود آوردہ چون ثانی درصورت خوبتر و اسلوب مرغوب تر واقع شدہ محل طعن نیست ؎

معنیِ نیک بود شاہدِ پاکیزہ بدن　　کہ بہر چند در و جامہ دگر گون پوشند

کسوتِ عاربود باز پسین خلعتِ او　　گرنہ در خوبیش از پیشتر افزون پوشند

ہنراست این کہ کہن خرقۂ پشمین ز برش　　بدر آرند و در و اطلس و اکسون پوشند

ومضمونِ این قطعہ را محرر کلمات در بیتے آوردہ و بر منطوق قطعہ شاہدے گزرانیدہ۔ بیت این است ؎

شاہدِ معنی کہ باشد جامۂ لفظش کہن　　نکتہ دانے گر حریرِ تازہ پوشاند خوش است

(۳۹) کلیم ابو طالب

ہمدانی المولد کاشانی الموطن ۔ عارج طور معانی است و مقتبسِ نور سخندانی۔ بیضۂ سخنش ید بیضا است و خامۂ سحر شکنش ہمدست عصا ۔ در جمیع اسالیب نظم قدرت عالی دارد و ہمہ جا داد سخنوری می دہد ولہذا جمعے اورا خلاق المعانی ثانی گفتہ اند

دوبار بسیر ہند شتافت کرت اولی در عہد جہانگیری رسید و با شاہ نواز خان بن میرزا رستم صفوی صحبت کوک گردید۔ بعد چندے (اورا) یاد وطن دامنگیر شد و در سنہ ثمان وعشرین والف (۱۰۲۸) بعراق عجم صرف عنان نمود و "توفیق رفیق طالب" ۱۰۲۸ تاریخ مراجعت خود یافت لیکن بیش از دو سال در آنجا نہ استاد۔ و کرت ثانی شبدیز عزم جانب ہند جلوریز ساخت و با میر جملہ شہرستانی متخلص بروح الامین مصاحب و مربوط گشت و تمتعے برداشت۔ و در مدح او و شاہ نواز خان قصائد غرا پرداخت آخر دست بدامن دولت صاحبقران ثانی شاہجہان اَنَارَ اللّٰہُ بُرْھَانَہٗ زد و در ثنا گستران قوائم سریر خلافت رتبۂ سرحلقگی بہم رساند۔ و بخطاب ملک الشعرائی بلند آوازہ گشت۔ و سالہا در رکاب والا مشمول عواطف بود۔

صاحبقران وقتے کہ از سفر اول کشمیر لوای معاودت برافراخت و چتر سلطنت در قرب مستقر الخلافہ اکبرآباد سایۂ وصول انداخت ساعت در آمدن شہر و جلوس بر تخت مرصعے کہ حسب الامر بصرف یک کرور روپیہ زینت ترتیب یافت۔ و در عرض ہفت سال صورت اتمام پذیرفت۔ وشعراء پای تخت اشعار آبدار در تعریف این سریر بے نظیر پرداختہ اند۔ و مورخان روزگار برخے از ان اشعار در تاریخ نامہا ایراد ساختہ۔ باختیار انجم شناسان روز جمعہ سوم شوال سنہ اربع واربعین والف (۱۰۴۴) مقرر شد۔ وتا رسیدن ساعت در نزدیکی شہر توقف نمود۔ و غرۂ شوال این سال نیر اعظم در نزہتکدۂ حمل خرامید و معانقۂ عید و نوروز نشۂ سرور جہانیان را دوبالا ساخت۔ پادشاہ بتاریخ مقرر داخل شہر شد۔ و بر تخت مرصع جلوس نمود۔ و تا نہ روز جشن عالی انعقاد یافت۔

ابوطالب کلیم در تہنیت اربع و توصیف تخت مرصع قصیدۂ نظم کردہ بپایۂ سریر اعلیٰ معروض داشت مطلعش این است ؎

خجستہ مقدم نوروز و غرۂ شوال — فشاندہ اند چہ گلہائے عیش بر سر سال

قصیده درجۂ قبول یافت۔ وکلیم بمیزان عنایت خسروی سنجیده شد۔ مبلغ پنج ہزار و پانصد روپیہ ہم سنگ برآمد۔ و بآن زبدۂ موزونان انعام شد۔

و در جشن نوروز سال دیگر یعنی خمس و اربعین و الف (۱۰۴۵) حاجی محمد جان قدسی در مقابلۂ قصیده بزر سنجیده شد۔ و ہمین قدر مبلغ ہموزن برآمد چنانچہ در ترجمۂ او گزارش یافت۔

و در سنہ ست و اربعین و الف (۱۰۴۶) باقیا نائینی قصیدۂ تہنیتِ نوروز بعرض صاحبقران رسانید و بزر برکشیده شد۔ و مبلغ پنج ہزار روپیہ مساوی وزن حاصل کرد۔

و بوضوح پیوست کہ قدسی وکلیم بپایۂ سریر شاہی چنانچہ در میزانِ اکرام ہم سنگ بودند در میزانِ انعام ہم رتبۂ مساوات داشتند۔ و چنانچہ این ہر دو از باقیا در موزونِ معنوی راجح اند در موزونِ صوری نیز رجحان داشتند۔

و در جشن وزن شمسی سنہ ثمان و اربعین و الف (۱۰۴۸) در دار السلطنت لاہور کلیم را ہزار روپیہ بصیغۂ جائزۂ شعر عنایت شد

کلیم در آخرِ ایام حیات خود نظم فتوحات صاحبقران تقریب ساختہ رخصتِ کشمیر حاصل کرد۔ و در آن خطۂ بہشت آئین رنگِ اقامت ریخت و بتقرر سالیانہ از سرکار پادشاہی آسوده حال می گزرانید۔

چون الویۂ صاحبقران در سنہ خمس و خمسین و الف (۱۰۵۵) بصوب کشمیر ارتفاع یافت۔ و غرۂ ربیع الاول این سال ظل ورود بر خطۂ کشمیر انداخت۔ ابوطالب کلیم قصیدۂ در تہنیتِ مقدم بسمع پادشاه رسانید و بمرحمت خلعت و دو لیست اشرفی طلاے احمر بہره مند گردید۔

و ہمچنین روزے کہ موکب سلطانی موافق چہارم شعبان ہمین سال از

گلگشتِ کشمیر عطف عنان نمود۔ کلیم را در صلهٔ قصیده دو بیست مهر انعام شد۔
فوت کلیم پانزدهم ذی الحجه سنه احدی و ستین والف (۱۰۶۱) وقوع یافت
و در نزدیکی قبر محمد قلی سلیم مدفون گردید ؎

گفت تاریخ وفاتِ او غنی — طور معنی بود روشن از کلیم
۱۰۶۱ھ

این چند بیت از دیوانِ کلیم نقل می شود ؎

دل دامنِ مجاورتِ چشمِ تر گرفت — با طفلِ اشک صحبتِ دیوانه در گرفت

زان چشم ندیدم که نگاهے بمن افتد — بیمار عجب نیست اگر کم سخن افتد

نه رحم کرد که خونِ دلِ خراب نخورد — غرورِ او ز سفالِ شکسته آب نخورد

کے تمناے تو از خاطرِ ناشاد رود — داغِ عشقِ تو گلے نیست که بر باد رود

دماغ بر فلک و دل بزیر پائے بتان — ز من چه مے طلبی - دل کجا - دماغ کجا

گر قفس تنگ است از بیرحمیِ صیاد نیست — صید از ذوقِ گرفتاری بخود بالیده است

دیدهٔ اُمید را کردی سفید از انتظار — دوستداران را نبود این چشم از دلدارت

هر آنچه رفت ز دستم برون ز دل هم رفت — میانِ دست و دلم چون صدف جُدائی نیست

از جهان بے بهره را نبود تمنا عمرِ خضر — روز کوتاه از برائے روزه داران بهتر است

تو پادشاهِ حسنی - مشمار بوسه بر ما — زیرا که عیبِ شاهان دانستنِ حساب است

هر که خود بین و خود آرا - ز هنر محروم است — همچو طاؤس که پُر زینت و کم پرواز است

سر بر تنِ صدف نبود ز انکه روزگار — یکجا بهیچ کس سر و سامان نمی دهد

کبابِ حُسنِ تو ام قدرِ خط نکو دانم — ز سایه ذوق نکرد آنکه آفتاب نخورد

اغنیا بهره ز اندوختهٔ خود نبرند — که همین تشنه لبی قسمتِ دریا باشد

مژه را داد ز کف چشمِ تو در آخرِ حُسن — تُرکِ مفلس چو شود تیغ ببازار برد

دوستان نازک مزاج و مطلبے نازک دماغ — چون کسے اوقات صرفِ پاسِ خاطرها کند

بتان زصحبتِ ہم می کنند کسبِ غرور — ترا باآینہ ہم آشنا نمی خواہم

دشنام و بوسہ ہرچہ عوض می دہی بدہ — حاشا کہ باتو بر سرِ دل گفتگو کنم

چون رشتۂ گلدستہ بگردِ ہمہ خوبان — گردیدم و یک یار وفادار ندیدم

آخر بیانِ فاختہ ام شد گلو کبود — منت ز خلق بسکہ بگردن گرفتہ ام

از اداے خارجِ ہرکس خجالت می کشم — باکمال بے دماغی من وکیلِ عالمم

نہال سرکش و گل بے وفا و لالہ دورو — درین چمن بچہ اُمید آشیان بندم

مکشاے زبان بہ زخودے را چو بہ بینی — زنہار کہ شمعِ شبِ مہتاب نباشی

(۴۰) معصوم۔ میر معصوم

پسر میر حیدر معمائی کاشی و برادر میر سنجر است۔ صاحب ذہن ثاقب۔ و ہم طرح ابوطالب کلیم و میرزا صائب بود۔

میرزا صائب غزلے می فرماید و یکرنگیِ ہر سہ معنی طراز باہم بیان می نماید ے

خوش آن گروہ کہ مستِ بیانِ یکدگرند — زجوشِ فکر میِ ارغوانِ یکدگرند

نمی زنند بسنگِ شکست گوہرِ ہم — پے رواجِ متاعِ دکانِ یکدگرند

زنند بر سرِ ہم گل زمصرعِ رنگین — زفکرِ تازہ گلِ بوستانِ یکدگرند

سخن تراش چو کردند تیغِ الماس اند — زند چو طبع بکندی فسانِ یکدگرند

بغیرِ صائب و معصومِ نکتہ سنج و کلیم — دگر کہ ز اہلِ سخن مہربانِ یکدگرند

میر معصوم مدتے با حسن خان حاکم ہرات بسر بردہ در عہدِ شاہجہانی قصد ہند کردہ در نواحی بنگالہ اُفتاد۔ اعظم خان ناظم بنگالہ میرزا باعزاز و احترام پیش آمد۔ و لوازم قدرشناسی تبقدیم رساند۔ اعظم خان جدّ ارادت خان واضح است۔ احوال او مجملاً در ترجمۂ واضح سمت وضوح می پذیرد۔

میر معصوم مدتے رفاقتِ اعظم خان برگزید۔ واز موائد احسان او کامیاب گردید
سکۂ سخن باین خوش عیاری رواج می دہد ؎

مرا کشایشِ خاطر نہ از گلستان است کلیدِ قفلِ دلم برۂ بیابان است

ای کہ ہمراہِ موافق زجہان مے طلبی آن قدر باش کہ عنقا ز سفر باز آید

خرابِ ہمتِ خویشم کہ صبح چون گردون گر آفتاب بدستم فتاد شام نماند

نامم قاصد چون برآمد قالب من شد تہی مرغ روحِ من جوابِ نامۂ دلدار بود

بعد تحریر سرو آزاد معلوم شد کہ میر معصوم در سنہ اثنین وخمسین والف (۱۰۵۲)
در ہند وفات یافت۔ وقطعۂ تاریخ فوتش در دیوانِ میرزا محمد علی ماہر بنظر در آمد۔ مادۂ
تاریخ این است مصرع معصوم نزد حیدر و سنجر قدم نہاد۔
۱۰۵۲ھ

(۴۱) شیدا

مؤلد و منشأ او فتحپور از توابع اکبر آباد است۔ صاحب ذہن رسا و فکر آسمان پیما
بود و شعر را بسرعت تمام میگفت۔ وبچشم زدن جواہر فراوان می سفت طبعش در مسلک
سخن طرازی اگرچہ راست می رفت اما از جادۂ حسن خلق انحراف داشت۔
قصیدۂ اعتراضاتے کہ در مقابلۂ قصیدہ حاجی محمد جان قدسی بنظم آوردہ شہرت
تمام دارد۔ وطالبائے آملی و میر الٰہی ودیگر مردم را ہجو کرد۔ چون شیوۂ ہجا
شعار خود ساختہ بود۔ خود نیز ہدف ناوک حریفان می شد۔ مناظرۂ شیخ فیروز باشیدا
مشہور است۔

صاحب تاریخ صبح صادق روایت می کند "عدد اشعارش بصد ہزار رسید"
در اوائل حال چندے رفیق خانخانان بود وایامے ملتزم آستانۂ شہریار
بن جہانگیر بادشاہ۔ بعد ازان در سلک ملازمان صاحبقران ثانی شاہجہان۔

انابر الله سُبْحَانَهُ منحرط شد - و در زمرۂ احدیانِ سرکار والا داخل گردید - و چون مطلع او که ؎

چیست دانی بادۂ گلگون مصفا جوہرے　　حسن را پروردگارے عشق را پیغمبرے

بسمع بادشاہ رسید در غضب آمد بجہت آنکہ اُم الخبائث را در لباسے کہ نباید وصف کرد - و حکم صادر شد کہ از ممالک محروسہ اخراج نمایند - شید اقطعہ عذری املا نمود - و قول عارف جامی قدس سرہ استشہاد آورد کہ ؎

از صراحی دو بار قلقل ــــــ مے　　پیش جامی بہ از چہار قل است

بادشاہ از سرِ عتاب در گذشت ؎

الحق در عہد اکبر بادشاہ و جہانگیر بادشاہ وہنے در بنیاد اسلام راہ یافتہ صاحبقران ثانی از سرِ نو مؤسسِ قوانین شریعت شد و سلطان اورنگ زیب عالمگیر متمم - و این ہر دو بادشاہ غفران پناہ حق عظیمے بر اسلامیان ہند ثابت کردہ اند -

شیدا آخر حال در خطۂ کشمیر گوشہ گیر شد بمواجبے از سرکار صاحبقرانی موظف گشت -

از منظوماتِ اوست مثنوی مسمی بہ دولت بیدار و در برابر مخزن اسرار مطلعش این است ؎

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　آمدہ سر چشمۂ فیض عمیم

درین چمن گل و لالہ شبنم اندود است　　کہ خندۂ گل این باغ گریہ آلود است

بیک دل کے تواں اندیشۂ دنیا و دین کردن　　کہ نتوان ہر دو دستِ خویش در یک آستین کردن

گفتن دعا بہ لف تو تحصیل حاصل است　　با خضر کس نگفت کہ عمرت دراز باد

فسونگر داند آن خاکے کہ از دمی بوی مار آید　　شناسم بوی زلفت را اگر در مشکِ تر پیچی

هوایت در سرے گنجد کہ در زیرِ دم تیغست | چو شمع از جیبِ خود ہر دم سرِ دیگر برون آرد
شہیدِ حسرتِ آغوشت ای نازک بدن گشتم | بجائے موے سر در ماتم بند قبا بکشا

(۴۲) ادہم میرزا ابراہیم بن میر رضی

از اجلۂ سادات ارتیمان من توابع ہمدان است پدرش میر رضی نیز صاحب سخن بود۔ دیوان مختصرے ازو بنظر در آمد۔ طور قدما دارد۔ ساقی نامۂ او شیرین اُفتادہ ازان است ؎

دماغم زمے خانہ بوئے شنید | حذر کن کہ دیوانہ ہوئے شنید
بگیرید زنجیرم اے دوستان | کہ پیلم کند یادِ ہندوستان

دور ازان در اشک بیتابم بمژگان آشناست | دست با سر، سر بزانو۔ پا بدامان آشناست

ادہم بیانے خوش دارد و زبانے دلکش۔ میرزا صائب سخن او را تضمین می کند و می گوید ؎

این جوابِ آن غزل صائبؔ کہ ادہم گفتہ است | گر منش دامن نگیرم خون من خود مردہ بہ

ادہم از جانب مادر صفوی نژاد است۔ در ریعان شباب قصدِ گلگشتِ ہندوستان کرد۔ و در عہد شاہجہانی درین دیار رسیدہ۔ بذریعہ حکیم داؤد مخاطب بہ تقرب خان کہ از امراء عمدۂ شاہجہانی بود باریاب محفل خلافت گردید۔ و نوئینان عظام نظر بہ نجابت خاندان طرف مراعات او نگاہ می داشتند۔ لیکن از بسکہ برندی و بیباکی مجبول بود۔ وسوائے نیز در سر داشت۔ و علانیہ مرتکب مناہی می شد۔ و با اعیان شوخیہا می کرد۔ از مرتبہ افتاد۔ و چون با تقرب خان ہم بے ادائیہا از حد گزرانید۔ خان مذکور او را بحبس فرستاد۔ تا در سنہ ستین و الف (۱۰۶۰) در دار الخلافہ شاہجہان آباد زندان ہستی را بدرود نمود۔

بہارِ سخنش چنین جوش مے زند ؂

رسائی بین کہ چون بر خیزد از جا قدِ رعنایش　　فتد گیسوئے او چون سایۂ شمشاد بر پایش

(۴۳) الٰہی - میر الٰہی

از سادات اسد آباد من توابع ہمدان است - کلامش لطافتے وعذوبتے دارد - و مذاقہا را لذتے خاص می بخشد -

در صفاہان بسیار بودہ - و با حکیم شفائی و آقا رضی صحبت داشتہ - آخر بہ نزہتکدۂ ہند شتافت و در سلک ملازمان شاہجہانی انتظام یافت - بسیار خوش خُلق و درویش مزاج بود - و نزد اکابر معزز و محترم می زیست -

فوتش در سنہ اربع وستین و الف (۱۰۶۴) واقع شد غنی کشمیری این مصرع تاریخ یافت - مصرع بُرد الٰہی ز جہان گوی سخن

سیف کلکش جوہرہا باین خوبی عرض می کند ؂

زمانہ بسکہ مرا خاکسار مردم کرد　　ز آب دیدۂ من می توان تیمم کرد

رباعی

از دوریت ای تازہ گلِ باغِ مراد　　چون غنچہ چیدہ خندہ ام رفتہ ز یاد

گریان چو پیالۂ پُرم در کفِ مست　　نالان چو سبوی خالیم در رہِ باد

(۴۴) یحیی - میر یحیی کاشی

شاعرے است احیاء معانی کارش - و جان در کالبد سخن دمیدن شعارش - از ولایت خود در عصرِ صاحبقران ثانی شاہجہان رہگرائے ہند شد و در ذیل ثنا طرازان شاہی منسلک گردید -

مُلّا عبد الحمید مؤلف شاہجہان نامہ گوید :-

"غرۂ ذی القعدہ سنہ تسع وخمسین والف (۱۰۵۹) میر یحیی شاعر را صد مہر انعام شد انتہی"

وچون قلعہ ارک دارالخلافہ **شاہجہان آباد** باسائر عمارات بصرف مبلغ شصت لک روپیہ درسنہ ثمان وخمسین والف (۱۰۵۸) انجام گرفت۔ وصاحبقران وقت داخل شدن درین عمارات جشن عالی ترتیب داد۔ **میر یحیی** تاریخ برآورد کہ ع

شد شاہجہان آباد از شاہجہان آباد ۱۰۵۸ھ

دران جشن تاریخ از نظر شاہی گزشت وہزار روپیہ صلہ مرحمت شد[۱]

انتقال او در شاہجہان آباد یازدہم محرم سنہ اربع وستین والف (۱۰۶۴) اتفاق افتاد۔

نخل سخن باین نازکی می بندد ؎

بہ بوریا نہ نہی پا کہ از فقیران است | قدم منہ بہ نیستان کہ جای شیران است
زروی آدمیت پند من ناصح نمی داند | کہ من باآن پری خوکرده ام آدم نمی خواہم
مدہ زدست گریبان گوشہ گیری را | کہ مومیائی پای شکستہ دامان است
ہرچہ پایم تا نیفشانم نمی گیرم قرار | درکف زال فلک ہیچو چون پرویزنم
نرمی بسیار خواہد بادرشتان ساختن | مغز خونہا خورد تا دراستخوان جا کرده است
ہمچون غلاف گرد وموافق یکے شوند | با تیغ شان زہم نتوان ساختن جدا
حیاتم بس بود چندان کہ یکشب باگلے باشم | شود چون روز روشن عمر چون شبنم نمی خواہم
ہران نے کاز رو در ناخن دل کرد بود آخر | برائی فرش ایوان قناعت بوریا کردم
نیم از ناوک صیاد آگہ۔ اینقدر دانم | کہ جائے دام اگر خواہی بکامم میتوان کردن
دو لب دو ناخن مرد است تا بہم نرسند | گرہ زخاطر خود وا نمی توان کردن

[۱] مآثر الامرا جلد سوم صفحہ ۹۶۴ مطبوعہ کلکتہ سنہ ۱۸۹۱ء

(۴۵) دانش میر رضی بن میر ابو تراب رضوی مشہدی

شاعرِ عالی جناب است و معنی تازہ یاب۔ زلال فکرش در کمال صفا و شیرینی و نہال بیانش در نہایت نازکی و دلنشینی۔

در عہد شاہجہان پادشاہ با والد خود عازم ہند گردید و در اشتیاقِ ہند گفت ؎

راہِ دورِ ہند پابستِ وطن دارد مرا　　　چون حنا شب در میانِ فتن بہندستان خوش است

بعد وصول ہندوستان باریاب محفل شاہجہانی گشت۔ و در شعبان سنہ خمس و ستین والف (۱۰۶۵) قصیدہ در مدح پادشاہ بعرض رسانید۔ و دو ہزار روپیہ صلہ عنایت شد۔ بیتے از آن قصیدہ این است ؎

بخوان بلند کہ تفسیر آیۂ کرم است　　　خطے کہ از کفِ دستِ مبارکش پیداست

و چندے خود را در ملازمان شاہزادہ دارا شکوہ در آورد و بہ الطاف خاص نوازش یافت۔ شاہزادہ را این بیت او کہ ؎

تاک را سرسبز کن ای ابر نیسان در بہار　　　قطرۂ تا می میتواند شد چرا گوہر شود[۱]

بسیار خوش آمد و لک روپیہ بہائے شعر مرحمت نمود۔

و ایامے در بنگالہ با شاہزادہ محمد شجاع بن شاہجہان نیز بسر برد۔ از انجا رخت سفر بہ حیدر آباد دکن کشید۔ و نزد عبداللہ قطب شاہ والی آنجا اعتبار تمام بہم رسانید۔

میر ابو تراب والدِ میر رضی ہم طبع نظم داشت و فطرت تخلص می کرد۔ و در حیدر آباد سنہ ستین والف (۱۰۶۰) بر بستر تراب خوابید۔ قبر او در دائرۂ

---

[۱] مراۃ الخیال صفحہ ۲۵۸ مطبوعہ کلکتہ۔

میر محمد مومن استرآبادی دیده شُد۔ بر لوح مزار او کنده اند که این رباعی را دم آخر بنظم آورده[1]۔ رباعی

فطرت بتو روزگار نیرنگی کرد | ننواخت بمهر خارج آهنگی کرد
آن سینه که عالمے درو می گنجید | اکنون ز تردّدِ نفس تنگی کرد

و رباعی دیگر از میر رضی که در فراق والد خود گفته هم بر لوح مزار میر ابوتراب تحت رباعی مذکور نقش است رباعی

دانش مکن اعتماد بر عمر دراز | کاید بزمانِ کم بسر عمر دراز
گیرم که چو عیسےٰ بفلک بر شدۂ | آید بچه کار بے پدر عمر دراز

آخر الامر سلطان عبداللہ قطب شاه میر رضی را نائب الزیارة خود مقرر نموده در سنه اثنین وسبعین والف (۱۰۷۲) رخصت مشهد مقدس ساخت که در روضۂ رضویه از جانب سلطان مراسم زیارت بتقدیم رساند و در ازاء این خدمت دوازده تومانِ تبریزی سالیانه از سرکار سلطان باو می رسید۔ نقل فرمان تقرر سالیانه در منشآت حاجی عبد العلی طالقانی که منشیِ سلطان عبداللہ بود۔ بنظر رسید۔

انتقال میر رضی در سنه ست وسبعین والف (۱۰۷۶) واقع شد۔ منتخب دیوانش بملاحظه در آمد و این اشعار منتخب گردید ؎

نمک شناس اسیران گر از قفس رستند | بنخلِ خانۂ صیّاد آشیان بستند

روی ماهِ نو بروی بادۂ گلگون بہ بین | آب عمر افزا بنوش و حُسن روز افزون بہ بین

---

[1] همین رباعی بادنی تغیر در مآثر الامرا جلد دوم صفحه ۵۸۸ مطبوعه کلکته در ترجمه علامهٔ فیضی مذکور است و وفات او در سنه یک هزار و چهار اتفاق افتاده میر ابوتراب در سنه یک هزار و شصت رو داده پس ازینجا باید فهمید که حقیقت حال این رباعی چیست۔

در بزم کنم سیر کہ جائے دگرم نیست | از حلقہ برون چون قدح می سفرم نیست
بتارِ ساز درین بزم نسبتے داریم | خوش اند اہلِ نشاط از ضعیف نالیہا
پرحذر از آفتِ ہم صحبتِ دیرینہ باش | کاش ازاول نبودے شیشہ باسنگ آشنا
صفحۂ دشت بامداد رفیقان طی کن | چون قلم بے دو سہ یارے بسفر نتوان رفت
کشادہ روئی خوبان در آخرِ حسن است | درین چمن ہمہ جا موسمِ خزان باز است
متاب رُخ نفسے تا بجائے خود باشیم | چو عکسِ آینہ ما زندہ از نگاہ تو ایم
شبِ عید است او می بینم قدح در دست رنگینش | شبستانِ حنا امشب چراغ روشنے دارد

(۴۶) مسیح حکیم رکنا کاشی

مسیح و مسیحا و مسیحی تخلص می کند۔ شاعری ست عیسیٰ نفس۔ در تشخیص مزاج معنی زود رس خادمِ طبیعتِ سخن۔ روح آفرین قوالب کہن۔

میرزا صائب نام او را بتعظیم میگیرد و می گوید ؎

این آن غزلِ حضرتِ رکنا ست کہ فرمود | پائے ملخے پیش سلیمان چہ نماید

در فن طبابت نیز یدِ طولیٰ داشت۔ و آثار تخلص خود بظہور می رسانید۔ سالہا از مصاحبان خاص شاہ عباس ماضی بود۔ شاہ مکرر منزلِ او را بپرتوِ قدوم برافروخت۔ آخر مزاج شاہی منحرف شد۔ حکیم کم التفاتی شاہ مشاہدہ کردہ از ولایت برآمد و درین باب گوید ؎

گر فلک یک صبحدم با من گران باشد سرش | شام بیرون می روم چون آفتاب از کشورش

و خود را بدار الامن ہند کشید۔ و در آستانۂ اکبر بادشاہ باسودگی می گزرانید[۱] و در عہد جہانگیری نیز قرین کامرانی و باریاب محفلِ سلطانی بود تا آنکہ بتقریبے جانب

---

[۱] مآثر الامرا جلد دوم صفحہ ۲۸۳ مطبوعہ کلکتہ۔ ترجمہ رحمت خان۔

الہ آباد رفت - وچندے دران مصر حل اقامت افگند -

آخر بار سفر بصوب حیدرآباد دکن بربست - میر محمد مومن استرآبادی وکیل السلطنت محمد قلی قطب شاہ بدیدن حکیم تشریف آورد حکیم برسم تواضع شیشۂ گلاب را غلط کردہ شیشۂ شراب برمیر افشاند - میر آزردہ گشت وحکیم غرقِ عرقِ انفعال شدہ راہ بیجاپور گرفت - ودرانجا نیز زمانہ موافقت نکرد - ناگزیر بہ آردوی جہانگیری معاودت نمود - وبامہابت خان ملازم گشت -

چون صاحبقران ثانی شاہجہان براورنگ فرمانروائی برآمد حکیم قطعۂ تاریخی املاکردہ بعرض رسانید وبانعام دوازدہ ہزار روپیہ کامیاب گردید ازان قطعہ است ؎

پادشاہِ زمانہ شاہ جہان	خرم وشاد وکامران باشد
بہرِسالِ جلوس اوگفتم	درجہان بادتاجہان باشد

۱۰۳۷ھ

ودرسنہ احدی واربعین والف (۱۰۴۱) بنا برکبرِسن التماس رخصتِ مشہد مقدس نمود - وقتِ رخصت بعنایت خلعت وپنج ہزار روپیہ کام دل اندوخت ودرتن رفتن توفیق زیارتِ حرمین شریفین یافت وبایران دیار برگشت - آوجی نطنزی گوید ؎

میانِ ہمنفسان خواستم مسیحا را	ہزار شکر کہ دیدم حکیم رکنا را
سفینۂ سخن ازورطہ برکنار آمد	گزر بساحلِ ایران فتاد دریا را
کہن شراب جوان نشۂ طبیعت او	نویدِ عمرِ طبیعی دہد احبّا را
زمے مباد تہی دستِ ساقیئے کہ رساند	بپای بوس صراحی پیالۂ ما را

بعد ادراک زیارت روضۂ رضویہ بجاذبۂ حب الوطن متوجہ کاشان گردید - دایامے توقف کردہ بہ ارادۂ درگاہِ شاہ صفی روبصفاہان آورد وازشاہ چندان التفات نیافتہ بہ شیراز آمد - پس ازچندے باز رخت سفر بہ کاشان کشید -

میرزا امینائی قزوینی مؤلف شاہجہان نامہ می طرازد کہ :-

" حکیم رکنا بعراق مراجعت نمودہ بدعائے دولت ابد پیوند مشغول گشت - و چون در "
" سلک مدحت سرایانِ این دودمانِ علیہ انتظام داشت - و وارد - در اکثر سنوات "
" او را از روی مرحمت بہ انعامے یاد و شاد می فرمایند- "

وفاتش در سنہ ست وستین والف (۱۰۶۶) واقع شد - این مصرع تاریخ یافتہ اند[۱]

رفت بسوی فلک باز مسیح دُوم
۶۶ ۱۰

کلیاتش قریب بصد ہزار بیت است - معجون سخن چنین مرتب می سازد ؎

اگر خواہی کہ سنجی زورِ فقر و سلطنت باہم ٭ بجبینہای فغفوری بزن کشکول چوبین را
سبزہ پایمال است در زیرِ درختِ میوہ دار ٭ در پناہِ اہل دولت ہست خواری بیشتر
در ہجر یکدو روز صبورم کہ از فراق ٭ چون شاخ نو بریدہ ندارم خبر ہنوز

رباعی

ہرگز نشدم بسوزنی بارِ کسے ٭ وین دیدہ ندوخت چشم بر تارِ کسے
صد شکر کہ در جہان نبستم ہرگز ٭ تحت الحنکی بقصد دستارِ کسے

(۴۷) حاذق حکیم حاذق بن حکیم ہمام گیلانی

واقفِ فن است و نبض شناس سخن - میرزا صائب بتضمین مصراع او مے پرواز دو می فرماید ؎

جوابِ آن غزلِ حاذق است این صائب ٭ بہار دیدم و گل دیدم و خزان دیدم

مولد حاذق فتحپور سیکری است[۱] و در عہد جہانگیری بمنصبے شایستہ سرفرازی داشت - وچون حکیم ہمام باتفاق میر سید صدر جہان پہانوی درزبان اکبری

[۱] مآثر الامرا جلد اول صفحہ ۵۸۷-

بسفارت عبداللہ خان والی توران نامزد شدہ بود۔ صاحبقران ثانی شاہجہان در سال اول جلوس خود حکیم حاذق را بہمان اعتبار نزد امام قلی خان والی توران رخصت فرمود۔ حکیم حاذق بعد ادای سفارت مراجعت نمود و از درگاہِ خلافت بمنصب سہ ہزاری و خدمت عرض مکرر بمعرضِ امتیاز درآمد۔

و پایان عمر در مستقر الخلافہ اکبرآباد گوشۂ انزوا گرفت و بسالیانۂ پانزدہ ہزار روپیہ از سرکار پادشاہی مؤظف گردید۔ وتا سنہ اربع وخمسین والف (۱۰۵۴ھ) سالیانہ او باضافہای متعدد بچہل ہزار رسید۔

حکیم در شوال سنہ سبع وستین والف (۱۰۶۷) در اکبرآباد شربت فنا چشید۔

ادہم خامہ را باین روش جولان می دہد ؎

زگردشِ فلک اسرار مہر ومہ شد فاش　　بیک کلاہ دو سر مشکل است پوشیدن

ما قدر جوانی چہ شناسیم کز اول　　تصویر کشان قامتِ ما پیر کشیدند

بقولِ من نرسید است فعلِ من ہرگز　　خوشا کسے کہ دراز است از زبان دستش

درینجا مجملے احوال سید صدر جہان[1] کہ در ترجمۂ حاذق ضمناً مذکور شد بزبان خامۂ تقریب جو حوالہ می شود

صدر جہاں

مولد ومنشأ سید پہانی است بکسر بائے فارسی و یائے تحتانی در آخر قصبہ ایست از توابع لکھنؤ۔ سید فاضل جید بود۔ وطبعے ظریف و نکتہ سنج داشت۔

ابتداء حال بوساطت شیخ عبد النبی صدر بملازمت اکبر بادشاہ رسید و منصبِ افتاء ممالک محروسہ برو قرار گرفت۔

و در سنہ اربع وتسعین وتسعمائۃ (۹۹۴) پادشاہ او را باتفاق حکیم ہمام نزد عبداللہ خان والی توران بایلچی گری فرستاد بعد تقدیم سفارت معاودت نمودہ

[1] مآثر الامرا جلد سوم صفحہ ۳۴۸۔

درخطۂ کابل پادشاہ را دریافت۔

وپس ازچندے بعطاے منصب صدارت کل برصدر عزت نشست ورفتہ رفتہ بپایۂ امارت ومنصب دوہزاری متصاعد گشت

جہانگیر پادشاہ درایام شاہزادگی چہل حدیث درخدمت سید بخواند۔ شاہزادہ اورا بسیار دوست می داشت۔ روزی سید از قرضداری خود شکایت کرد۔ شاہزادہ با سید وعدہ فرمود کہ اگر نوبت سلطنت بمن می رسد۔ قرض شمارا ادا می کنم۔ یا ہر منصبے کہ خواہید میدہم۔ بعد جلوس سید را مختار کرد۔ او منصب چہار ہزاری درخواست پادشاہ بمنصب مذکور نوازش فرمود۔ وصدارت را نیز بحال داشت۔ و **قنوج** را در اقطاع او تنخواہ کرد۔

سید محسن الزمان نافع الخلق بود۔ درصدارت عہد جہانگیری چندان مددمعاش بمستحقان مقرر نمود کہ **میرزا جعفر آصف خان** بعرض پادشاہ رسانید کہ آنچہ عرش آشیانی **اکبر پادشاہ** درعرض پنجاہ سال بخشید۔ سید در عرض پنج سال بمردم حوالہ کرد[1] صد وبیست (۱۲۰) سال عمر داشت۔ اصلاً درعقل وحواس او فتورے راہ نیافت انتقال او در سنہ سبع وعشرین والف (۱۰۲۷) واقع شد مشہور است کہ ہرگاہ سید بسفارت **توران** رفت پادشاہ وامراء آنجا سید را درفنون بسیارے امتحان کردند مثل خوشنویسی وتیراندازی وشطرنج وغیرہ۔ سید درہر باب کامل عیار برآمد ومردم آن دیار را درحیرت انداخت

اما ملا قاطعی رسالۂ درباب ایلچی گری **حکیم ہمام** و سید صدر جہان ترتیب دادہ دران رسالہ جمیع ہنرہا نسبت بہ **حکیم ہمام** نوشتہ الّا علم مجلس کہ آن را نسبت بسید نقل کردہ۔ وسید بر علماء آنجا غالب آمدہ۔

[1] مآثرالامرا جلد سوم صفحہ ۳۴۸ تا ۳۵۱ مطبوعہ کلکتہ۔

(۴۸) فرج - مُلّا فرج اللہ شوستری

تازہ دماغ نشۂ زود رسی - و انجمن افروز سخن عربی و فارسی است - سید علی معصوم مکّی در سلافۃ العصر کہ تذکرۃ الشعراء عرب جمع کردہ احوال ملا را بطمطراق می نویسد[۱] و میرزا صائب مکرر او را در مقاطع یاد می کند - از انجملہ است ؎

ہمین ز خاک فرج کامران نشد صائب | کہ فیض ہم بظہوری ازین جناب رسید

از وطن مالوف بسیر ممالک دکن خرامید - و در خدمت سلطان عبد اللہ قطب شاہ والی حیدر آباد منزلت و ثروت تمام بہم رسانید

پری زادان سخن را چنین تسخیر می کند ؎

مغان کہ دانۂ انگور آب می سازند | ستارہ می شکنند آفتاب می سازند

در ہوائے بادۂ گلرنگ بیتابیم ما | سالہا شد کز ہوا داران این آیم ما

از رہ بہ بانگ ہرزہ درایان نمی روم | کے می دہد فریب صدائے جرس مرا

گر زیر سپہر یم عجب نیست کہ دریا | در زیر حباب است و فزون تر ز حباب است

ہمیشہ می خورم از خود شکست پنداری | کہ نیمۂ ز دلم شیشہ نیمۂ سنگ است

و از اشعار عربی اوست ؎

لَا غَرْوَ اِنْ لَّمْ تُفْصِحِ الْاَیَّامُ بِیْ | اَلدَّھْرُ اِبْنُ عَطَا وَ اَنِّیَ الرَّآءُ

وَ بِذَا اَجْرٰی طَبْعُ الزَّمَانِ وَ اَھْلِہٖ | دَفْنُ الْکَلَامِ وَ اَھْلُہٗ اَحْیَآءُ

اشارہ است بہ واصل ابن عطا معتزلی کہ الثغ بود یعنی حرف راء را نطق نمی توانست کرد - و نوعی سخن ادا می نمود کہ حرف راء در کلام او نمی آمد و عیب لثغہ بر سامعان منکشف نمی شد تا بحدے کہ ضرب المثل شد - و شعراء در اشعار خود استعمال کردند[۲]

---

[۱] سلافۃ العصر نسخۂ قلمی ورق ۲۸۸ فہرست کتب خانہ آصفیہ فن تراجم نمبر ۵۰ - [۲] ابن خلکان نمبر ۱۹ ۷ حرف الواو مطبوعہ یورپ و کامل مبرد صفحہ ۵۴۷ مطبوعہ یورپ -

ابو محمد خازن گوید در مدح صاحب ابن عباد وزیر ؎

نَعَمْ تَجَنَّبَ لَا یَوْمَ الْعَطَآءِ کَمَا ‏ ‏ ‏ ‏ تَجَنَّبَ ابْنُ عَطَآءٍ لُثْغَۃَ الرَّآءِ

و دیگرے گوید ؎

وَجَعَلْتَ وَصْلِی الرَّآءَ لَمْ تَنْطِقْ بِہٖ ‏ ‏ ‏ ‏ وَقَطَعْتَنِی حَتّٰی کَاَنَّکَ وَاصِلُ

(۴۹) احسن ۔ ظفر خان

میرزا احسن اللّٰہ نام[1] احسن تخلص بن خواجہ ابوالحسن تربتی ۔ خواجہ در عہد اکبر بادشاہ وارد ہند شد و بوزارت شاہزادۂ دانیال و دیوانِ دکن اختصاص یافت ۔ و چون جہانگیر پادشاہ سریر آرا شُد خواجہ را از دکن طلبیدہ اول بخدمت میر بخشیگری نواخت و آخر بتفویض وزارت اعلیٰ و منصب پنج ہزاری ممتاز ساخت و در سنہ ثلث و ثلثین و الف (۱۰۳۳) حکومت دار الملک کابل ضمیمۂ وزارت مقرر گشت و ظفر خان از جانب پدر بہ حکومت کابل مامور گردید ۔

و چون نوبت دارائی ہندوستان بہ صاحبقران ثانی شاہجہان رسید ۔ خواجہ را بمنصب شش ہزاری شش ہزار سوار سرفراز فرمود ۔

و در سنہ اثنتین و اربعین و الف (۱۰۴۲) صوبۂ کشمیر مرحمت شد ۔ و نظر بر آق سقالی و دولت خواہی خواجہ را از رکاب جدا ننمودہ ظفر خان را بہ نیابت پدر رخصتِ کشمیر فرمود ۔

و چون خواجہ نوزدہم رمضان سنہ اثنتین و اربعین و الف (۱۰۴۲) در سن ہفتاد سالگی ودیعت حیات سپرد ۔ صوبۂ کشمیر اصالۃً بہ ظفر خان تفویض یافت و منصب سہ ہزاری و علم و نقارہ مرحمت گردید ۔

---

[1] مآثر الامرا جلد اول صفحہ ۲۳۷ ۔

ظفرخان مدتے بہ حکومت کشمیر پرداخت۔ وملک تبت رامفتوح ساخت[1]۔ و پایانِ عمر در دار السلطنت لاہور فروکش کرد و در سنہ ثلث وسبعین والف (۱۰۷۳) محل بہ صحراے فنا کشید

ظفرخان صاحب جوہر وجوہرشناس بود۔ و سرے بصحبت وتربیت ارباب کمال داشت۔ افتخارش ہمین بس کہ مثل میرزا صائب مادح آستانِ اوست۔

ظفرخان چند جا در مقاطعِ غزل میرزا را یاد می کند از انجملہ است ؎

طرز یاران پیشِ احسن بعد ازین مقبول نیست　　تازہ گوئیہای او از فیض طبعِ صائب است

ہشت عدد قصیدۂ میرزا در مدح ظفرخان بنظر در آمد۔ میرزا تعریف سخندانی او بسیار می کند و پاس نمکخوارگی بجامی آرد۔

دیوان مختصرے از ظفرخان مطالعہ اُفتاد۔ از انجاست ؎

دلم بکوی تو اُمیدوار می آید　　نگاہ دار کہ روزے بکار مے آید

درگوشۂ میخانہ ہمین گفت وشنیداست　　یاران برسانید و ماغے شبِ عیداست

در بتانِ ہند چون او دلبرِ خودکام نیست　　رام رامم گرچہ می گوید ولیکن رام نیست

شادم بدل شکستگیِ خود کہ پیشِ من　　قدرِ دلِ شکستہ چو زُلفِ شکستہ است

گوشۂ چشمی اگر ساقی بما دارد بجاست　　عمرہا در گوشۂ میخانہ خدمت کردہ ام

(۵۰) آشنا۔ عنایت خان

میرزا محمد طاہر نام آشنا تخلص بن ظفرخان مذکور۔ در عہد شاہ جہانی منصب ہزار وپانصدی داشت۔ واحوال سی سالہ شاہجہان را ملخص بقید قلم آورد[2]۔

---

[1] مآثر الامرا جلد ۲ صفحہ ۷۵۸۔ [2] مآثر الامرا جلد ۲ صفحہ ۷۶۲۔

بعد جلوس خلد مکان در کشمیر زاویۂ عزلت گزید و در سنہ احدی و ثمانین و الف (۱۰۸۱) رخت بہ نہانخانہ عدم کشید۔

دیوانش مشتمل بر قصائد و غزلیات و مثنویات و دیگر قسم شعر بنظر در آمد۔ مثنویہاے قصیر متعدد دارد و از انجملہ است ساقی نامہ۔ این بیت ازان است ؎

حکیمانہ ساقی بہ مجلس نشست
چرا نبض مینا نگیرد بہ دست

این چند بیت از غزلیات او فرا گرفتہ شد ؎

الفت میانۂ دو ستمگر نمی شود
دندانِ مار قبضۂ خنجر نمی شود

بسکہ در راہِ فنا با خاک یکسان شد تنم
میتوان ہمچون غبار افشاند از پیراہنم

از حوادث گوہرِ مردانگی کمتر نشد
تیغ اگر در آب و آتش رفت بے جوہر نشد

ہر دم نوید لطف دگر مے دہد مرا
دل مے برد ز دست و جگر می دہد مرا

گر پوستم چو نافہ کشد آسمان بجاست
مو شد سفید و تیرگی دل ہمان بجاست

کشتۂ بدست آور وقت کشتِ مہتاب است
مدعاے میخواران سیرِ عالم آب است

کدام چیز عزیزان ز نیکہ بگیرند
بغیر این کہ ز احوال ہم خبر گیرند

بیا درِ روی تو شبہا کنم نظارۂ ماہ
زرِ سفید بود از برائے روز سیاہ

خلقِ خوشت مرا بہ ثنا خوانی آورد
گل عندلیب را بسخندانی آورد

دولت بوقت تیرگیِ بخت نکبت است
جاروب وقتِ شام پریشانی آورد

تیرہ طبعان لب بینہ صاف بدانند
ذوقِ آئینہ نیست بدرد را

ما بزندانِ غمت خو بانشستن کردہ ایم
گاہ گاہے نالۂ برخیزد از زنجیر ما

لقمۂ چربِ خوشامد نکند رام مرا
دلِ من از سگِ کوی تو وفادار تر است

مرد را تن آسانی باعثِ فنا گردد
زود بگسلد از ہم رشتۂ کہ بیتاب است

از بسکہ دستِ من ز تعلق بریدہ است
رنگِ گرفتہ را بہ حنا باز می دہد

سامانِ دل ز قطعِ تعلق شود زیاد　　گل بیشتر دہد چو کُنی شاخ را قلم
عقل ناچار کشد زحمتِ آلایشِ نفس　　دایہ پرہیز کند طفل چو بیمار شود
طرزِ آئینہ خوش نہ کرد دلم　　عیب پوشی بہ از نمد پوشی است
زدور ساختنِ ابرام سفلہ گردد بیش　　کہ زدد رستنِ مو از پے تراش بود
ہر کجا بودم ز انشہ صفت با خود داشت　　ہرگزم می نتوانست کہ بیخود سازد
تا درون پر بود از تفرقہ دل وا نشود　　چون پر آشوب بود شہر دکان نکشایند
چشم بسانِ آئنہ در عیب خلق نیست　　پیوستہ ہمچو عکس خودم در کمینِ خویش
نیست نازک طینتان را طاقتِ سیمای خویش　　دیدۂ نرگس ندارد تاب سیمای چراغ
چند چون رشتۂ تسبیح شوی سرگردان　　نتوان کرد سر رشتہ ز تقدیر برون

(۵۱) صائب۔ میرزا محمد علی تبریزی اصفہانی

امام غزل طرازان و علامۂ سخن پردازان است۔ ازان صبحے کہ آفتاب سخن در عالم شہود پرتو افشاندہ معنی آفرینی باین اقتدار سپہر دوار بہم نرساندہ۔ چنانچہ خود گوے دعوی در میدان می اندازد و می طرازد ؎

زصد ہزار سخنور کہ در جہان آید　　یکے چو صائب شوریدہ حال برخیزد

حامل لوائے فصاحت۔ منشأ اعلاء کلمۂ بلاغت۔ نور نجابت از ناصیۂ کلامش پیدا و لمعۂ شرافت از سیمائے بیانش ہویدا۔ فوج فوج مضامین برجستہ منقاد جنابش۔ خیل خیل معانی بیگانہ بندۂ حاضر جوابش۔ ذوق سلیم در حدیقۂ اشعارش بنو برکردن مسرور۔ ذہن صحیح در خزینۂ افکارش بدولت تازہ اندوختن مغرور۔ فکر نیرنگش موجد عبارات رنگین جعل بسیطش مخترع تراکیب دلنشین۔ زلال تقریرش در کمال روانی۔ لآلی تعبیرش در نہایت غلطانی پایۂ دقتِ خیال باوجِ کمال رسانیدہ۔ معہذا اصلا اثر تکلف گرد کلامش نگردیدہ۔

واین کیفیت درکلام فصحاء دیگر کمتر توان یافت -

قصیده و مثنوی ہم دارد اما مشاطۂ فکرش بہ تزیین عروس غزل بیشتر پرداختہ - و این غزل رعنا را بطرز تازہ و انداز خاص جلوہ افروز ساختہ - چنانچہ خود می فرماید ؎

غزل گوئی بہ صائبؔ ختم شد از نکتہ پردازان | رباعی گر مسلم شد ز موزونان سحابی را

ونیز می فرماید ؎

غزل نبود باین رتبہ ہیچگہ صائبؔ | نوائے عشق در ایام من کمال گرفت

واز جملہ شرائف اوصاف میرزاست کہ باوصف این جلالت شان از شعراء معاصرین و متقدمین ہر کرا در اشعار خود یاد کردہ بخوبی یاد کردہ و تیغ زبان را بازخم ہیچکس آشنا نساختہ و خود می فرماید ؎

بہ مور وقت سخن دست طرح دہ صائبؔ | گرت ہواست سلیمان این جہان باشی

پدرش از کدخدایان معتبر تبارزۂ **عباس آباد اصفہان** است میرزا در دارالسلطنت **اصفہان** نشو و نما یافت - و بہ کثر فرصت درشش جہت عالم کوس سخندانی زد - و در عین شباب آخر عہد جہانگیری متوجہ ہندوستان گردید - چون وارد دارالملک کابل گشت - ظفر خان کہ بہ نیابت پدر خود **خواجہ ابوالحسن تربتی** ناظم **کابل** بود، میرزا را بہ کمند حسن خلق صید کرد[1] - ولوازم قدرشناسی نوعے کہ باید بہ تقدیم رسانید - چنانچہ شمۂ ازین ابیات میرزا مستفاد می شود ؎

کلاہ گوشہ بخورشید و ماہ می شکنم | باین غرور کہ مدحت گر ظفر خانم
ز نوبہار سخایش چو قطرہ ریز شوم | قسم خورد بسر کلک ابر نیسانم
بلند بخت نہالا بہار تربیتا | کہ از نسیم ہوا داریت گلستانم
حقوق تربیتت را کہ در ترقی باد | زبان کجاست کہ در حضرتت فرو خوانم

---

[1] مآثرالامرا جلد ۲ صفحہ ۷۶۱ -

تو پای تخت سخن را بدست من دادی | تو تاج مدح نهادی بفرق دیوانم
زروی کرم توجوشید خونِ معنی من | کشید جذب نوا این لعل از رگ کانم
تو جان زدخل بجا مصرعِ مرادادی | تو در فصاحت دادی خطاب سحبانم
زدقّت تو معنی شدم چنان باریک | کہ میتوان بدلِ مور کرد پنهانم
چو زلف سنبل ابیات من پریشان بود | نداشت طرۂ شیرازه روے دیوانم
تو غنچه ساختی اوراق باد بردۂ من | وگرنه خار نمے ماند از گلستانم
تو مشت مشت گہر چون صدف بمن دادی | چو گل تو زر بسپر ریختی بدامانم

چون حکومت کابل در اوائل جلوس صاحبقران ثانی شاهجهان به لشکرخان تفویض یافت۔ وظفرخان بادراک عتبۂ خلافت شتافت میرزا نیز به رفاقت ظفرخان به سیر هند خرامید

چون رایات صاحبقران در سنه تسع وثلثین والف (۱۰۳۹) جانب دکن باهتزاز در آمد۔ میرزا باظفرخان در رکاب موکب سلطانی سرے بدیار دکن کشید۔ از انجا که شهر برهان پور گرد بسیار دارد میرزا در حق این شهر مے فرماید ؎

توتیا سازد غبارِ اگره و لاهور را | چشم من تا خاکِ گرد برهان پور خورد

و چون سید لشکر محمد عارف از مشاهیر اولیا درین شهر آسوده اند توجیه گرد از خاطر فقیر چنین برخاست ؎

فتاد بسکه گذر لشکرِ محمد را | غبار خیز بود کوچهائے برهان پور

و در ایام اقامت برهان پور پدر میرزا خود را از ایران به دیار هندوستان رسانید تا او را بوطن مالوف برد۔ چون خبر قدوم پدر بمیرزا رسید۔ قصیدۂ در مدح خواجه ابوالحسن انشا کرد و رخصت وطن التماس نمود و در آنجا می گوید ؎

شش سال بیش رفت که از اصفهان بهند | افتاده است توسن عزم مرا گزار

هفتاد ساله والدِ پیر است بنده را | کز تربیت بود بمنش حق بیشمار
آورده است جذبۂ گستاخ شوق من | از اصفهان به اگره و لاهور اشکبار
زان پیشتر کز اگره بمعمورۂ دکن | آید عنان گسستہ تر از سیل بے قرار
این راه دور را ز سرِ شوق طے کند | باقامتِ خمیده و با پیکرِ نزار
دارم امید رخصتی از آستانِ تو | ای آستانت کعبۂ اُمید روزگار
مقصود چون ز آمدنش بردنِ من است | لب را بحرف رخصتِ من کن گہر نثار
باجبہۂ کشادہ تر از آفتاب صبح | دستِ دعا بدرقۂ راہ من برار

اتفاقاً موکب صاحبقران عنقریب در سنہ احدی واربعین والف (۱۰۴۱) از دکن به اکبر آباد عطف عنان نمود۔ هژدهم محرم سنہ اثنین واربعین والف (۱۰۴۲) ظفر خان را حکومت کشمیر بہ نیابت خواجہ ابو الحسن مفوض گردید۔ میرزا محمل سفر باظفر خان بربست وپس از گلگشت کشمیر جنت نظیر عازمِ ایران دیار گشت وتا آخر ایام حیات نزد سلاطین صفویہ مکرم ومبجل زلیست۔ ودر مدائح ایشان قصائد غرا پرداخت۔

وفاتش در سنہ ثمانین والف (۱۰۸۰) اتفاق اُفتاد ودر اصفهان مدفون گردید وغزل میرزا کہ مطلعش این است ؎

در هیچ پرده نیست نباشد نوای تو | عالم پُر است از تو وخالیست جائے تو

برطبق وصیت بر سنگ مزار او کہ یک قطعۂ سنگ مرمر است کنده شد

راقم الحروف گوید ؎

عندلیبِ نغمہ پردازِ فصاحت صائبا | رفت ازین عالم بسوی روضۂ دار السلام
خامۂ آزاد انشا کرد سالِ رحلتش | بلبل گلزار جنت صائبِ عالی کلام ۱۰۸۰ھ

دیوان میرزا قریب هشتاد هزار بیت بخط ولایت بنظر رسیده ومیرزا سی وسه

غزل متفرق بخط خاص بر حواشی آن نسخهٔ قلمی فرمودهٔ اشعارش عالمگیر است و مستغنی از تحریر۔ چند بیت بنا بر التزام پیرایهٔ این مقام می شود ؎

زبانِ لاف رسوا می کند ناقص کمالان را — که رو بر خاک مالد پر فشانی بسته بالان را
نه از رویِ بصیرت سایهٔ بالِ هما اُفتد — سیه مست است دولت تا کجا خیزد کجا اُفتد
از تماشایِ پریشانِ جهان دلگیر باش — واله یک نقش چون آئینهٔ تصویر باش
هیچ همدردی نمی یابم سزائے خویشتن — می نهم چون بید مجنون سر بپایِ خویشتن
رنگین تر از حناست بهار و خزانِ ما — بر دستِ خویش بوسه زند باغبانِ ما
جلوهٔ برق است در میخانه هشیاری مرا — از پے تغییر بالین است بیداری مرا
مَی خورد با دیگران مستانه بر ما بگذرد — در فرنگ این ظلم و این بیداد حاشا بگذرد
ای که فکرِ چارهٔ بیمارِیِ دل مے کنی — نسبتِ خود را بچشمِ یار باطل می کنی
عشق سازد ز هوس پاک دلِ آدم را — دزد چون شحنه شود امن کند عالم را
سخت می خواهم که در آغوش تنگ آرم ترا — هر قدر افسردهٔ دل را بیفشارم ترا
از جوانی داغها در سینهٔ ما مانده است — نقش پایِ چند زین طاؤس بر جا مانده است
ز پیریِ حرصِ دنیا نفس طامع را دو بالا شد — گدا را کاسهٔ دریوزه از کوزی مثنی شد
پا از گلیم خویش نباید دراز کرد — تیغ ستم به بین چه بزلف ایاز کرد
که حالِ دردمندان پیشِ چشمِ یار می گوید — که حرفِ مرگ بر بالین این بیمار می گوید
اهلِ کمال را لبِ اظهار خاموشی است — رمنت پذیر ماه تمام از هلال نیست
ای خوبیِ اُمید باین دستگاهِ حُسن — این یک دو بوسه گر نه شماری چه می شود
رمزی ست ز پاسِ ادبِ عشق که مرغان — شب نوبتِ پرواز به پروانه گزارند
نقش پایِ رفتگان هموار سازد راه را — مرگ را داغِ عزیزان بر من آسان کرده است
مکن اعانتِ ظالم ز ساده لوحیها — که تیغ سنگ فسان را سیاه می سازد

در طلب ما بے زبانان اُمّتِ پروانہ ایم | سوختن از عرض مطلب نزد ما آسان تراست
عقل کامل می شود از گرم و سردِ روزگار | آب و آتش می کند صاحب برش شمشیر را
ز صدق و کذب سخن سنج را گزیری نیست | چو صبح تیغ جہانگیر ما دو دم دارد
با خبر باش کہ دل از خمِ زلفت نبرد | دُرِّ گوشِ تو یتیمی است کہ در عالم نیست
مصرعِ رنگین بمطلع می رساند خویش را | ہر کہ کسبِ آدمیت کرد آدم مے شود
ما حباب آلودگان را جرأتِ پرواز نیست | رگرد سر گردیدنِ ما گردِ دل گردیدن است
صفای سینہ مرا در حرم کند قندیل | چہ شد برون ز فرنگ آمد است شیشۂ ما
نیرنگ چرخ بین گلِ رعنا درین چمن | خونِ دل از پیالۂ زر می دہد مرا
صائب ز ملائک مطلب رتبۂ انسان | آئینۂ بے پشت چہ دیدار نماید

(۵۲) غنی۔ مُلّا محمد طاہر اشئوی کشمیری

اشئی قبیلہ ایست از قبائل معتبر کشمیر۔ از بدو شعور در حلقۂ درس مُلّا محسن فانی کشمیری تلمذ نمود۔ چون طبع بلند داشت در کمتر روزگار حیثیتے شایستہ بہم رسانید۔ آخر بغواصی بحر سخن اُفتاد و جواہرے کہ بنقد جان توان خرید بیرون آورد۔ میرزا صائب کلام او را تضمین می کند و می فرماید ؎

این جواب آن غزل صائب کہ می گوید غنی | یاد ایامی کہ دیگ شوق ما سر پوش داشت

غنی بغناء طبیعی مجبول بود و با وصف بے دستگاہی بحضور خاطر بسر می برد۔ ازینجاست کہ غنی تخلص میکند

مُدّۃُ العُمر در شہر خود گزرانید۔ و در سنہ تسع وسبعین والف (۱۰۷۹) دامن از عالم سفلی برچید

دیوانش سائر و دائر است۔ چند بیت بنا بر ضابطہ ثبت اُفتاد ؎

عاشقان را جنبشِ مژگانِ چشمِ یار کشت | عالمے را اضطرابِ نبضِ این بیمار کشت
توانگر را نه زیبد لب بخواہش آشنا کردن | چون نبود دست خالی بد نما باشد دعا کردن
سیلی نخوری تا ز کفِ اہلِ زمانہ | چون مُہرۂ شطرنج مرو خانہ بخانہ
تا توانی عاشقِ معشوق ہر جائی مشو | می کند خورشید سرگردان گل خورشید را
سایہ اگر سایۂ کوہ است سبک می باشد | کسب تمکین نکند سفلہ ز ارباب وقار
با تو نزدیکم ولے دورم ز فیض عام تو | موم در زیرِ نگین خالی ست از نقشِ نگین
از کشتہ شدن چہرۂ عاشق نشود زرد | این داغ بہ پیشانیِ سیماب نہادند
در دمِ صبح غنی پیرِ فلک مے گوید | کہ قضا نان دہد آن وقت کہ دندان گیرد
نیست چون مُہرۂ نرد م ہوسِ قصر بلند | خانہ ام ساختہ از ریختن رنگ بود
خاطرِ او از غبارِ لشکرِ خط جمع نیست | ہر دم آن زلف پریشان شانہ بینی می کند
رفتیم سوی یار و ندیدیم روی یار | مانند رہروے کہ رود سوے آفتاب
گر تیغ بر سرم رود از جا نمے روم | لیکن چو کوہ نالہ ز زخمِ زبان کنم
غنی چو سایۂ مرغِ پریدہ در رہِ شوق | اگر بخاک بیفتم نیفتم از پرواز
چشمِ کرم مدار ز شاہان کہ جز نمد | آئینہ خلعتے ز سکندر نیافت است
از نزاکت او فتد مضمونِ من | گر بمضمونِ کسے پہلو زند
چراغ مجلسم نبود مرا تابِ جدل با کس | اگر در پیش من دم میزنی خاموش می گردم
ز مضمون بردنِ یاران نمی باشد غمے ما را | چنان بستیم معنی را کہ نتواند کسے بُردن
سعی بہرِ راحتِ ہمسایہا کردن خوش است | بشنود گوش از برای خوابِ چشم افسانہ را

راقم الحروف را ہم مضمونے مناسب مضمونِ غنی بہم رسیدہ کہ ؎

محنتِ ہمسایہا بر خود گرفتن خوش نماست | از برای چشم بینی زیر بار عینک است

مخفی نماند کہ چنانچہ گوش از استماع افسانہ افادۂ خواب چشم می کند خط خود ہم

که سمعِ قول مرغوب باشد مستوفی می گیرد۔ بخلاف بینی که عینک را حسبۃً للہ بر می دارد۔ و برای نفع همسایه دیده و دانسته خود را در شکنجه می کشد۔

(۵۳) ناظم هروی

عمدۂ ناظمان جواهر معانی۔ و زبدۂ گهر نبدان عرائس سخندانی است۔ در خدمت عباس قلی خان ولد حسن خان شاملو اعتبار عظیم داشت۔ و همت بفیض رسانی مردوم می گماشت

برهان استعدادش مثنوی[۱] "یوسف زلیخا" ست که یوسف سخن را از چاه و زندان وا رهانده و بمصر بلند پایگی برده بر تخت نشانده اتمام این کتاب در سنه اثنین و سبعین والف (۱۰۷۲) شده است سنبل شعرش کاکلے می افشاند ؎

خواهم که رخشِ بد عملِ زهد پے کنم تسبیح تازیانۂ گلگون مے کنم

ز سیرِ باغ و زندان بر نیاید کام سودایم نه شاخ سنبلے بر سر نه زنجیری است در پایم

کنی تا چند خواب ای مستِ غفلت نالۂ سر کن سرِ مینای دل بگشا دماغ دیدۂ تر کن

پیالۂ مَی ازین شیوه آبرو دارد بدستگیریِ اُفتادگان ز پا منشین

قطرۂ آبی کف خونی شد و بر خاک ریخت آدم خاکی چه طرف از عالمِ ایجاد بست

بیقراری عضو عضوم را بکامِ دل رساند زخم تیغت بر تنم چون ماه نو سیاره شد

بسکه از بے اعتباریهای خود شرمنده ام آنچنان سوی تو می آیم که گویا مے روم

(۵۴) واعظ میرزا محمد رفیع قزوینی

نوادۂ مُلّا فتح اللہ واعظ قزوینی است۔ پایۂ تعریفش ازان رفیع تر که بسلم قلم

---

[۱] این مثنوی از بسکه نادر الوجود است و در کتب خانۂ آصفیه حیدرآباد دکن موجود۔

توان رسید۔ وشرفۂ توصیفش ازان بلند ترکہ ببال اوراق توان پرید لآلی منظوماتش درکمال خوش جلائی۔ وجواہر منثوراتش درنہایت بیش بہائی۔

حجّت کمالش کتاب **ابواب الجنان** است کہ قماش سخن رادرنہایت نازکی بافتہ۔ وباتفاق جمہورکتابے باین خوش بیانی درباب مواعظ ترتیب نیافتہ۔ اماعمرش باتمام این کتاب وفانکرد۔ فرزندش **میرزا محمد شفیع** کہ تلمیذ والدخوداست مجلد ثانی بہ انجام رسانید۔ این مجلد دربیان فضائل اعمال است لیکن بہ آن رنگینی وخوش انشائی نیست

مطالعۂ دیوان واعظ طبع رادر اہتزاز آورد۔ این چند غزال ازختن افکارش مے آید ؎

اززبانِ کلکِ نقاشان شنیدم بارہا	بے زبانِ نرم کے صورت پذیرد کارہا
این قدرطولِ امل رہ میدہی دردل چرا	مصحفِ خودرا باین خط می کنی باطل چرا
آزادہ بہراہی کس بند نگردد	خاصیّتِ سرواست کہ پیوند نگردد
بریدن ازجہان سرمایۂ اززندگی باشد	کہ افزون قیمت شمشیر ازبرّندگی باشد
حرفے اگربعاشق بے تاب مے زند	شرمش طپانچہ برگلِ سیراب مے زند
سربرون آورد عکس ازروزنِ آئینہ گفت	فیضِ صحبت می تواند سنگ راآدم کند
نیک خواہان درجہان مکروہ طبعِ مردم اند	جز ترش روئی نہ بیند شربت ازبیمارہا
روزگار آخر ستمگر را ستمکش مے کند	شیشہ می سازد مکافاتِ شکستن سنگ را
اگرخورشیدِ رخسارِ تودرپیشِ نظرباشد	چوماہِ نوزپیری می روم سوی جوانیہا
دست برداشتنِ وقت دُعا ایمائیست	کہ شفاعتگرِ مابیشِ خدا دستِ تہی است
زابنای جنس خود بحذرباش زانکہ آب	باآن سرشتِ پاک بآئینہ دشمن است
فروتنی بخدا زود ترکند نزدیک	کہ زود قطع شود راہ چون سرازیراست

فیض پروانگیِ محفلِ ما چون نکند | که چراغش زصفائیِ قدم یاران است
غم گوارا تر بود آزادگان را از سرور | آب تلخی بیدرا باشد به از آبِ نبات
سخنوری نتوان بے سخن شنو کردن | سخن بگوش بود بیش از زبان محتاج
شود از عزل ۔ طبعِ ظالم معزول ظالم تر | کمان را زه گرفتن بیشتر پرزور می سازد
آزاد نیستند بدولت رسیدگان | گردید پاے بند نگین تا سوار شد
گر تہی دستی نہ و آعظ مایۂ دیوانگی است | چیست باعث کز درختان بید مجنون میشود
گشت داغم دلنشین تر در ہواے نو بہار | زانکہ بہتر مہر گردد صفحہ چون نم مے شود
باشد از بے خانمانان برگِ عیشِ اغنیا | زندگانی شہر از پہلوی صحرا مے کند
یاد گیر از بید مجنون شیوۂ اُفتادگی | گر گزارند اَرّہ بر فرقِ تو سر بالا مکن
ظالم چو اُفتد از کار اُستادِ ظالمان است | سر حلقۂ کمانہاست چون شد کبادہ
صد حیف که ما پیرِ جہان دیدہ نبودیم | روزیکه رسیدیم به ایّام جوانی
ظاہر آرائی نباشد شیوۂ روشن دِلان | میرد آتش از برائی جامۂ خاکستری
نیست جز خجلت از احباب تہی دستان را | بید را جز عرقِ بید نباشد ثمرے

(۵۵) رفیع میرزا حسن

شاعرِ رفیع المقدار و منشی کامل عیار بود ۔ اصلش از قزوین است ۔ مدتہا باقامت مشہد مقدس سعادت حاصل کرد لہذا به مشہدی شہرت گرفت

بعد از آن که منازل علوم رسمی طی کرد و دستمایه فنون بہم رساند ۔ نزد نذر محمد خان والی بلخ رفت ۔ و بمنصب انشا امتیاز یافت ۔

آخر عازم ہند شد و چہاردہم رجب سنه اربع و خمسین و الف (۱۰۵۴) بآستان بوس صاحبقران ثانی شاہ جہان دولت تازہ اندوخت و در ملازمت اول بخلعت

وانعام سہ ہزار روپیہ کامیاب گشت - و در سلک بندگانِ درگاہ در آمد - و در جشن وزن شمسی بیست و چہارم ربیع الاول سنہ ست و ستین و الف (۱۰۶۶) مثنوی تہنیت جشن بعرض رسانید - و مبلغ ہزار روپیہ بر سبیل جائزہ مرحمت شد -

و در عہد عالمگیری بخدمت دیوانی و بیوتاتی کشمیر مامور گردید - انجام کار بعد ز کبرِ سن از نوکری استعفا نمود و از سرکار پادشاہی وظیفہ تقرر یافت - و در دار الخلافہ شاہجہان آباد وظیفہ حیاتش منقطع گردید -

عندلیب قلم زمزمۂ او می سراید ؎

آنہا کہ خواب راحت بر خود حرام کردند
چون شمع کار خود را یک شب تمام کردند

سہل باشد لذتِ خاری کہ در پیراہن است
داغم از ماہیے کہ او در اخارہا جزو تن است

دل منہ بر اُلفتِ دشمن کہ تا گرم است آب
گرچہ می جوشد باتش لیک با او دشمن است

خار را آتش توان زد تا نگیرد دامنے
من نمی یابم علاج خار دامنگیر حلیست

نیم بسمل شدہ مرغی بکف آرم کہ مرا
در خورِ حالتِ خود نامہ برے در کار است

بدام زلفِ تو عالم تمام در بند است
کسی کہ باز بود دیدۂ تماشائی است

قفای آینہ را بہ ز روی آینہ دان
کہ رو برو نشود با کسے کہ خود بین است

(۵۶) ناصح میرزا عرب تبریزی

نکتہ طراز ممتازہ است و مصداق ترانۂ عندلیب شیراز کہ مصرع

"ہر آنچہ ناصحِ مشفق بگویدت بپذیر"

یعنی کلام او شنیدنی است - و جرعۂ جام او چشیدنی -

میرزا صائب مکرر شعر او را تضمین می کند و در مقطعی می فرماید ؎

این جواب آن غزل صائب کہ ناصح گفتہ است
تا لبِ ساغر بخونِ من گواہی می دہد

فی الجملہ تحصیل کردہ در عباس آباد متوطن بود۔ وبشیوۂ تجارت اشتغال داشت۔
اشعار بسیار از ناصح بنظر رسیدہ۔ سواد کلامش سرمہ درچشم ورق می کشد ؎

بہ سرمہ رام نگردید چشم جادویش — کہ از دو میل سیاہی رمید آہویش

در زندگی بمرگ کشیدہ است کارِ ما — خوابِ گرانِ ما شدہ سنگِ مزارِ ما

در حقیقت دلِ بیرحم ندارد مغزے — پستہ را کہ نباشد لبِ خندان پوچ است

رباعی

نادان غلطش ز سستی رائے خود است — بے قدریش از پستی کالای خود است

بر مرکب چوبین چو شود طفل سوار — خوش راہی و بدراہیش از پای خود است

(۵۷) سالک ـ محمد ابراہیم قزوینی

سالکِ مسالک خوش بیانی۔ و مخترعِ عجائب وغرائب معانی است۔ مدتے در صفاہان اقامت داشت۔ و با صاحب کمالانِ آنجا سرگرم صحبت بود۔
آخر عازمِ ہندوستان گردید و بواسطۂ ربط قدسی و کلیم سرمایۂ جمعیتے اندوخت و بوطن مانوس مراجعت کرد۔ خویشانِ او آنچہ داشت ہمہ را واکشیدند۔
ناگزیر کرت ثانی خود را بہ ہندوستان رسانید و مدتے اقامت گزید۔ و باز بجاذبۂ وطن بہ قزوین برگشت۔ و ہمانجا درگزشت۔
عنبرِ کلامش چنین بوی می دہد ؎

مہر و کین شوخیِ چشمانِ ترا آئین است — این دو بادام یکے تلخ و گر شیرین است

چہ ذوقِ چاشنیِ دردِ عافیت جو را — کہ شیر ہم شکر آب است طفل بدخو را

عرقِ سعی محال است بجائے نرسد — ابر را آبلۂ دست گہر می گردد

رخصت بہ چشیدنِ سستیِ قاتل ندادہ ایم — گلگون دواندہ بر دمِ شمشیر خونِ ما

استخوانِ من ومجنون بہ تفاوت بردار — اے ہما چاشنیِ درد فراموش مکن

بے برگیِ من فکرِ سرانجام ندارد — چون شمع تمام است بیک ترک کلاہم

(۵۸) سالک یزدی

رہ نوردِ قلم وخوش مقالی است وتیز روِ جادۂ باریک خیالی۔

آغاز حال درشیراز بود۔ شانہ رنگ می کرد۔ آخر بکسوت درویشان برآمدہ سرے بہ صفاہان کشید۔ وچندے رحل افگند۔

ازانجا بولایت دکن اُفتاد و درخدمت قطب شاہ والی حیدرآباد می گُزرانید چون طائفۂ مغلیہ راازانجا برآوردند بدارالخلافہ شاہجہان آباد آمد۔ مُلّا شفیعائی یزدی بپاس ہموطنی رعایتِ بسیار نمود۔ ودرسنہ ست وستین و الف (۱۰۶۶) بہ ملازمت صاحبقران ثانی شاہجہان رسانید۔ ودرسلک مدحت گزاران منتظم ساخت۔

مُلّا شفیعائی یزدی مخاطب[۱] بہ دانشمند خان درعہد شاہجہانی بمنصب سہ ہزاری فائز بود۔ ودرزمان عالمگیری بمنصب پنج ہزاری ووالامرتبۂ میر بخشیگری متصاعد گشت ودرسنہ احدی وثمانین والف (۱۰۸۱) درگزشت۔

سہیل طبعش عقیق سخن راچنین رنگ می دہد ؎

درہوائے عشق پروردم دلِ دیوانہ را — چون سپند از بہر آتش سبز کردم دانہ را

آشنائی کہنہ چون گردید بے لذّت بود — کوزۂ نو کید وروزے سرد سازد آب را

نوای نالۂ نے می رسد بغارتِ ہوش — تو برق تازیِ این نے سوار را دریاب

درخورِ خرچ بود دخل زدیوانِ قضا — نرود تا نفسے کے نفسے می آید

---

[۱] مآثر الامرا جلد ۲ صفحہ ۳۰۔

زبانِ ہرزہ درایان توان بنرمی بست | کہ پنبہ سرمۂ خاموشی جرس باشد

(۵۹) صیدی - میر صیدی طہرانی

صیدبند وحشیان خیال است و دام نہ فراوان غزال - فرع شجرۂ سیادت است و صاحب انواع حیثیت -

ازصفاہان بہ ہند خرامید و پنجم ربیع الاوّل سنہ خمس وستین والف (۱۰۶۵) بہ ملازمت صاحبقران ثانی **شاہجہان** مباہی گشت و قصیدۂ کہ بمدح شاہی پرداختہ بود بعرض رسانید - ہزار روپیہ صلۂ قصیدہ مرحمت شد مطلعش این است ؎

زہے جہانِ خدارا سپہر عدل وکرم | بزیر سایۂ قدرِ تو نیّرِ اعظم

سرخوش گوید:- روزے **جہان آرا بیگم بنت شاہ جہان** بسیر باغ صاحب آباد می رفت - میر صیدی از بام سرراہ ببانگ بلند مطلعِ خود برخواند[1] ؎

برقع برخ افگندہ برد ناز بباغش | تانکہتِ گل بیختہ آید بہ دماغش

بیگم شنیدہ مسرور گردید - و پنجہزار روپیہ صلہ عنایت فرمود -

دیوان صیدی بمطالعہ درآمد - قصاید در مدح صاحبقران **شاہ جہان** دارد و مثنوی در تعریف کشمیر موزون ساختہ - درصعوبت راہ کشمیر گوید ؎

زبیم جان در و صد جا زیادہ | شود از باد بوی گل پیادہ

توان بہمتِ مردان دو صد سپاہ شکست | بزور خود نتوان گوشۂ کلاہ شکست

درعشق ہرکہ ہست مہیاّے جنگ ماست | بر روی ماکسیکہ نہ استاد رنگ ماست

ماکہ باشیم کہ دربزم تو داخل باشیم | دولتِ ماست کہ حسرت کشِ محفل باشیم

ہرکہ خواہد نظرِ بد بہ جمالِ تو کند | آن قدر عمر نیابد کہ خیالِ تو کند

---

[1] نتائج الافکار صفحہ ۲۰۶ مطبوعہ مدراس ۱۸۴۳ء۔

تنہا نگشتہ بی تو زبانم بکام بند | چون رنگِ گل شد است شرابم بجام بند
مارا به برگ سبز کجا یاد می کند | آن گل که منع بوی خود از باد می کند
صیاد ما بنای ستم تازه کرده است | مرغی که پر شکسته شد آزاد می کند
غم زبی مہری او نیست که یکچند نہال | سایۂ مرحمتِ خویش پریشان دارد
کمتر از برگی نباید بود در تسخیر دل | می کند از خود نہالی را که پیوندش کنند
میانِ آشتی و جنگ ہم مقام خوش است | تغافلِ نگہ آمیز صد ادا دارد
خود را بچشمِ آینہ دیدی و سوختیم | با آنکہ اضطراب مرا عذر خواہ شُد
صورتِ دیوارہم درعالمِ خود زندہ است | ہرکسے را جامۂ ہستی برنگے دادہ اند
مرد بے برگ و نوا را سبک از جائے مگیر | کوزہ بیدست چو بینی بدو دستش بردار
چو غنچۂ کہ بگلشن شگفتہ باشد فرد | زگلرخان بتو دارد نظر بہارِ امروز
نقص عشق است کہ از خار بنالد بلبل | نسبتِ ہرچہ بہ گلزار رسد گل باشد
چشمت ہنوز از صفِ مژگان بہ قتل عام | سان درزمینِ آینہ بیند سپاہ را
ہرچہ می گویم از آن نامِ تو مطلب باشد | کہ مرا تندیِ خوے تو معمائی کرد

(۶۰) ماہر۔ میرزا محمد علی اکبرآبادی

شاعریست ممتاز در نظم و نثر سحرطراز۔ نقد عمر تا دم آخر در خریداری متاع گرانمایۂ سخن صرف کرد۔ و با کلیم و قدسی و صاحب طبعانے کہ بعد ازین دکان تازہ گوئی چیدہ اند صحبت داشت۔

بدایت حال ملازم شاہزادہ داراشکوہ بود و مرید خان خطاب داشت وچندے در رفاقت دانشمند خان شفیعا شاہ جہانی بسر برد۔

آخرکار ہمہ را دست زدہ بر پوست تخت درویشی نشست۔ و قلمروِ قناعت و

آزادی تسخیر نمود۔

سرخوش در تذکرۂ خود گوید کہ :۔

"روزے فقیر گفت۔ نواب دانشمند خان میر بخشی و ہمت خان تن بخشی ہردو برحال شما
"مہربان اند چرا منصب شایستہ نمی گیرید۔ خندہ کرد و گفت بہ ترک دنیا مشہور شدہ ام۔ ودم
"از فقیری می زنم۔ اگر الحال باز رغبت بہ دنیا نمایم بآن زن ہندو می ماند کہ با شوہر مردہ برائے
"سوختن رفتہ باشد۔ آتش سوزان دیدہ خواہد کہ بگریزد۔ کناسان بچوبہا سرش را شکستہ
"بسوزانند[1]۔ فقر باستقلال داشت و تا زندہ بود بہ جمعیت و فراغت بود۔

راقم الحروف آزاد گوید کہ فقیر را با نواب نظام الدولہ ناصر جنگ شہید خلف الصدق نواب آصف جاہ طاب ثراہٗ ربط عجیبی اتفاق افتادہ بود و موافقتے کہ بالاتر از ان متصور نباشد دست بہم داد۔ چون نواب نظام الدولہ بعد رحلتِ پدر بر مسندِ ایالتِ دکن نشست بعض یاران دلالت کردند کہ حالا ہر رتبۂ کہ خواہید میسر است اختیار باید کرد و وقت را غنیمت باید شمرد گفتم آزاد شدہ ام۔ بندۂ مخلوق نمی توانم شد۔ دنیا بنہر طالوت می ماند غرفۂ از ان حلال است زیادہ حرام۔ و این شعر فرد خواندہ شد ؎

درین دیار کہ شاہی بہر گدا بخشند　　غنیمت است کہ ما را ہمین بما بخشند

وفات ماہر در سنہ تسع و ثمانین والف (۱۰۸۹) واقع شد۔ صاحب دیوان ضخیم و مثنوی ہاے متعدد است۔ و مثنوی مختصر در مدح جہان آرا بیگم دختر صاحبقران ثانی شاہ جہان گفتہ بتوسط عنایت خان آشنا تخلص نزد بیگم فرستادہ است ؎

بذاتِ او صفاتِ کردگار است　　کہ خود پنہان و فیضش آشکار است

بیگم را خوش آمد۔ و پانصد روپیہ صلہ فرستاد۔

---

[1] نتائج الافکار صفحہ ۳۹۲ مطبوعہ مدراس سنہ ۱۸۴۳ء۔

اما در کلیات نعمت خان عالی مثنوی شانزده بیت در تاریخ عمارت زیب النسا بیگم دختر خلد مکان بنظر رسیده - در آن مثنوی بیت مذکور ہم ہست - توارد اُفتاده باشد۔

ماہر در مثنوی گوید در نعتِ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلّم - ؎

گرچه آورد پیش ازین عیسےٰ | مردهٔ را دوباره در دُنیا
از رهِ معجز آن جهانِ کرم | عیسےٰ آرد دوباره در عالم

چشم چگونه دیدنِ رویت ہوس کند | نظاره بر چراغِ تو کارِ نفس کند

حاسدِ اہل سخن داغ ز حسن سخن است | انتقامِ پدر از خصم پسر می گیرد

(۶۱) فیاض - مُلّا عبد الرزاق

لاہجی الاصل قمی الوطن - مصنف کتاب "گوہر مراد" تلمذ بخدمت حکیم صدرای شیرازی نموده و در عقلیات و نقلیات دستگاه عالی بهم رسانده و جلو اندیشه را بسمت سخن طرازی نیز عطف می ساخت۔

دیوانش محتوی بر قصائد و مقطعات و غزلیات و ساقی نامه و دیگر نوع شعر بنظر رسید - قصائد طولانی فراوان در مدح ائمه اہل بیت رضوان اللہ علیہم و اُستاد خود حکیم صدرای شیرازی - و استاذ الاستاذ میر باقر داماد استر آبادی - و در مدح شاہ صفی صفوی و اُمراء عصر دارد و در حق ہند گوید ؎

حبّذا ہند کعبهٔ حاجات | خاصه یارانِ عافیت جو را
ہر که شد مستطیعِ فضل و ہُنر | رفتنِ ہند واجب است او را

سوی زلفش می کشد آشفته سامانی مرا | می کند تکلیف ہندستان پریشانی مرا

گرد او مانع که از کوی یار برخیزد | نشسته ایم که از ما غبار برخیزد

اثر ندیده دل از حرف مهربانیِ تو | چو شمع تا بکی این گرمیِ زبانیِ تو

زشیرین بود خسرو خوشدل و فرہاد زان خوشتر | کہ دادِ دلبران خوش باشد و بیداد زان خوشتر

سنگ بالین کن و آنگہ مزۂ خواب بہ بین | تا بدانی کہ چہ در زیر سرِ مردان است

ہزار حج کند ار باغبان باین نرسد | کہ وقفِ مشہدِ بلبل کند گلستان را

قسمتِ ما زین چمن بارے تعلّق بود و بس | سرورا نازم کہ آزاد آمد و آزاد رفت

دریاب این اشارہ کہ شاہانِ نامجو | نامِ بلند خود بہ نگینی سپردہ اند

ہرکس کہ زخم کاریِ ما را نظارہ کرد | تا حشر دست و بازوی او را دعا کند

بیک زخمِ دگر جانِ مرا در اضطراب افگند | نمی دانم چہ سان معذور دارم قاتلِ خود را

(۶۲) تجلّی۔ مُلّا علی رضا اردکّانی

از کد احد ازادگان اردکان من اعمال فارس است۔ بعد ازان کہ قدم در مرحلۂ سنِّ شعور گزاشت بہ ارادۂ تحصیل علم بہ اصفہان رفت۔ ونزد آقا حسین خوانساری کہ از مشاہیر نحاریر است تلمذ نمود و تحصیل را بپایۂ تکمیل رسانید۔ آنگاہ عازم کشور ہند گردید۔ علی مردان خان ولد گنج علی خاں کہ در سال یازدہم جلوس شاہ جہانی از قندھار بہند آمد و بمنصب ہفت ہزاری وخطاب امیر الامرائی سرمایۂ مباہات اندوخت۔ مقدمِ او را گرامی داشت و بہ تعلیم فرزند خود ابراہیم خان مقرر نمود۔ و رعایتِ فراوان بعمل آورد۔ وہمچنین سائر اُمراء ایران با او مہربانی وگرمجوشی تبقدیم می رسانیدند۔

بعد چندے ہوای وطن اصلی در حرکت آمد۔ وازین دیار بہ صفاہان معاودت نمود۔ شاہ عباس ثانی مشمول رافت ساخت۔ و در شہور سنہ اثنتین وسبعین والف (۱۰۷۲) قریہ از مضافات اردکان در سیورغال او عنایت فرمود۔ و در سنہ ثلث وثمانین والف (۱۰۸۳) شاہ سلیمان صفوی او را بہ درگاہ

طلب کرد- وبحضور مجلس خود اختصاص بخشید- از ان وقت در صفاہان مقیم بود- وبر جادۂ ذکر علم وتالیف فنون مستقیم- تا آنکہ بمنزلِ خاموشان شتافت-

شاعرِ خوش خیال معنی یاب وبطالع شہرت کامیاب است- دیوان غزل وقصائد دارد- ومثنوی معراج الخیال او مشہور است منتخب دیوانش بنظر درآمد و این چند بیت بہ تحریر رسید ؎

خیالش چون شود خمیازہ فرمای بر و دوشم | لبالب می شود چون ہالہ از مہتاب آغوشم
در رہِ محمل نشینانِ وفا واپس مباش | تا توانی بوی گل گردید خار وخس مباش
خواہم چہ بہلہ با تو دمی ہمرہی کنم | دستے بران میان زدہ قالب تہی کنم
بیا کہ بینو بہ چشم نظارہ زندانی است | نگہ بدیدہ چو زنّار د رسلیمانی است
ہرچہ آید در نظر آئینہ دارِ ناز اوست | کفر وایمان چون دو چشم از یک ادا در گردش است
نفسِ بد را اگر رسد فیضے نصیب دیگر است | آنچہ باز نبور می ماند ہمین نیش است وبس

(۶۳) اشرف مُلّا محمّد سعید

پسر مُلّا محمد صالح مازندرانی است وصبیہ زادہ مُلّا محمّد تقی مجلسی فاضلِ صاحب جودت بود- وشاعرِ والا قدرت- طبع چالاکش معانی تازہ بہم می رساند- و عجائب گلہا درجیب ودامن سامعہ می افشاند-

در آغاز جلوس خلد مکان بہ ہند رسید- وبہ ملازمت سلطانی استسعاد یافت- وبہ تعلیم زیب النّساء بیگم دختر پادشاہ مقرر گردید- مدتے باین عنوان بسر برد- آخر حبّ الوطن مستولی گشت- وقصیدہ در مدح زیب النّسا بیگم مشتملبر درخواست رخصت بنظم آورد- در انجامی گوید ؎

یکبار از وطن نتوان بر گرفت دِل | در غربتم اگرچہ فزون است اعتبار

پیشِ تو قرب و بعد تفاوت نمی کند　　گو خدمتِ حضور نباشد مرا شعار

نسبت چو باطنی است چه دہلی چه اصفهان　　دل پیشِ تست تن چه به کابل چه قندهار

و در سنه ثلث و ثمانین والف (۱۰۸۳) به اصفهان معاودت نمود- و کرت دیگر قائدِ روزگار زمام او را جانب ہند کشید و در عظیم آباد پٹنه با شهزاده عظیم الشّان بن شاه عالم بن خلد مکان که در آخر عهد جد خود بنظم آن صوبه می پرداخت- بسر می بُرد- شهزاده خیلی طرف مراعات او نگاه مے داشت- و بنابر کبر سن در مجلسِ خود حکم نشستن کرده بود-

ملّا در پایان عمر ارادهٔ بیت الله کرد و خواست که از راهِ بنگاله در جهاز نشسته عازم مقصود شود- امّا در شهر مونگیر از توابع پٹنه منزاول اجل در رسید- و او را بعالم دیگر رسانید- قبرِ ملّا در آنجا مشهور است-

میرزا محمد علی دانا

اولاد او در بنگاله می باشند- میرزا محمد علی دانا تخلص پسر مُلّا محمد سعید مردے فاضل و شاعر بود- و در مرشد آباد فوت کرد- چند ورق اشعار بخط خودش بنظر در آمده- از انجا فرا گرفته شد ؎

تا سینهٔ ما نیست رسا ناوکِ نازت　　کوته نظری حیف ز مژگانِ درازت

دل ز من رم کرده در ابروے جانان مانده است　　یاد من کے می کند در طاق نسیان مانده است

زان دل از کشمکشِ ہند پریشان مانده است　　که ز ہر روپیه ده ماشه بما خوا بانده است

تهمت چو بدر شود با دلم چه خواهد کرد　　ہلالِ یک شبهٔ ابروت کتانم سوخت

دیوان مُلّا محمد سعید اشرف بمطالعه در آمد- انواع شعر قصیده و غزل و مثنوی و قطعه وغیرها دارد- و ہمه جا حرف بقدرت می زند

وقتے زیب النساء بیگم پرستارے را برائے مُلّا فرستاد که در خدمت خود نگاه دارد- مُلّا نامخطوظ شد و قطعه طویلے در مذمت پرستار نظم کرده به زیب النسا بیگم

ارسال داشت - اولش این است ؎

ای که ہرگز قدرتِ ہم چشمیت حور انداشت　　قدر دانشور شناسا نور چشم عالما

درین قطعہ آیہ کریمہ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰی راجائے آوردہ کہ نمی توان بر زبانِ قلم گزراند - خداوند درجزای این بی ادبی بچہ عقوبت گرفتار خواہدگشت - اینجا ست کہ حق تعالےٰ می فرماید اَلشُّعَرَاءُ یَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِیْ كُلِّ وَادٍ یَّهِیْمُوْنَ -

این چند بیت از غزلیات او ایراد می شود ؎

طفلے کہ خوش محاورہ اُفتد نماندنی است　　اشکے کہ راز عشق بگوید فشاندنی است

عاقل از بیمایگی دو لاب گردانی کند　　سبحہ گردانی بہ ہنگام پریشانی کند

چون چراغِ مفلسان عمرم بخاموشی گزشت　　از غمِ اِفلاس اوقاتم بہ بیہوشی گزشت

تمامِ روز باشد حسرتِ شب روزہ داران را　　در ایران نیست جز ہند آرزو بے روزگاران را

کہ چون فصلِ زمستان شد نفسہا دودہ می گردد　　حیات از صحبتِ افسردگان نابود می گردد

تا جوانی عاشقم چون پیر گردیدی مُرید　　مہر خود را از تو ای بے مہر کے خواہم برید

ہوا چون درمیانِ مشک آید سخت می گردد　　بدُنیا چون درآید آدمی بدبخت می گردد

بلند ساختہ پا در برابرِ خود را　　بشانِ پلّۂ میزان نگر کہ از تمکین

منہ زکف چو رسن باز لنگرِ خود را　　کنی اگر رہِ باریک آدمیت سر

کشتیِ دریاکشان را لنگرے درکار نیست　　ساقیا ساغر بگردش آر تمکین واگذار

حسن لیموی آن آبلہ رو ہم بد نیست　　گر نگین نیست نگین دانِ طلا را عشق است

ہمچون آن حافظ کہ مصحف را تمام از بر نوشت　　گشت مستغنی ز وصل اشرف بیادِ عارضش

می کند مالیدگی ؁ستنے اعضا را علاج　　کاہلان را جز لگد کوبِ حوادث چارہ نیست

جامۂ تصویر از روغن مصفا تر شود　　غافلان را چرک دنیائیست زینت در لباس

در جوانی روشِ حالتِ پیری دارم — چون گلِ زرد بهارم بخزان می ماند

ہمچو درویشے کہ شیرینی برِ منعم برد — عاشقان پیشِ تو اول جان سپاری میکنند

جاہلان اہل جہان را تیر روی ترکش آمد — فرد چون گردید باطل جلد دفتر می شود

رفته رفته آبرو را برطرف سازد غضب — آب را چندانکه جوشانند کمتر مے شود

جمالِ نازنینِ نو خطم ماند مرقع را — که خطش در کمالِ خوبی و تصویر ہم دارد

نقره چون انگشتری گردید می پیچد بلعل — می شود در وقتِ پیری حرص دنیا بیشتر

مرد را خلقِ نکو کم ز نجابت نبود — موم خوشبو چو شود ہست چو عنبر ممتاز

کار خود کن راست چون فوّاره بے امداد غیر — خود نہالِ خویش و خود آبِ روانِ خویش باش

طفل صاحب حُسن را در خانه بودن بہتر است — اشک رنگینم نمایان گر نباشد گو مباش

چو برگِ لاله نشینند گر دہم عُشّاق — بحصه کردنِ داغ تو در میانهٔ خویش

چو نورِ چشمِ ضعیف از نظارهٔ عینک — شود ز ساغرِ مَی خاطرِ پریشان جمع

دردسر بیمار را بسیار دادن خوب نیست — از نگاهِ ناتوانِ او بچشمک ساختم

ہمچو چشمی دردناکے کز فروغ آید بہم — کلبه ام تاریک گردد از چراغِ دیگران

کام شیرین نکنم از قیِ زنبورِ عسل — سر بزرگی نتوان گرد ز شانِ دگرے

بوقتِ عرضِ مطلب قفلِ خاموشی بلب دارم — چو آن شخصے که در خمیازه گیرد بر دہان دستے

(۶۴) راقم ـ میرزا سعدالدّین محمد مشہدی

راقم نقوش غریبه و ناظم جواہر عجیبه است ـ میرزا صائب سخن او را تضمین می کند و می گوید ے

این جواب آن غزل صائبؔ که راقم گفته است — تیغ دائم آب در جو دارد و خون می خورد

پدرش خواجه غیاثا به ہندوستان تجارت می کرد ـ و میرزا سعدالدین محمد

درخدمتِ اسلام خان مشهدی شاه جهانی معزز و محترم بسر می برد۔

آخر بدار السلطنت صفاہان عود کرد۔ اول وزیر ہرات شد۔ بعد ازان وزیر مجموع ممالک خراسان۔

شوکت بخاری مادحِ اوست و مدتے با او بسر برد

دیوان راقم پیش ازین بنظر رسیدہ بود۔ در وقت تحریر بدست نیامد۔ عرائس افکارش بر منصۂ ورق جلوہ می نماید ؎

ہمیشہ بست و کشادِ من از ہنر باشد — کلید و قفلِ صدف ہر دو از گہر باشد

گرہ ز ناخنِ تدبیر کی کشادہ شود — کہ از کلیدِ غلط بستگی زیادہ شود

بس بود در سفرِ کعبۂ مقصد مارا — توشۂ رہ قدمے چند کہ برداشتہ ایم

(۶۵) شوکت بخاری (محمد اسحٰق)

معنی یابِ دقت آفرین۔ و گلدستہ بندِ خیالات رنگین است۔ از عنفوانِ شعور زلفِ سخن را شانہ کشید۔ و چہرۂ عرائس معانی را غازۂ تازہ مالید۔

در اصل صراف پسرے است از بخارا۔ ہمانجا نشو و نما یافت۔ و بنقادی نظر خدادادِ طلای جیّد در بازار نکتہ سنجے رائج ساخت

وقتے اُوزبکے او را رنجانید[۱]۔ دکّان را برہم زدہ ترکِ وطن گفت و رخت ہجر بہ مشہد مقدس کشید و ناصیۂ سعادت بآستان سائی روضۂ رضویہ منوّر ساخت وصحبت او با میرزا اسعد الدین وزیر ممالک خراسان بر آمد و سالہا با او بسر برد۔ و قصائد غرا در مدحِ او پرداخت۔ در یکے از قصائد می گوید ؎

ستارۂ فلکِ اقتدار سعد الدین — کہ سعد اکبر ازو کرد استفادۂ نور

---

[۱] نتائج الافکار صفحہ ۲۴۲ مطبوعہ مدراس ۱۸۴۳ء۔

بیاضِ شعر و سوادِ خطِ ترا نازم — کہ بہ زِ شامِ ہرات است و صبحِ نیشاپور

روزے مرزا سعدالدین کسی را در طلب **شوکت** فرستاد۔ **شوکت** دران وقت بید مانع بود۔ جواب داد۔ میرزا آزرده شد۔ و با حُضّار گفت یاران بہ بینید۔ من با **شوکتا** چہ بد کردم۔ این حرف بہ **شوکت** رسید۔ متاثر شد و این بیت فروخواند ؎

منتِ اکسیر مارا زنده زیرِ خاک کرد — از طلا گشتن پشیمانیم مارا مس کنید

ہمان ساعت ہمہ را پشتِ پا زد و تمد درویشی دربر کرد۔ و سرے بصوب **اصفہان** کشید و بقیہ عمر در دارالامانِ انزوا بسر آورد۔

چاشنی درد و مذاق شکستگی بمرتبۂ اتم داشت ۔ میر عبدالباقی صفاہانی نقل کرد کہ من در اصفہان بودم کہ **شوکت بخاری** تشریف **باصفہان** آورد۔ اکثر بخدمت اومی رسیدم۔ گاہے اتفاق ملاقات نیفتاد کہ اورا بے گریہ دیدہ باشم۔ واعزہ کہ با او مدتہا یار بودند می گفتند کہ تا اورا دیدہ ایم چنین دیدہ ایم۔

شوکت اکثر مضامین اِدّعائی می بندد۔ و معانی وقوعی کم دارد چنانکہ بر ناقدان عیارِ سخن مبرہن است۔

گلگشتِ دیوانش[1] اتفاق اُفتادہ و این چند بیت در سلک تحریر در آمد ؎

درانہ بیگانگی شوخی بروی آشنا بندد — کہ از وحشت بشامِ دیدۂ آہو حنا بندد

در شامِ غمِ خویش مرا صبحِ اُمید است — گر نقشِ نگین تیرہ بود نام سفید است

از برای سرخروی سعی بیش از پیش کن — چون گلِ رعنا خزان را زیرِ دستِ خویش کن

نفس از بدن رہے سوی آن آشنا نہ یافت — بو کرد خاک راسگ و راہے بخانہ یافت

خونِ من صد بار می ریزی و می بندی حنا — نیست دلگیری دمے از کشتن و بستن ترا

نباشد آسمان را آفتے از لامکان سیران — خطر از زنگ می بیرون زند نہانیست مینا را

[1] دیوان شوکت بخاری قلمی نایاب در کُتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن موجود است۔

یکمشت استخوان شدم ازبس گرفته است | چون کعبتین داغ تو از شش جهت مرا
وقت آن شد که سبکروحیم از دست برد | چون حنای سرِ ناخن شده ام پا به رکاب
دیده و وادیه بود مایهٔ سرگردانی | گردشِ عیده مرا سنگ فلاخن کرده است
ماتم و شور جهان دست بهم داده اند | خندهٔ مینائے مے گریهٔ مستانه است
هیچ مرگے نبود سخت تر از خود بینی | پیش صاحب نظران آینه خشتِ لحد است
می توان دادن ازان کنجِ دهن کام مرا | آرزویم گرچه بسیار است از کم بیش نیست
غنیمت است جوانی که مو سفید شدن | بقدر فرصتِ یک شیر گرم کردن نیست
عشق معشوق چو شد حُسن کند تسخیرش | شیشهٔ سرو پری زاد ز قمری دارد
هستیِ جاوید باشد ماتمِ خود داشتن | خضر پیراهن بمرگِ خویش آبی می کند
خودآرا شوخ زاهد مشربی افگنده از پایم | که دستش سبحه از تخم گلِ رنگِ حنا دارد
بود کوچک ولے سرمایهٔ عزت بزرگان را | اگر دریا کند گرد آوری خود را گهر باشد
قیمتِ گوهرم افزون ز نگه می گردد | گردشِ چشم خریدار کند غلطانم
سخن را قطع کن تا قطع راهِ دل توانی کرد | که من از قرصِ مُهر خامشی زادِ سفر دارم
طمع در مذهبِ آزاد مردان کفری باشد | چرا گیرم ز ناصح پند آخر همتے دارم
بمردن هم نیفتد از بلندی رُتبهٔ نامم | برنگِ مُردهٔ فیروزهٔ تابوت از نگین دارم

رباعی

در دهر کسی که ارجمندی دارد | عیبش مکن ارچه خودپسندی دارد
ازبس گروی فتاده ایجاد زمین | هر کس بمقام خود بلندی دارد

(۶۶) قاسم - قاسم دیوانه مشهدی

درعنفوانِ سنِ تمیز به اصفهان رفت و بتحصیل علم اشتغال ورزید و در عین

شباب رو بہ ہندوستان آورد- ومدتے درین دیار بسر بُرد و در دار الخلافت شاہجہان آباد رخت بوادی خاموشان کشید

دیوانش بملاحظہ در آمد- و این چند بیت پیرایۂ تحریر پوشید ؎

می طپید دل در برم از شوخیِ سیّارۂ — چشم داغم می برد می آید آتش پارۂ

لب خموش وشکوہ در دل چارۂ ما کردنی است — ماند در منزل کلید وقفل در وا کردنی است

می شود ہر چند نیکو یار بد خو می شود — ناز چون بر خویش بالد چینِ ابرو می شود

رقمے از خط مشکین تو تحریر نشد — دو جہان زیر وزبر شد زبر و زیر نشد

خامۂ بوقلمون درکفِ اندیشہ گداخت — رنگ آخر شد و نیرنگ تو تصویر نشد

قاتل دو کار در حقِ ما کرد روزِ قتل — دستم گرفت و خونِ مرا پایمال کرد

رسد لافِ تجرد قاصدِ صحرا نوردے را — کہ مانندِ نگاہ از خانۂ خود فرد بر خیزد

چون نسخۂ دقیق بہ نزدیک کم خرد — از دیدن تو آینہ را خواب می برد

فسردہ دل ہمہ شب داغہای من شمرد — چو مفلسے کہ زرِ دیگران حساب کند

باین طراوت اگر بگذری بکوچۂ نقاش — برائی ماہی تصویر فکر دام نماند

کار مژگانِ تو از گوشۂ ابرو آید — بر کمانِ تو چرا منتِ ترکش باشد

بے مشقّت نبود قطعِ تعلق قاسم — رشتہ ہر چند ضعیف است گسستن دارد

اگر از حق پرستانی ۔ متاب از خلق روی دل — کہ شکل آدمی بت راخدای آدمی سازد

بسکہ بے روی تو دشوار نظر باز کنم — مژہ موئے ست کہ از داغ جدا می گردد

طفل بے پروا ست آمیزش نمی داند کہ چیست — می کند کم خانۂ آئینہ تمثالش ہنوز

خدا داند کہ سر از دیدہ یا از دل برون آرد — ز مژگان شوخ ترخاری کہ من در پای خود دارم

درین چمن ثمرِ نخلہاے بے بوندم — فتادہ است بہ شاخِ دگر رسیدنِ من

باش ہموار کہ آسیب درشتی نہ کشی — صافیِ آینہ بیکار کند سوہان را

رُتبۂ حرفِ سخنور ز سخن سنج بپرس | خبر از قیمتِ گوہر نبود دریا را
رازِ دل نتوان بزور از مرد بینا وا کشید | آب کے بیرون تراود از فشارِ آئینہ را

(۶۷) طغرا۔ مُلّا طغرای مشہدی

طغرای منشور استعداد است و فروغ پیشانی قابلیت خداداد۔ طرح نثر بطور نو انداختہ و لآلی عبارات را بجلای تازہ نظر فریب جوہریان ساختہ از ولایت خود بسواد اعظم ہند خرامید۔ و یکچند در ظل عنایت شاہزادہ مراد بخش بن شاہ جہان پادشاہ بمراد دل کامیاب گردید۔

و در رکاب شاہزادہ بسیر ممالک دکن پرداخت۔ آخر در کشمیر جنّت نظیر گوشۂ انزوا گرفت و ہمانجا بمقر اصلی شتافت۔ و در نزدیک قبر ابو طالب کلیم مدفون گردید

طغرای کلامش بہ این خوش نقشے صورت می بندد ؎

دلا چو شمع رگِ گردنے ملائم کن | ز بہر دادنِ سر پائے خویش قائم کن
کجی نیاید کارم دل بے اتفاقِ راستان | تا بفریادت شود با تیرے ساز کمان
کلاہ فقر ز ترکِ گل و گیاہ مکن | بغیر ترک ہوا صرف این کلاہ مکن
اگرچہ آینہ سر تا قدم شوی ہمہ چشم | بسوی دوست نگر۔ سوی خود نگاہ مکن
گدای عشق گرت جانشینِ خویش کند | نشستہ باش و تواضع بہ پادشاہ مکن
عروسان را بسوی حجلہ نتوان برد بے سازے | بہ آوازِ دف و نے دخترِ رز را بمینا کن
باید چو برق خندہ زنان از جہان گزشت | نتوان چو ابر بر سرِ دنیا گریستن
موی سیہ کافتد ز سر ہرگز نمی گردد سفید | از عیش غربت کی کند پیری تصرف در جوان
سایہ می اُفتاد از طغرا در ایام شباب | پیر چون شد می خورد از سایہ طغرا بر زمین
مینا بپای ساغر چون سر نہد بہ سجدہ | چیزے دگر نخواہد غیر از دعائے یاران

درسه فصلِ عمر باید سر بجیبِ غم کشید — تا نوانی همچو گل یک فصل خندان زیستن
شاید به بیند آنچه بما کرد آسمان — از دودِ آه سرمهٔ چشمِ ستاره کن

(۶۸) مخلص (میرزا محمد کاشانی)

از عالی تلاشانِ خطۂ کاشان است۔ قیاسِ صحیحش منتج مضامین تازه و کلام ملیحش مفید حلاوتِ بے اندازه۔

دیوان غزلش بنظر رسید۔ سیرِ تمامش از تنگیٔ فرصت اتفاق نیفتاد چند بیت عجالۃ الوقت فرا گرفته شد ؎

کرد بیجا دلم از طرّهٔ جانانه جدا — دستِ مشاطه الٰہی شود از شانه جدا
نظر بنامهٔ این خاکسار نیست ترا — دماغ خواندنِ خطِّ غبار نیست ترا
چه لازم در مقامِ بحث با دشمن میان بستن — نمی باشد سلاحی بهتر از تیغ زبان بستن
چگونه خواجه باسمِ سخا عَلَم گردد — که چون سوال کنی حاتمِ اصم گردد
ما چون قلم سخن بزبانِ دگر کنیم — چون کارِ ما بحرف رسد گریه سر کنیم
این خواریئے که بر سرِ کویِ تو می کشیم — هرگز نشد که نقل بجای دِگر کنیم
قدرت بیجا نشد مشهور در عالم به رعنائی — تخلص بیشتر شهرت کند از نام موزون را
ز عصیان لب گزیدن در جوانیها نمک دارد — ازین نعمت چه لذت می بری چون ریخت دندانها
چون گرفتی بیت شاعر در عطا سستی مکن — تا کسے مضطر نباشد کے فروشد خانه را
بدستِ غیر دادی ساعدِ چون نقرهٔ خامت — بقربانِ سرت گردم مکن این خام دستیها
هست تا محشر بپای بیگناهے یک قدم — امن بودن می کند نزدیک راهِ دور را
حدِّ هر ابله بدستور نیست در قانونِ عقل — چوب از مضراب می باید خرِ طنبور را
نمود نام نکویِ تو عالمے تسخیر — اگرچه غیر نگین نیست یک سوار ترا

هر قدر کارہ تو صورت نپذیرد خوب است | می شود دور ز نقاش چو شد نقش تمام
ای نور دیدہ حبِ وطن در دلِ تونیست | بیگانہ وار می گذری از سوادِ چشم
هر کہ نامش بر زبان آرد برد از جا مرا | حالتم با دانہ تسبیح در ذکرش یکی است

(۶۹) موسوی - موسوی خان میرزا معز الدین محمد

از اجلۂ سادات قم - و چراغ دودمان امام ہفتم است - و صبیہ زادہ میر محمد زمان مشہدی کہ سر آمد علمائے مشہد مقدس بود

موسوی خان از عنفوان شعور دامن سعی اکتساب علوم برزد - و اوائل کتب در وطن خود تحصیل کرد - و در ریعانِ شباب با پدر خود میرزا فخرا برہیم زدہ - بدار السلطنت صفاہان شتافت و دہ سال در حلقۂ درس آقا حسین خوانساری تلمذ نمود - و جادۂ عقلیات و نقلیات نور دیدہ خود را باقصی حدود کمال رسانید -

و در سنہ اثنتین و ثمانین و الف (۱۰۸۲) تشریف بہ ہندوستان آورد و خلد مکان بواسطۂ جوہر ذاتی و نسبتی موردِ الطاف ساخت - و بتزویج صبیۂ شاہ نواز خان صفوی و سلف ساختن با خود فرقِ عزتش برا فراخت - اول بدیوانی صوبۂ عظیم آباد - پٹنہ مامور گردید - اما صحبتش با بزرگ امید خان ناظم پٹنہ پسر امیر الامرا شایستہ خان برنیامد - چہ بزرگ امید خان از جلالت خاندان خود دماغ بر فلک داشت - و میر از رشتۂ سلفیتِ پادشاہ و علاوہ فضل و کمال سر بہ تبعیت ناظم فرود نمی آورد - آخر ناچاتی صحبتِ ایشان بسمع پادشاہ رسید - میر حضور طلب شد -

لہ مآثر الامرا جلد ۳ صفحہ ۶۲۳ - مطبوعہ کلکتہ ۱۸۹۱ء -

و در سنہ تسع وتسعین والف (۱۰۹۹) بخطاب موسیٰ خان و دیوان تن سرافرازی یافت - و بعد یک سال بدیوانی مجموع ممالک دکن کامیابی اندوخت سال تولد میر سنہ خمسین والف (۱۰۵۰) است و سال انتقال کہ در ولایت دکن اتفاق افتاد - سنہ احدی و مائۃ والف (۱۱۰۱)

اول فطرت تخلص می کرد - آخر موسوی قرار داد - و خطاب خانی هم برین تخلص گرفت -

دیوانش متداول است - این چند رشحہ از ان سحاب می چکد ے

جز یاد تو فکرِ دلِ ناشاد ندارد | این شیشۂ مَی غیر پری زاد ندارد

نباشد آشنائی در جهان غیر از مَیِ نابم | اگر در خانۂ خود نیستم در عالمِ آبم

نو توبہ ایم کهنہ شرابے بجام کن | ساقی عیار ناقصِ ما را تمام کن

بدل افگند آتش باز زلفِ عنبرین موئے | چراغ نذر این بتخانہ آورد است هندوئے

چہ خوش باشد کہ بکشایم بر ویش چشم گریانی | کشم در رشتۂ نظارۂ مروارید غلطانی

نظر بر گریۂ مستانہ ام گر دوش مے کردی | شرابِ جلوۂ در ساغرِ آغوش مے کردی

تیره روزم پستیِ اقبال معمارِ من است | چون نگین روی زمین سر کوب دیوارِ من است

شراب با گلِ مهتاب نشئہ بیش دهد | لبش ز خندۂ دندان نما ربود مرا

با هیچ مسلمان نظرِ رحم ندارد | شمشیرِ نگاهِ تو مگر کار فرنگ است

اینکہ از بے سخنی گشت مرا چیزی نیست | زنده ام کرد بیک حرف قیامت این است

در قتلِ ما نکرد کمی انتظارِ تو | کوتاهیئے کہ بود ز عمرِ دراز بود

نمی باشد نگینِ قیمتی را نقش در طالع | هنر هر کس کہ دارد در جهان گمنام میگردد

ندارد با بزرگان چهره گشتن صرفۂ فطرت | کہ کهسار از جواب هیچ کس ملزم نمی گردد

مژدۂ زخم توی گر بہ شهیدان ندهند | بچہ اُمید سر از خواب عدم بر دارند

دران صحرا کہ بودم آگہ از ذوقِ گرفتاری | غزالان را سراغِ خانۂ صیّاد می دادم
ہمّتِ ما صفحۂ تقویم را یکسر نوشت | گر سیہ روزیم وقتِ عالمی از ما خوش است
در فکرِ آن دہانم و در یادِ آن کمر | چون من بروزگار دگر ہیچکارہ نیست

(۷۰) راسخ - میر محمد زمان سہرندی

سہرند شہریست مشہور در وسطِ راہ دہلی و لاہور - نام قدیمش سہرند است چون سلاطین غزنویہ از غزنی تا سہرند متصرف بودند - سرہند زبان زدِ خلائق شد و چون صاحبقران ثانی شاہجہان کابل را تا قراباغِ غزنی در تصرّف داشت - حکم شُد کہ سرہند را بنام قدیم کہ سہرند است - می نوشتہ باشند -

راسخ سید والانژاد بود و راسخ القدم جادۂ استعداد - معانی تازہ می یابد و خوبانِ خیال را در لباس رنگین جلوہ می دہد[۱] -

از عمدۂ ملازمان و مصاحبان شاہزادۂ محمد اعظم بن خلد مکان بود و بمنصب ہفتصدی سرافرازی داشت -

وفاتش در سہرند سنہ سبع و مآتہ والف (۱۱۰۷) واقع شد "راسخ بمرد" ۱۱۰۷ھ تاریخ است -

طوطیِ ناطقہ آہنگ کلامش سر می کند ؎

گر نبودے تاج بسم اللہ باءِ بوتراب | کجکلاہی ہا نکردے بر سرِ اُمّ الکتاب
یاد از شامِ غمِ بزمِ خموشان کردیم | مُشتے از سرمہ گر فتیم و پریشان کردیم
جامۂ صبر بہ بالائے جنون تنگ آمد | آنچہ از دست برآمد بہ گریبان کردیم

[۱] یک مثنوی راسخ سہرندی بہ حیدرآباد دکن در مطبع اختر دکن بقالب طبع درآمدہ است -

(۷۱) علی (شیخ ناصر علی سهرندی)

شیر نیستان سخنوری است و مرد میدانِ معنی گستری - ذو الفقار کلکش بہ تسخیر قلمرو بیان پرداختہ - و تصرف طبعش آفتاب سخن را از افق غربی راجع ساختہ - سرخوش گوید

در ملکِ سخن بود جهانگیر علی — در مشربِ دل ولی علی - پیر علی
با شعرِ علی نمی رسد شعر کسے — زانسان کہ بخط کس بخطِ میر علی

گلِ وارستگی بر سر داشت و جام استغنا در دست - چاشنی گیر مشرب بلند بود - و متمسک سلسلۂ علیۂ نقشبند - استفادہ از جناب شیخ محمد معصوم خلف الصدق مجدد قدس اللہ اسرار ہا نمودہ - و در مثنوی زبان بہ مدح حضرت شیخ کشودہ کہ

چراغِ ہفت کشور خواجہ معصوم — منور از فروغش ہند تا رُوم
رَدا از ماہتابِ شرع بر دوش — چو صبح از پاکیِ باطن قصب پوش

مولد ناصر علی و موطن و منشا سهرند است - ابتداء حال با میرزا فقیر اللہ مخاطب بہ سیف خان بدخشی چون جوہر شمشیر ملازم بود - چون سیف خان را حکومت الہ آباد از پیشگاہ خلافت مفوض گشت - در رفاقت او بگلگشت الہ آباد خرامید - و چندے بسیر مجمع البحرین دماغ را تازہ کرد -

سیف خان پسر تربیت خان بخشی سیوم صاحبقران ثانی شاہجہان و داماد اسلام خان خوستی - سفیدونی متخلص بہ والا ست - در عہد خلد مکان سنہ تسع و سبعین و الف (۱۰۷۹) بہ صوبہ داری کشمیر ریاض آمالش نضارت یافت - بعد چندے بعلتے گوشۂ انزوا اگرفت و در سنہ ست و ثمانین و الف (۱۰۸۶) بعنایت بحالی منصب و خطاب و خلعت خاصہ و شمشیر از تنگنای عزلت بر آمد - و پس از ان بنظم صوبہ الہ آباد ویرانی خاطرش آبادی پذیرفت - و

بیست و پنجم رمضان سنہ خمس و تسعین والف (۱۰۹۵) پیمانۂ حیاتش لبریز گردید۔ سیف آباد یک منزل از سہرند آباد کردۂ سیف خان است کہ خلد مکان[1] اورا بطریق آل طمغا عنایت نمود۔ سیف خان جوہر قابل و قابل دوست بود۔ "راگ درپن[1]" در فن موسیقی و رقص ہندی بعبارت پارسی تالیف اوست۔

بعد از گذشتنِ سیف خان۔ ناصر علی در سنہ ہزار و صدم (۱۱۰۰) از سہرند بہ بیجاپور رفت۔ و با ذوالفقار خان بن اسد خان وزیر اعظم خلد مکان موافقت دست بہم داد۔ بلے علی بود ذوالفقارے بدست آورد و در مدح او غزلے پرداخت کہ مطلعش این است ؎

ای شانِ حیدری ز جبینِ تو آشکار — نامِ تو در نبرد کند کارِ ذوالفقار

ذوالفقار خان یک زنجیر فیل و مبلغے خطیر صلہ داد[2]۔ ناصر علی ہمان ساعت ہمہ را بر مردم پاشید۔ و تہی دست بمنزل خود برگشت۔

وچون ذوالفقار خان در سنہ ثلث و مأتہ والف (۱۱۰۳) بہ تسخیر ملک کرناتک اقصای ملک دکن متوجہ گردید۔ با او بہ کرناتک رفت و ایامے معدود دران نواحی بسر برُد۔ و با شاہ حمید اعتقاد تمام بہم رسانید در مدح او می پردازد ؎

اینک اینک ساقیِ شیرین رسید — نوبتِ جامِ حمید الدین رسید
حلقۂ درگاہ بیچون جامِ او — از زمین تا آسمان در دامِ او
جامِ او خورشید ربّانی بود — انجمن افروز سُبحانی بود
گر جمالِ او براند از دو نقاب — روزنِ ہر خانہ گردد آفتاب

---

[1] مآثر الامرا جلد ۲ صفحہ ۴۸۴۔
[2] مآثر الامرا جلد ۲ صفحہ ۱۰۴ مطبوعہ کلکتہ سنہ ۱۸۹۱ء۔

در جلالش برکشد تیغ از نیام   غیر او باقی نماند والسلام

شاہ حمید مجذوب

واین شاہ حمید مجذوبے بود در چینجی۔ بعد فوت او علی دوست خان از رؤساء نوایت ارکات بر مرقدِ او قبۂ عالیشان بنا کرد۔

واز ممدوحانِ ناصر علی شاہ عادل پسر خواجہ شاہ مخاطب بہ شریف خان است۔ شریف خان از سرافراز کردہای خلد مکان بود و چندے بمنصب صدارت کل امتیاز داشت۔ گویند شاہ عادل ترک دُنیا کردہ بود۔ و دامن دولت فقر بدست آوردہ۔ ناصر علی در مدح او قصیدۂ دارد کہ مطلعش این است ؎

منم آن طفل نظر کردۂ استاد قدیم   کہ بود نقطۂ سہو القلم فکرِ حکیم

وبا غضنفر خان ربط کلی داشت۔ واین غضنفر خان از رفقا ذوالفقار خان بود و بحکومت کنجی می پرداخت۔ کنجی شہریست مشہور بر مسافت دوازدہ کروہ از ارکات ویکے از معابدِ سبعۂ ہنود است۔ در مدح غضنفر خان گوید ؎

ہمچو پیلِ بے جگر بگریزد از میدانِ ما   بشنود گر کوہ آوازِ غضنفر خانِ ما

آخر الامر از دکن بہ ہندوستان عطف عنان نمود۔ و در شاہجہان آباد بے نیازمندانہ می گزرانید۔ وہمین جا بیستم رمضان سنہ ثمان و مأتہ و الف (۱۱۰۸) بجنۃ الماوی خرامید۔ عمرش قریب شصت سال و قبرش در حوالی مرقدِ سلطان المشائخ نظام الدین دہلوی قدس سرہ۔

سید جعفر روحی رنبیر پوری نقل می کرد کہ روزے با جمعے از یاران بزیارت خاک شیخ ناصر علی رفتیم و باہم صحبت داشتیم۔ یارے رو بقبر شیخ ناصر علی آوردہ گفت۔ بارے آن قولِ شما چہ شد کہ ؎

خاک گردیدیم و می رقصد ہنوز افغانِ ما   خُم شکست اما نمی ریزد مِیِ جوشانِ ما

گفتم بر زبانِ شما این افغانِ ناصر علی است کہ برقص درآمدہ۔ یاران تحسین کردند۔

صریر کلکش در گنبدِ خضرا پیچیده - این چند بیت بنا بر قانون کتاب بتحریر رسیده

یک شهر چشم خوش نگهان فرش راهِ اوست — آنجا که سُرمه گرد کند جلوه گاهِ اوست

بس بود یک جنبشِ ابروے تیغِ قاتلم — می توان از سایۂ شمشیر کردن بسملم

گوارا نیست عشقت طبع نا پرهیزگاران را — چه لذت از نشاطِ عید باشد روزه خواران را

دوش یک لحظه بخواب آئینۂ یار شدم — طپشِ دل چه ستم کرد که بیدار شدم

خویِ نازک بدلِ من چه ستمها که نه کرد — شیشه بر شیشه زدن کار چه خارا که نکرد

قد آرا خلعتے در عالمِ امکان نمی باشد — دلِ تنگی نیاز آورده ام این جامۂ بیان را

خودنمائی ست گذشتن ز لباسی که تراست — در تهِ پیرهن از خویش چو تصویر برآ

درین دریا نکردم لب بحرفی آشنا هرگز — چو ماهی شد زبانم آب از شرمِ شکایتها

ما و تو ای پریوش در کیش هم تمامیم — گر از تو بهتری نیست از ما بتر نباشد

آشیان گم کردۂ چون من گرفتارش مباد — سخت بے رحم است می ترسم که آزادم کند

انتقامِ دادخواهانِ قیامت شد تمام — می فشاند چشمِ قاتل سرمه بر سوزم هنوز

ز معنیهای بغیش سیر نتوان ساختن دل را — بود گر صد پری در شیشه باشد همچنان خالی

چشم بر بند اگر مے طلبی رزق حلال — مُرغِ بسمل خورشِ باز نظر دوخته است

بود دنیا و دین پشت و رُخ آئینۂ هستی — بزرگ آید وجودِ خویشتن در چشمِ شاهان را

نشاطِ این جهان هر چند کمتر سیر حاصل تر — بطفلان عید روزِ جمعه آهے بود و افسوسے

خشمِ اهلِ کرم از لطفِ بخیلان بهتر — تشنه را آتشِ یاقوت به از آبِ بقاست

کلاه سلطنتِ خسروان شکست نداشت — نمی زدند اگر پشتِ پا فقیرانش

سرمه آه ازدرای کاروانِ وحشت است — ناقۂ ما بسته از چشمِ غ.الان زنگها

(۷۲) وحید میرزا محمد طاهر قزوینی

یگانۂ عصر بود - و در فنون علوم و نظم و نثر گرو از همعصران می برد۔

الحق در ایجاد مضامین تازه و ابداع مدّعا مثل بے نظیر اُفتاده و آن قدر دوشیزگانِ معانی کہ از صلب طبیعتش زاده - دیگر حرف آفرینان را کم دست بہم داده - میر صیدی طہرانی گوید ؎

صیدی امروز نور چشمِ کمال ‏ ‏ ‏ میرزا طاہر وحیدِ من است

ونیز می گوید ؎

صیدی امروز سخن سنج وحید است وحید ‏ ‏ ‏ فرسنش باد کہ سر خیلِ ہنر کوشان است

ابتداء حال بتحریر دفترے از دفاتر توجیہ نویسی شاہ عباس ثانی صفوی کہ در سنہ اثنتین وخمسین و الف (۱۰۵۲) بر تخت فرمانروائی بر آمد - مامور بود - وبنا بر فرط سلیقہ اعتماد الدّولہ سارو تقی کہ وزیر اعظم شاہ بود بہ پیشدستی خود نواخت - وچون اعتماد الدّولہ بقتل رسید ومنصب وزارت بر سیّد علاو الدّین مشہور بہ خلیفہ سلطان قرار یافت - میرزا طاہر را عہدۂ پیشدستی بحال ماند - ورفتہ رفتہ بہ مجلس نویسی شاہ کہ عبارت از وقائع نگاری کل باشد سر بلند گردید -

و در عہد شاہ سلیمان کہ در سنہ سبع وسبعین و الف (۱۰۷۷) بر مسند دارائی نشست نیز چندگاہ دران کار مستقل بود وبکمال تقرب اختصاص داشت آخر الامر بوالا پایۂ وزارت متصاعد گشت -

و در آغاز عہد سلطان حسین میرزا کہ در سنہ خمس ومآتہ و الف (۱۱۰۵) جلوس نمود مورد عتاب گردید - تا آنکہ از کدورتِ ہستی وارست و رخت سفر ازین عبرتکدہ بعالم دیگر بربست -

دو مثنوی دارد - یکے مقابل مخزن اسرار، مطلعش این است ؎

بسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحیم ‏ ‏ ‏ ہست نہالے ز ریاض قدیم

و دیگرے ناز ونیاز، مطلعش این است ؎

خدایا سینهٔ بے سوز دارم | دِلے ہمچون چراغِ روز دارم

و درین مثنوی گوید در مدح **شاہ عباس ثانی**

چنان آباد شد از وے زمانہ | کہ چون شانِ عسل پرشد ز خانہ

دیوان غزل قریب سی ہزار بیت ازو بنظر در آمد۔ تا کجا کسے بنظر تامل ملاحظہ کند۔ بمطالعۂ سرسری چند بیت برچیدہ شد ؎

نورِ معشوق ازل در دلم از یار اُفتاد	عکس خورشید ز آئینۂ بدیوار اُفتاد
مرا ز صحبتِ جاہل چہ باک مے باشد	کہ در دہانِ نجس حرفِ پاک مے باشد
چو می بینم بدی از خصم خود در مہر می کوشم	ز آبِ سردِ دائم چون سفالِ گرم می جوشم
می کشد ہر کس بدامن پا بجائے می رسد	جمع سازد مرغ در پرواز پای خویش را
ناقصان را جور می باشد گوارا تر ز لطف	آتشِ سوزان بہ از آب است خشتِ خام را
دزد وقتِ ساعت آخر خود بخود رسوا شود	یافتم از نالہ در زلفش دلِ دزدیدہ را
سیم و زر دنیا پرستان را منافق می کند	پشت و رو باشد یکے آئینۂ بے سیم را
دل اگر میگویم از طفلی نمی دانی کہ چیست	آنچہ روزِ اول از ما بردۂ آن را بدہ
چارۂ نبود شکستِ توبہ را جز انفعال	از گداز خویش باشد مومیائی شیشہ را
آگہ کسے از ناخوشیِ زادۂ خود نیست	از تلخی گفتار خبر نیست زبان را
بر میوۂ رسیدہ زدن سنگ ابلہی است	زنہار از سوال مرنجان کریم را
دائم برہنہ ہمچو قلم راہ مے رود	باشد اگرچہ کفشِ طلا تیرہ بخت را
چون کاغذِ مشقی ز جمالِ تو نگاہم	ہر چند کہ شوید عرقِ شرم تو خواناست
در اثر بیش است سالک گر بظاہر در قفاست	نقش پای اسپ ہموار است بیش از جای دست
مرا بہ ریختنِ خونِ خود مضایقہ نیست	کسے اگر بتو گوید چرا چہ خواہی گفت
چون نمیرم یار می گوید بعاشق می کشد	من نہ تنہا عاشقم بر دوست خود ہم عاشق است

بود خاصیتِ آبِ بقا خوے ملایم را — که از دندان زبان را زندگانی بیشتر باشد

بشاهان می رسد از زیر دستان فیضِ پنهانی — بنای خانه را از خشتِ زیرین محکمی باشد

اگر خواہی زعمرِ خود حلاوت تن بسختی ده — ثمر را وقت شیرینی چو آید استخوان گیرد

چو دولت یافتی خوی بدت فرمان روا گردد — که در وقتِ سواری دستِ چیب حسبِ عنان باشد

بزرپاشی بود مشهور خورشیدِ جهان امّا — زرِ پاشیده را پیوسته در دامانِ خود دارد

تواند نفس ظالم از گداز خویش عادل شد — که چون شمشیر سوزن گشت کارش دوختن باشد

عیب خود نسبت بعاجز می دہد فرمان روا — بار چون اُفتد مکاری چوب بر استر زند

گر کند اقبال ما را کامیابِ انتقام — از تغافل ہمّتم خون در دلِ فرصت کند

در وصل دلم وا نشود بسکه ضعیفم — از رشتۂ باریک گره دیر کشاید

توان کردن بنرمی کارہاے سخت گیران را — که از قفل آنچه می آید زمُهرِ موم می آید

بدرویشان چو آمیزی پسندِ حق توانی شد — که چون با ریسمان آویخت ابریشم نمازی شد

با اعتبار جنگ ندارد تلاشِ فقر — زربفت باش و پارۂ دلقِ فقیر باش

غلط مکن چه سرت گشت گرمِ فکرِ بلند — که بازگشت نباشد فتاده را از بام

نیایم در شمار امّا بسانِ رشتۂ گوہر — درشتان را بنرمی آشنا ی یکدگر سازم

شاعران جان از برایِ شعر فهمان می کنند — دخترِ ہر کس وجیه افتاد مفت شوہر است

درین شعر طرفه مضمونے واقع شده۔ امثال این مضمون ہر چند بلند و نازک باشد بستن و در زبان حرف گیران افتادن چرا۔

مثل عمق بخاری که خود را بکه تشبیه می دہد و می گوید ؎

بخونِ من شده مژگانِ او حریص چنان — که شیعیان حسینِ علی بخونِ یزید

و شیخ سعدی شیرازی که خود را در چه محل فرود می آرد ؎

بزیرِ بارِ تو سعدی چو خر بگلِ در ماند — دلت نسوخت که بیچاره زیرِ بار من است

وعرفی شیرازی کہ دہانِ خود را بچہ می آلاید ؎

شاہدِ عصمت۔ تلاشِ صحبت من کے کند　　خونِ حیضِ دخترِ رز جو شد از لبہاے من

وملا ملک قمی کہ خود را بچہ حوالہ می کند ؎

تا چند بو الفضول زند لاف دوستی　　دادِ ادب دہید و ملک را کتکٹ[1] زنید

ونعمت خان عالی کہ از چہ مقام حرف می زند ؎

بیا کہ شیشۂ می در سجود جام شدہ است　　ببین کہ خانۂ ما مسجد الحرام شدہ است

(۷۳) عالی میرزا محمد شیرازی

حاوی فنونِ وافر بود و جامعِ علوم متکاثر۔ اسلاف او در شیراز بشیوۂ طبابت مشہور بودہ اند۔

پدرش حکیم فتح الدین عم حکیم محسن خان است کہ در ہندوستان با شاہ عالم در وقت شاہزادگی مصاحبتے بہم رسانید۔ و پسرش حکیم حاذق خان در سال آخر عالمگیری بخطاب حکیم الملک امتیاز یافت و در عہد محمد شاہ بمنصب پنجہزاری و خطاب حکیم الملوک و کمال تقرب محسود اقران گشت حکیم فتح الدین نیز بہ ہند آمدہ

گویند میرزا محمد در ہند متولد شد۔ و در صغر سن ہمراہ پدر بشیراز رفت و کسب کمال نمودہ برگشت۔ و در خدمت ملا شفیعای یزدی مخاطب بہ دانشمند خان نیز تلمذ نمود۔

و در سلک نوکران خلد مکان امتیاز یافت و چون شہر حیدر آباد فتح شد۔ تاریخ فتح از نظر شاہی گزرانید۔ و بمرحمت خلعت سرافراز گردید۔ تاریخ این ست ؎

---

[1] چوبدست قلندران (فرہنگ رشیدی صفحہ ۱۲۹)۔

از نصرتِ پادشاہِ غازی ‌‌ گردید دلِ جہانیان شاد
آمد بقلم حساب تاریخ ‌‌ شد فتح بجنگ حیدرآباد
۱۰۹۷ھ

و در سنہ اربع و مآتہ و الف (۱۱۰۴) بخطاب **نعمت خان** و دارو‌غگی باورچیخانہ نعمت فراوان اندوخت و "شکر نعمتِ واجب واجب" تاریخ یافت

و در اواخر عہد **خلد مکان** بخطاب **مقرب خان** و داروغگی جواہر خانہ نگینِ دولت بدست آورد

و چون **محمد اعظم شاہ** بعد از انتقال **خلد مکان** بہ ارادۂ مقابلت **شاہ عالم** از دکن نہضت ہند نمود- **میرزا محمد** عالی ملازم رکاب بود- و چون **محمد اعظم شاہ** در وقت قُرب فِتنَتَین بنگاہ را در **گوالیار** گزاشت- **میرزا محمد** برائے محافظت جواہر خانہ در **گوالیار** ماند

و بعد کُشتہ شدن **محمد اعظم شاہ** و ظفر یافتن **شاہ عالم**- **میرزا محمد** نعمتِ ملازمت **شاہ عالم** دریافت و بخطاب **دانشمند خان** سرمایۂ مباہات اندوخت و بتحریر شاہ نامہ مامور گردید- لیکن اجل فرصت نداد کہ آن نسخہ را باتمام رساند و قلم قضا بپیشد ستی نمودہ در سنہ احدی و عشرین و مآتہ و الف (۱۱۲۱) نسخۂ حیاتش باتمام رسانید[۱]-

میرزا محمد در نظم و نثر قدرت عالی دارد خصوص در وادی نثر طلسم حیرت مے بندد

دیوان[۲] مختوی بر قصائد و غزلیات و مثنوی مسمے بہ "سخن عالی" و منشآت او بنظر در آمدہ

---

[۱] در دائرہ میر مومن واقع حیدرآباد دکن مدفون شد- (گلزار آصفیہ صفحہ ۶۱۲ مطبوعہ بمبئی سنہ ۱۳۱۶ھ)
[۲] کلیات نعمت خان عالی بسیار نایاب خوشخط بکُتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن موجود است-

دردیباچه دیوان خود می نگارد که :-

"دربدایت حال به مناسبت شغل طبابت که سمت موروثی بود حکیم تخلص می"
"نمودم - آخر تصحیف پحکیم اختیار تخلص حکیم را مانع شد و بفرمودهٔ اُستادے"
"نواب دانشمند خان عالی تخلص کردم"

این چند بیت از دیوانش ملتقط گردید ؎

نخواهد کرد ترکِ بُت پرستیها دلِ زارم | که چون سنگِ سلیمانی ست مادرزاد زُنّارم
موج آبی چو رسد دانه ثمر ساز شود | ناخن اینجا شکند تا گرہے باز شود
می کند باز این دلِ شوریده آزارِ خودش | من چرا منعش کنم او داند و کارِ خودش
نگذارد بحرف گریه مرا | کاغذِ آب دیده را مانم
رشتهٔ حیاتم را ہمچو رشتهٔ تسبیح | صد گره بکار اُفتاد تا بیار پیوستم
نقش پائی او بہر گامے کند جان در تنم | خاک راہِ دوست گشتن آبِ حیوانِ من است
یار را در بر گرفتن کے فراموشم شود | کے رود از یاد کس چیزیکه از بر می کنند
گفتی اگر قرار بگیری رسی بکام | باری ازین قرار به بینم چه می شود
دین و دلے که داشتم از دست من کشید | در من نماند جز نفس آن ہم کشیدنی ست
دریا دلی کن و ز کدو پوچتر مباش | خواہد ہمیشه مرتبهٔ آشنا بلند
سَیر باغی که بود بیتو کم از ماتم نیست | می کند سایهٔ ہر نخل سیه پوش مرا
کشتِ امیدِ مرا نشو و نما معکوس شد | رو بپائین می کشد قدہمچو باران دانه ام
به بزمِ وصل او کاش اینقدر ہم می شدم محرم | که چون آئینه حرفی از پس دیوار می گفتم
کوکب سوخته میکرد گر اندک مددے | ہمچو آتش به دلِ سنگ تو جامی گردم
بجای نامه شمعِ روشنی دادیم قاصد را | که طومار یست شرح سوز و پیغام زبانی ہم
از عصای خویش طفلی را جنیبت می کشم | از رکابش دور وقتِ نیسواری نیستم

کاملان را ہمہ سرگشتگی از دستِ خود است | حاجتِ گردشِ پرکار نشد مانی را
خود ناتوان ولے ہنرآموز مردم اند | پیرانِ قدخمیدہ کمانِ کبادہ اند
حرفِ بجا زکس نشنیدم ز اہل ہند | غیر از کسے کہ گفت بمطرب بجا بجا

(۷۴) خالص۔ سید حسین

مخاطب بہ امتیاز خان صفاہانی خلف میرزا باقر وزیر قورچی۔ حاجی الحرمین الشریفین بود۔

بعد ورود ہندوستان در دکن۔ خلد مکان را ملازمت کرد و در سلک ملازمان سلطانی منتظم گردید۔ و بدیوانی صوبۂ عظیم آباد پٹنہ وخطاب امتیاز خان امتیاز یافت۔ و ثروت عظیمے بہم رسانید۔

و در عہد شاہ عالم عازم دیار ایران شد۔ و در بلدہ بھکر رسیدہ با علامۂ مرحوم میر عبد الجلیل بلگرامی برخورد و صُحبتہا داشت امتیاز خان اموال لکوک از نقود و جواہر و اقمشہ با خود می برد۔ خدایار خان[۱] مرزبان سندھ چشم طمع بر اموال او دوخت۔ علامۂ مرحوم برین معنی اطلاع یافتہ ہر چند مبالغہ کرد کہ پیشتر نباید رفت۔ و از ہمین جا عطف عنان باید نمود۔ گوش نکرد و سر بکف بجولانگاہ قاتل روان شد۔ چون بسیوستان رسید میر محمد اشرف خویش علامۂ مرحوم نائب خدمات سیوستان استقبال کرد و در حویلی خود فرود آورد۔ خدایار خان میر محمد اشرف را بتقریبے در خداآباد طلبید۔ و کسان خود را فرستاد تا شبے کار امتیاز خان تمام کردند۔ و این حادثہ در سنہ اثنین وعشرین ومأتہ والف (۱۱۲۲) واقع شد۔ علامۂ مرحوم "آہ آہ امتیاز خان"
۱۱۲۲ھ

[۱] مآثر الامرا جلد ۱ صفحہ ۸۲۵ تذکرۂ خدایار خان۔

تاریخ یافته اند۔

دیوانش مطالعه اُفتاد۔ صاف گوست۔ تلاشها هم دارد این چند بیت بزبان قلم ودیعت می شود ے

ما وطن دائم بخاکِ کربلا می خواستیم ۔۔۔ رشتهٔ تسبیح زد گوئے که ما مے خواستیم

بسائل آنچه بر آید ترا از دست بده ۔۔۔ نگاهدار زبان را و هر چه هست بده

رسید فصل بهار و زمانه گلچین است ۔۔۔ سپند آتشِ می شو چه وقت تمکین است

تیره روزی مانعِ عرضِ کمالاتِ دل است ۔۔۔ روز چون شب می شود آئینه فرد باطل است

نیست تقصیرِ کسے گر ما به بند اُفتاده ایم ۔۔۔ از جنونِ دوریِ خود در کمند اُفتاده ایم

حق القدم گرفت گهرهاے نیمرو ۔۔۔ پایِ کسے که آبله زد در سراغِ ما

تو تا از دیده رفتی ما نمی بینیم خود را هم ۔۔۔ جُدائی از تو چون آئینه تنها می کند ما را

تا نخوانند مشو سبز بهر انجمنے ۔۔۔ که نباشد به چمن قدر گلِ خود رو را

بکوئش قاصدی میرفت بیدردان زنادانی ۔۔۔ همه مکتوب می دادند من دادم دلِ خود را

دلبرِ من سکه دارد پشت چشمِ نازکے ۔۔۔ دیده گر برهم گذارد بازمے بیند مرا

ای کاش همچو رشتهٔ تسبیح تارِ عمر ۔۔۔ در کربلا گسسته شود گر گسستنی است

با خِسّتی که لازمِ ارباب دولت است ۔۔۔ دُشنام می دهند بسائل غنیمت است

نیست بے لطفی جوابِ نامه گر ننوشت دوست ۔۔۔ از زبانِ خامه ما را یاد نتوانست کرد

دیوانه براهے رود و طفل براهے ۔۔۔ یاران مگر این شهر شما سنگ ندارد

همّتِ هر کس بقدرِ وسعتِ احوالِ اوست ۔۔۔ آب چندین چشمه از یک چشمهٔ پل می رود

لُطفِ حق را کرد بر ما ظلمتِ عصیان غضب ۔۔۔ آب دریا را شبِ تاریک آتش مے کند

نمی خواهم بغیر از من کسے از وی نشان یابد ۔۔۔ چو بر گردد الٰهی قاصدِ من بے خبر باشد

ساقی بیا که فصل خزان زود مے رسد ۔۔۔ ای می تو هم برس که سفر مے کند بهار

جُناغی را کہ با اغیار من دلخواہ می بندی — اگر منظور دل بُردن بود من ہم دلی دارم

کار نظارہ بعینک چو فتد چشم بپوش — سر پیرت کہ دِگر شیشہ بخود بند مکن

(۷۵) باذل[۱] رفیع خان مشہدی

نسبش بخواجہ شمس الدین صاحب دیوان می پیوندد۔ وعمش میرزا محمد طاہر وزیر خان۔ در عہد صاحبقران ثانی شاہ جہان از مشہد مقدس۔ بہ ہند رسیدہ نوکری شاہزادہ اورنگ زیب عالمگیر برگزید۔ بعد جلوس عالمگیری بصوبہ داری برہان پور و اکبر آباد و مالوا بنوبت سر بلند گردید۔ و در حکومت مالوا سنہ ثلث وثمانین والف (۱۰۸۳) حیات مستعار را وداع نمود۔

وعم دیگرش میرزا جعفر سرو قد در مشہد مقدس مدرسۂ عالی دارد۔ نور الدین محمد خان و فخر الدین محمد خان و کفایت خان پسرانِ میرزا جعفر سرو قد بہ ہند آمدند و بخطابات وخدمات پادشاہی ممتاز بودند۔

اوّلین دیوان برہان پور شد۔ و در اورنگ آباد سنہ ست وعشرین ومأتہ والف (۱۱۲۶) بساط ہستی در نوردید۔ از اشعار اوست ؎

شد صرفۂ ما تا تو شکستی دلِ ما را — ہر پارۂ این آئینہ عکسے ز تو دارد

دوّمین خانسامان شاہزادہ محمد معز الدین بن شاہ عالم بود۔ آخر داروغۂ بیوتات کشمیر شد و ہمانجا در سنہ تسع وثلثین ومأتہ والف (۱۱۳۹) در گزشت۔

میرزا محمود پدر رفیع خان باذل نیز بہ ہند آمد محمود پورہ واقع اورنگ آباد و محمود پورہ واقع برہان پور بنام اوست۔ وقبرش در محمودپورۂ برہان پور است۔

---

[۱] ماثر الامرا جلد سوم صفحہ ۹۴۰ مطبوعہ کلکتہ۔

مولد رفیع خان باذل دار الخلافہ شاہجہان آباد۔ از معتصمان دامن دولت عالمگیری بود و بحکومت سرکار بانس بریلی سرفرازے داشت۔

وفاتش در سنہ ثلث وعشرین ومآتہ والف (۱۱۲۳) اتفاق اُفتاد۔

خیلے قوت بیانے دارد۔ وبہ اقتضاءِ تخلص خود فراوان جواہرِ زواہر بذل وایثار می نماید۔ حملۂ حیدری او قریب نود ہزار بیت مشہور عالم است۔

نقشے از کلامش درنگین صفحہ می نشیند ؎

بگردد طور جای نقش پا معراج احمد را
ید بیضا بزک داری کند نور محمد را

کمر در کار امّت تنگ بستن اینچنین باید
بہ بین در نام او گنجیدن میمِ مشدّد را

امشب چو شمع ریخت ز ہر تار موے ما
ہر گریۂ کہ بود گرہ در گلوے ما

ما مستِ جامِ غبغب و مینائے گردنیم
بر دوش مے کشند نکویان سبوی ما

(۷۶) اثر شفیعائی شیرازی

سخن سازِ افسون طراز است۔ پدرش از مردم پر شگفت بودہ کہ موضعیست از اعمال شیراز۔

مؤلد و منشأ شفیعا شیراز است۔ در خورد سالی چشمش از آبلہ بے نور گردید اما چراغ بصیرتش روشنی کامل داشت۔ اکثر در شیراز بسر می برد۔ و باصفہان ہم رفتہ۔ با مستعدانِ آنجا صحبت داشت۔

کسانیکہ اورا دیدہ اند می گویند کہ بسیار کریہ منظر بود اما ہرگاہ در نطق مے آمد مجلسیان را شیفتۂ حسن کلام می ساخت

فوتش بعد عشرین ومآتہ والف (۱۱۲۰) واقع شد این چند بیت از دیوانش بعجلت تمام التقاط یافت ؎

رشتۂ طولِ امل تار و جہان طنبور است — چہ قدر بر سرِ این کاسۂ خالی شور است

زآبِ گلستان آموخت شوقم جانفشانی را — بپائی نونہالان صرف کردم زندگانی را

خط گرد ظاہر آن دہنِ غنچہ رنگ را — در کار بود حاشیہ این متنِ تنگ را

زخلوت خانۂ خود گوشۂ درویش محزون را — چنان باشد کہ گیرد پادشاہی ربع مسکون را

بد عمل را دائم از نقصانِ مردم راحت است — سنگ کم دزدِ ترازو را انگبینِ دولت است

چون آن شعرے کہ انداز ند کج طبعان بہ تقطیعش — زموزونی جُدائی بود حاصل عضو عضوم را

دوستان را کسوتِ تجریدے پوشد خدا — شاہ می بخشد بخاصان خلعتِ پوشیدہ را

نساز د حق شناسان را مقید زیورِ دنیا — زانگشتِ شہادت دست کوتاہ است خاتم را

آخر آخر بزلفِ پرفنِ او نقدِ جان دادم — امانتدار خود کردم زنادانی پریشان را

(۷۷) سرخوش - محمد افضل

از مردم سرکار عبد اللہ خان زخمی شاہجہانی بود - می فروش مصطبۂ معانی است و قدح گردانِ انجمن سخن دانی - عمرہا در کوچۂ شاعری شتافت - و صحبت جمعے از صاحب طبعان عصر خود دریافت - چنانچہ از "کلمات الشعرا"[۱] کہ تالیف او ست سمت وضوح می یابد -

شاگرد محمد علی ماہر و موسوی خان فطرت است و از یارانِ شیخ ناصر علی و در مدح او می گوید ؎

باشعر علی نے رسد شعر کسے — زان سان کہ خطِ کس بخط میر علی

---

[۱] نسخ متعددہ از کلمات الشعراء در کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن موجود است و یکے از انہا نسخۂ کتب خانہ سراج الدین علی خان آرزو ست کہ بسیار خوشخط است و اشاعت کنندہ این کتاب (محمد عبد اللہ خان) عزم بالجزم دارد کہ این نسخۂ گرانمایہ را بطبع رسانیدہ اشاعت دہد ایزد کارساز توفیق رفیق گرداناد -

شخصے در مجلسے گُفت کہ تعدیہ رسد بکلمۂ با مسموع نیست۔ فقیر شاہدے از کلام میرزا محمد قلی سلیم طہرانی گذارش نمود۔

پیشِ لبت سخن بہ مسیحائے رسد　　بالطف ساعدت بدبیضا نمی رسد

اواخر عمر در دار الخلافہ شاہ جہان آباد پا در گوشۂ قناعت شکست و بہ تزوج و تاہل پرداخت۔

ولادت او در سنہ خمسین و الف (۱۰۵۰) واقع شُد۔ عمری دراز یافت و در عشرۂ ثالث بعد مآتہ و الف (۱۱۰۰) بخلوت کدۂ خموشان شتافت

جامِ کلامش بگردش می آید ؎

سرت چون گردد از مستی جہان گرد سر گردد　　زمین و آسمان در میکشی فرمانبرت گردد

آمد از زخم نمک سود جگر یاد مرا　　نظرے بر گلِ شبنم زدہ اُفتاد مرا

ہمزبانِ لال را ناچار باید گشت لال　　کار چون با ناقص اُفتد دست بردار از کمال

از اسپ تازیانۂ انسان کلان تر است　　تعزیر ہم بقدر بزرگی مقرر است

کہ بعد کشتہ شدن ہم تلاشہا باقی است　　ز دست و پا زدنِ بسملِ تو دانستم

گل گریبان دریدہ می آید　　در عدم ہم ز عشق شورے ہست

شیرازۂ جمعیتِ دلہا رگِ تاک است　　از خوشۂ انگور عیان شد کہ درین باغ

نتوان کفِ دست خود گزیدن　　ہموار ز کس نہ بیند آزار

(۷۸) طاہر۔ التفات خان نقد اصفاہانی

نام اصلی او میرزا محمد طاہر است از سلسلۂ میرزایان دفترِ سلاطین صفویہ بود۔ مشارٌ الیہ و برادرش میرزا محمد علی در عہد خلد مکان از صفاہان

---

[۱] دیوان سرخوش در کلکتہ بقالب طبع در آمدہ۔

به دکن رسیدند- و با مخلص خان ربطی بهم رسانیده بتوجه او ملازمت پادشاه حاصل کردند- و بمنصبی کامیاب گشتند

نخستین بخطاب التفات خان و دومین بخطاب ملتفت خان مورد التفات گردید

التفات خان در عصر خلد مکان فوجدار بیر از مضافات اورنگ آباد بود- و در عهد شاه عالم فوجدار گودرا از توابع گجرات احمد آباد شد و در زمان محمد فرخ سیر به فوجداری ماندو و مندسور از ملحقات صوبهٔ مالوا می پرداخت-

چون امیر الامرا سید حسین علی خان بدکن رسید- خود را بخدمت امیر الامرا رسانید- و مشمول الطاف گردید-

آخر صحبت برهم برخورد ناگزیر متوجه دار الخلافه شاهجهان آباد گشت و در نواحی کهرکون رسیده در سنه تسع و عشرین و مائة و الف (۱۱۲۹) بر دست قطاع الطریق رشتهٔ حیاتش انقطاع یافت-

ذکی الطبع بود و نثر مستعدانه می نوشت- و بمثابهٔ قدرت داشت که سه کاتب در حضور او با اسباب کتابت می نشستند- هر سه را عبارت خود می فرمود- و فقرهٔ لاحق برائی هر کدام بے تامل می گفت و ربط کلام از دست نمی داد- و با وصف آن خود هم دران حالت مشغول کتابت می بود-

از التفات خان است ؎

مکن گویا بعرضِ مدعا یارب زبانم را | به بند از موی چینی تارِ قانونِ فغانم را
شهید بیکسم پوشیده ام بعد از فنایِ خود | برنگِ مردهٔ فیروزه نیلی در عزای خود
شهرتِ حسنِ تو شد از کشمهٔ دیدار تو | از نسیم بالِ بلبل بشگفد گلزار تو

(۷۹) غبار- میرزا ابوتراب

پسر التفات خان- خوش ذهن بود- و شعر خوب می گفت-

جعفر عاشق تخلص در ہجو غبار قصیدۂ پرداخت۔ غبار باین رباعی جواب ادا کرده

گویند کہ ہجو کرد مارا جعفر شیرین ولطیف ہمچو شیر و شکر
صد شکر کہ آنچہ عیب ما بود غبار امروز برای دیگرے گشتہ ہنر

(۸۰) واضح میرزا مبارک اللہ مخاطب بہ ارادت خان

از دودمانِ امارت است۔ جدش میر محمد باقر از نجباء بلدۂ ساوه و دامادی او بمیرزا جعفر آصف خان علاوه بود۔ در عہد جہانگیری بمنصب میر بخشیگری دم مباہات می زد۔ و در زمانِ جلوسِ شاه جہان بوالا پایۂ وزارت مترقی گشت و بفرصت قلیل بہ ایالت دکن وخطاب خان اعظم فوز عظیم اندوخت۔ و بتفریق بہ صوبہ داری گجرات و بنگالہ و کشمیر و الہ آباد مامور گردید۔ و ہیچ وقت بیکار نماند۔ آخر پادشاه اورا مجاز کرد کہ حکومتِ ہر صوبہ کہ خواہد برای خود اختیار کند۔ او فوجداری دار الخیور جونپور برگزید و در ایام حکومت آنجا موافق سنہ ثمان و خمسین و الف (۱۰۵۸) مرحلۂ آخرت پیمود و دختر او با شاه شجاع منسوب بود۔

و سلطان زین الدین بن شاه شجاع از بطن آن عفیفہ متولد شد۔ پسر خوردش میر اسحٰق ارادت خان در عصر خلد مکان بعد از فتح دارا شکوه بحکومت صوبۂ اوده مامور گشت و در ہمان سال ازین دارِ ملال درگزشت

پسر او میرزا مبارک اللہ واضح از درگاه خلد مکان بخطاب موروثی ارادت خان[۱] مامور گردید۔ و در سنہ مائۃ و الف (۱۱۰۰) بفوجداری چاکنہ و در سنہ ثمان و مائۃ و الف (۱۱۰۸) بفوجداری نواحی اورنگ آباد و بعد از آن بقلعہ داری گلبرگہ منصوب گشت۔

---

[۱] مآثر الامرا جلد صفحہ ۲۰۳ تا ۲۰۶ مطبوعہ کلکتہ سنہ ۱۸۸۸ء تذکرۂ ارادت خان۔

ودر عصر شاہ عالم بہ منصب چہار ہزاری امتیاز یافت - و در عہد محمد فرخ سیر سنہ ثمان وعشرین و مآتہ والف (۱۱۲۸) ودیعت حیات سپرد-

دیوان واضح بنظر درآمد- چند غزل بخط واضح بر ہوامش این نسخہ ثبت بود- قصائد وغزلیات ورباعیات ومثنوی متعدد دارد-

این چند گل ازان چمن چیدہ شد ؎

عارف ازو پر است ولی او نمے شود | آئینہ رونما شود و رو نمے شود
زمقراضِ فنا نور است شمعِ زندگانی را | بود آب دم شمشیر صندل سرگرانی را
چہ الفت است بزلفِ تو بیقراران را | بلی سیاہ پسند است سوگواران را
موجم و وحشت کند محروم از ساحل مرا | در طپیدن رفت از کف دامنِ قاتل مرا
در عالم دل باختنِ خویش رواج است | عمریست کہ ویرانۂ ما وقفِ خراج است
بجیب صبح زخورشید گلفشانیہاست | بجام پیریِ ما بادۂ جوانیہاست
براہِ او چہ در بازیم فی دینے نہ دُنیائے | دلے داریم و اندوہے سری داریم وسودائے
واضح بہ ہیچ راہ دلم وا نمے شود | این قفل زنگ بست شکستن کلید اوست
برمرادِ دلِ خود بال زدن نقصان است | وقت آن خوش کہ مرا در قفس انداختہ است
دست فرسود نگہ طلعتِ خورشید نشد | حسن بے ساختہ از فیض نگہبان دارد
گرچہ آزادم ولی جانم فدائے دیگریست | گرد سر گردانده صیادے مرا سر دادہ است
رشک فرمائے دلم نیست بجز عیش حباب | یافت یک پیرہن ہستی و آن ہم کفن است
بیخود شدنم آفت مینائے ادب بود | ساقی کرم افزود کہ در نشہ کمی کرد
رفتنیہائے جہان قابلِ دل بستن نیست | این قدر بس کہ دمی خاطرِ خود شاد کنند
گلۂ صاف بہ از عفو غبار آلود است | ہست دوزخ گنہی کہ بمدارا بخشند
بہار وقف صبا- گل بکام گلچین باد | کہ ما بہ کنج قفس طرحِ آشیان کردیم

بکاغذ اخگری پیچیده ام یعنی دلِ خود را   مباد اگریہ بر حالم کنی ای نامہ بر رحمے

رباعی

در گنجفۂ دہر شہانِ عالم   درصنفِ رعیت اند نے بیش و نہ کم
حکمے دارند زان جہاندار شدند   چون حکم نماند گشت بازی برہم

(۸۱) بیدل میرزا عبدالقادر عظیم آبادی

عمدۂ سخن طرازان - و شہرۂ سحر پردازان است - در اقسام نظم پایۂ بلند و در اسالیب نثر رتبہ ارجمند دارد - طبع درّاکش چہ قدر معانی تازہ بہم رسانده - و چہ ثمرہای نورس کہ از نہال قلم افشانده - خلاصۂ کلامش شراب میخانۂ ہوشیاران - و طلاے دستمایۂ کامل عیاران است - از آغاز شعور تا دمِ آخر چشم بر سیمای معنی دوختہ - و چراغ عجبے بر مزار خود افروختہ -

از نژاد قوم برلاس است - در بلدۂ عظیم آباد پتنہ از نہانخانۂ عدم بشہرستان وجود خرامید و در ہندوستان نشو و نما یافت

در مبدء حال نوکر شاہزاده محمد اعظم بن خلد مکان بود - و بمنصبے امتیاز داشت یکے از مقربان تعریف میرزا بسمع شاہزاده رسانید - شاہزاده فرمود قصیدۂ در مدح ما انشا کند تا رتبۂ استعدادش دریافتہ باضافۂ منصب و تقرب سرافراز فرمائیم این خبر بمیرزا رسانیدند فی الفور دل از نوکری برداشت - ہرچند یاران مقید شدند کہ قصیده در مدح شاہزاده توان گفت - سر انکار باز زد و نوکری را ترک داده در دارالخلافہ شاہ جہان آباد گوشۂ انزوا گرفت و بقیہ زندگانی بعنوان فقر و توکل بسر آورد -

حق تعالیٰ او را اعتبار و اشتہار ارزانی فرمود - امرا و ارکان سلطنت ہمہ

آرزوی ملاقات داشتند و اعزاز و اکرام فوق الحد بجامی آوردند سیما نواب شکر اللہ خان کہ خود با جمیع اہل بیت محو اعتقاد میرزا بود و میرزا نیز مخلص خاص این خاندان است۔

نواب شکر اللہ خان از سادات خواف است و دامادِ عاقل خان رازی و از پیشگاہ خلد مکان بحکومت سہرند و سہارنپور و میوات سرفرازی داشت آخر در میوات سنہ ثمان و مآتہ والف (۱۱۰۸) از منصب حیات مستعفی گشت میر لطف اللہ شکر اللہ خان پسر اوست کہ بخطاب پدر مخاطب گردید و خلف دیگرش میر عنایت اللہ شاکر خان۔ و دیگرے میر کرم اللہ عاقل خان۔

نواب نظام الملک آصف جاہ طاب ثراہ در شعر خود را شاگرد میرزا (بیدل) می گرفت۔ در منشآت میرزا چند رقعہ کہ بنام چین قلیج خان است عبارت از نواب آصف جاہ باشد کہ خطاب قدیم اوست۔ ہرگاہ میرزا بدولت خانۂ نواب می رفت استقبال و مشایعت میکرد۔ و بر مسند خود می نشاند۔

و میرزا را با امیر الامرا سید حسین علی خان نیز ربط تام بود در ایامی کہ امیر الامرا بنظم ممالک دکن می پرداخت۔ میرزا این دو بیت از شاہجہان آباد بہ امیر الامرا نوشت ؎

ای نشۂ پیمانۂ قدرت بچہ کاری	ہستی اثری یا پئے تاراج خماری
می در قدحی گل بسری جام بدستی	رنگِ چمنی موج گلی جوش بہاری

لیکن بعد برہم زدن محمد فرخ سیر تاریخ طبع زاد میرزا کہ ع

"سادات بوی نمک حرامی کردند"
۱۱۳۱

شہرت گرفت۔ میرزا متوہم شدہ از دہلی حرکت جانب لاہور کرد۔ عبد الصمد خان ناظم لاہور بتعظیم و تکریم تمام پیش آمد و خدمات شایستہ بتقدیم رسانید۔

وچون دولتِ سادات عنقریب برہم خورد- میرزا درہمان ایام بہ شاہجہان آباد معاودت نمود- وسیوم ماہ صفر سنہ ثلث وثلثین ومآتہ والف (۱۱۳۳) رخت بعالم باقی کشید- ودرصحن خانۂ خود مدفون گردید-

میرزا معنی آفرین بے نظیر است اما عبارت بطورِ خود دارد وبطورِ جمہور نیز فراوان جواہر سخن دررشتۂ نطق کشید- اگر کلیاتش را انتخاب زنند مجموعۂ لطیف مقبول حاصل می شود وخطِ نسخ بر نسخۂ سحر سامری می کشد- چنانچہ درین عدالت گاہ شہود عدل حاضر است-

وازبس قوتِ طبع گاہے بادپای فکر تندمی تازد وبطورِ ملا ظہوری ترشیزی دریک زمین مکرر طرح غزل می اندازد-

ومیرزا را بحر کامل مرغوب افتادہ ودرین بحر شناٸی کردہ میر عطاء اللہ صاحب رسالۂ عروض گوید بعضے متاخرین شعراء عجم بر کامل مثمن شعر گفتہ اند- خالی ازعذوبتی نیست چنانچہ خواجہ کمال الدین سلمان ساوجی فرماید ؎

بصنوبرِ قدِ دلکشش اگرای صبا گذرے کنی
بہوای جانِ حزینِ من دلِ خستہ راخبرے کنی

وازمطالع میرزا بیدل است ؎

توکریم مطلق ومن گدا- چہ کنی جزاین کہ نخوانیم
درِ دیگرم بنما کہ من بکجا روم چو برانیم

دیوان غزل میرزا بنظر درآمد- این چند گوہر ازان محیط برآوردہ شد ؎

مستِ عرفان راشراب دیگرے درکار نیست
جز طوافِ خویش دور ساغرے درکار نیست

ادب چہ چارہ کند شوق چون فضول افتد
بجای عذر دل آوردہ ام قبول افتد

دیدۂ انتظار را دامِ امید کردہ ام
ای قدمت بچشم من خانہ سفید کردہ ام

آخر زفقر بر سرِ دنیا زدیم پا
خلقی بجاہ تکیہ زد و ما زدیم پا

کافرم گر مخمل وسنجاب می باید مرا
سایۂ بیدی کفیل خواب مے باید مرا

بی نقش چین نه حُسن فرنگ آفریدن است — بهزادی تو دست ز دنیا کشیدن است

تنم زبندِ لباسِ تکلف آزاد است — برهنگی ببرم خلعتِ خدا داد است

اُلفتِ تن باعثِ فکر پریشانِ دل است — دانه صاحب ریشه از آمیزشِ آب و گِل است

کسے از التفاتِ چشم خوبان کام بر دارد — که بر هر استخوان صد زخم چون بادام بر دارد

من نمی گویم زیان کن یا بفکرِ سود باش — ای ز فرصت بیخبر در هر چه باشی زود باش

شکوهِ فقر ملکِ بے نیازی کرد تسلیم — باقبالی که دل برخاست از دُنیا به تعظیم

باز بیتابانه ایجادِ نواسے مے کنم — مطلب دیگر نئے دانم دُعاسے مے کنم

من درین بحر نه کشتی نه کدو مے آرم — چون حباب از بر خود جامه فرو مے آرم

درین حدیقه نهٔ قدر دانِ حیرانی — بشوخیِ مژه ترسم ورق به گردانی

جمع گشتن دلِ ما را به تسلّی نرساند — از گهر کیست برد شیوهٔ غلطانی را

چه وجود و چه عدم بست و کشادِ مژه است — چون شرر هر دو جهان را بنگاهے دریاب

سرگرانی لازمِ هستی بود بیدل که صبح — تا نفس باقی است صندل بر جبین مالیده است

گر تاملِ قفسِ بیضهٔ طاؤس شود — در شبستانِ عدم نیز چراغانی هست

دل سخت گره شد زخمِ ابروے نازش — در طاقِ تغافل همه نقاشِ چین است

صافِ معنی کرد مستغنی ز دردِ صورتم — چون بطِ می باطنِ من عالمِ آبِ من است

بهستیِ تو اُمید است نیستی ما را — که گفته اند اگر هیچ نیست الله است

بهر طرف گزری سیرِ نرگستان کن — بقدرِ نقشِ قدم چشمِ دوستان باز است

تا نفس باقی ست ظالم نیست بیفکرِ فساد — گوشه گیرِ فتنه می باشد کمان را تا دم است

قلندرانه حدیث است زاهدِ مغرور — تو غرهٔ به بهشتی که جائے ریدن نیست

کینه در طبعِ ملائم نکند نشو و نما — فارغ از جوشِ غبار است زمینی که نم است

حُسنِ بے مشق تاُمل نگذشت از دلِ ما — صفحهٔ حیرتِ آئینه عجب خوش قلم است

مشقِ ستم ز طینتِ ظالم نمے رود | زورِ کمان دمے که نماند کباده است

کس نرفتے بعدم هستی اگر جامی داشت | خلقے از تنگیِ این خانه بصحرا زده است

کاش هجران دادِ من میداد گر وصلی نبود | شمع تصویرم که از من سوختن هم ننگ داشت

گر برآمد از صدف گوهر اسیرِ رشته است | خانهٔ غربت دلِ آگاه را دامِ بلا است

بی خمیدن از زمین نتوان گهر برداشتن | آنچه بردارد دلت زین خاکدان قدِ دوتاست

نه دام دانم و نی دانه این قدر دانم | که دل بهر چه کشد التفات صیّاد است

در نیامِ هر نفس تیغِ دو دم خوابیده است | چون سحر در قطعِ هستی خنجرے درکار نیست

آن قدر سعی به آبادیِ ما لازم نیست | خانهٔ چشم به امدادِ نگاهی بر پاست

گویند بهشت است و همه راحتِ جاوید | جائیکه بداغی نه طپد دل چه مقام است

چون سایه باش یک قلم آئینهٔ نیاز | آن را که سجده جزو بدن نیست بنده نیست

تا خموشی نگزینی حق و باطل باقی است | رشتهٔ را که گره جمع نسازد دو سر است

مرده هم فکرِ قیامت دارد | آرمیدن چه قدر دشوار است

بگذر از اندیشهٔ یوسف که در کنعانِ ما | یا نسیمِ پیرهن یا جلوهٔ پیراهن است

هیچ کس از معنیِ مکتوبِ شوق آگاه نیست | ورنه جائے نامه پیشِ یار ما را خواندن است

هر که رفت از خود بداغِ تازه ام ممتاز کرد | آتشِ این کاروانها جمله بر جانِ من است

پیشکارانِ عجوزِ دهر یکسر غالب اند | آنکه از مردان بمردی باج میگیرد زن است

آبرو با عرضِ مطلب جمع نتوان ساختن | دستِ حاجت تا بلندی کرد استغنا نشست

بیدل نتوان بردنم از خطِّ جبینم | نقاشِ عرق ریزِ حیا نقش مرا بست

خواریِ دیوانِ دهر عزّتِ ما بیش کرد | فرد چو باطل شود سرورقِ دفتر است

قماشِ فهم نداریم ورنه خوبان را | اُتوی پیرهنِ ناز چینِ پیشانی است

زین ندامت خانه بیرون رفتنت دشوار نیست | هر قدر دستی که می سائی بهم پا می شود

بر رنگِ آب سیر برگ برگِ این چمن کردم — گلِ داغ است بیدل آنکه بوئی از وفا دارد

داغم که چرا پیکرِ من سایه نه گردید — تا در قدمِ سروِ خرامانِ تو باشد

چو عمر گر نشوی هم عنانِ خود داری — قدم بهر چه گذاری رکاب می گردد

بر که نالم بیدل از بیدادِ چرخ — خوابِ من آواز این دو لاب بُرد

در مجلسی که عزّت موقوفِ خود فروشی است — دیگر کسی چه باشد گر میرزا نباشد

چو بر گردد مزاج از احتیاطِ خود مشو غافل — سلامت سخت می لرزد بران سنگی که مینا شد

بدماغِ دعوی عشق سرِ بوالهوس بلند است — مگر از دکانِ قصاب جگری خریده باشد

ز دل حقیقت ردّ و قبول پرسیدم — بخنده گفت برو یا بیا که می پرسد

اگر مردی در تخفیفِ اسباب تعلّق زن — کز انگشتِ دگر انگشتِ نر یک بند کم دارد

کج ادایانه به اربابِ مطالب سر کن — راستی بر دلِ این قوم سنان می باشد

دهر لبریزِ مکافات است اما کو تمیز — کم کسی اینجا بحالِ خود ترحم می کند

برقی ز دور دارد هنگامهٔ تجلّی — ای بیخودان به بینید دل جلوه گر نباشد

هر چند کار فرداست امروز مفت خود گیر — شاید دماغِ طاقت وقتِ دگر نباشد

چشمت بغلط سوی من انداخت نگاهی — تیری که ازین شست خطا شد چه بجا شد

نموده اند ز دستِ نوازشِ فلکم — دمی که گاه غضب بر زمین پلنگ زند

سایه از جلوهٔ خورشید چه اظهار کند — رفتم از خویش ندانم بچه آئین آمد

ای ساغرِ بنجاله ازین تشنه سلامی — خوش خیمه بران چشمهٔ کوثر زدهٔ باز

وضعِ فقیریِ ما ناساز هیچکس نیست — ویرانه ایم اما بسیار خوش هوائیم

چندانکه ز خود می روم آن جلوه به پیش است — رنگی نشکستم که برنگی نرسیدم

نشّهٔ تحقیق مارا شعلهٔ جوّاله کرد — گردِ خود گشتیم چندانی که خود را سوختیم

کم ظرفیم از غفلتِ خویش است وگرنه — دریاست میِ ریخته از جامِ حُبابم

در وصل ز محرومیِ دیدار میرسید | آئینہ نفہمید کہ من با کہ دو چارم
طپیدم نالہ کردم۔ آب گشتم خاک گردیدم | تکلف بیش ازین نتوان بعرضِ مدعا کردن
چہ پردازم بعرضِ مطلبِ خود سخت حیرانم | تو ہم آخر زبانِ حیرتِ آئینہ می دانی

رباعی

ہر صبح کہ درہائے فلک باز کنند | مردم قانون جستجو ساز کنند
قوال فلک بدست گیرد دفِ مہر | دنیا طلبان پا زدن آغاز کنند

مخفی نماند کہ تاریخی کہ میرزا بیدل برای سادات گفتہ و در ترجمۂ او برزبان قلم گزشتہ۔ محرک شد کہ درین محل شمۂ از احوال دو امیر کبیر از ساداتِ بارہہ و اسبابے کہ باعث عزل پادشاہ شد بمعرض بیان در آید۔ و این جملہ معترضہ نقاب از صورت حال وا نماید۔ و اسم نواب آصف جاہ ہم در ترجمۂ میرزا ذکر یافت بہ این تقریب حالات نواب آصف جاہ و نواب نظام الدولہ شہید خلف الصدق او نیز می طرازم۔ و او ہم کلک را مطلق العنان می سازم۔

(۸۲) سیّد عبداللہ خان

مخاطب بہ قطب الملک وزیر اعظم محمد فرخ سیر پادشاہ بود و برادرش سید حسین علی خان بمنصب امیر الامرائی تارک مباہات بآسمان می سود۔

اینہا از اعاظم سادات بارہہ اند و اکابر شرفاء ہند نسب سادات بارہہ بہ سید ابو الفرح واسطی راجع می شود کہ سلسلۂ نسبش در دفترِ اوّل تحت ترجمہ سیّد محمد صغری بلگرامی نوّر اللہ ضریحہٗ نگارش یافت۔

ہر دو برادر فرقدین فلک سیادت و نیرین سپہر امارت بودند متحلی باکثر شمائل

ٹ ماٰثر الامرا جلد سوم صفحہ ۱۳۰ تا ۱۴۰ مطبوعہ کلکتہ ۱۸۹۱ء۔

سنیہ وخصائل رضیہ خصوص سخاوت وشجاعت کہ ازین دوصفتِ والاآثار غرائب ظہور رساندند۔ ونقشہائی کہ طراز صفحۂ دولت باشد برلوح روزگار نشاندند۔ وازمبادیِ ایام عروج تامنتہے بخوبی ونیکنامی بسر بردند۔ وازآبیاری عدل واحسان عرصۂ ہند رارشک فردوس برین ساختند۔ لیکن دراواخر دولت راہ غلط پیموزند وتاروزقیامت داغ بدنامی برخود بردند۔ امانزدارباب انصاف منشأ عزل پادشاہ محض پاس آبرو وحفظ جان عزیز بود کہ اینہامدۃ العمرجانفشانیہانمودند۔ ولوازم دولتخواہیہا بتقدیم رسانیدند۔ پادشاہ چشم ازحقوق پوشیدہ درصدد قلع وقمع اُفتادہ وتازندہ بود ہمین خیال درسرداشت۔ آخراین رای سقیم باعث زوال سلطنت شدودولت پادشاہ وساداتِ ہردوبرہم خورد۔

قاضی شہاب الدین ملک العلما قدس سرہٗ درمناقب السادات میفرمائد کہ:۔

"امارتِ صحت سیادت خلق محمدی است وسخاوت ہاشمی وشجاعت حیدری باید"

"کہ سید صحیح النسب ازین ملکات بہرۂ وافی داشتہ باشد۔ واحیانا بحکم نفس امارہ"

"اگرمرتکب عصیانے شود۔ آخرکارسببے رومی دہدکہ باعث نجات اُخروی می گردد۔"

مصداق این کلام درین ہردوبرادرمشاہدہ اُفتادکہ مظلوم ازین عالم رفتند وغازۂ شہادت بررومالیدند نام اصلی قطب الملک حسن علی است ونام اصلی امیرالامرا حسین علی۔ شہادت اول بہ زہرواقع شد۔ وشہادتِ ثانی بخنجر۔

حسن علی خان برادرکلان درعہد خلد مکان بخطاب خانی وفوجداری نذربار وسلطان پور ازتوابع بگلانہ سرفرازی یافت وبعدازان بحراست اورنگ آباد سربلند گردید۔

وچون شہزادہ محمد معزالدین بن شاہ عالم ازپیشگاہ خلد مکان بصوبہ داری ملتان مامورشد حسن علی خان بہمراہے رکاب شہزادہ دستوری یافت۔ صحبت

او باشاہزادہ کوک نشد۔ و آزردہ خاطر بہ لاہور برگشت۔ در آن وقت میر عبدالجلیل بلگرامی بخدمت بھکر و سیوستان قیام داشت۔ چون حسن علی خان از نواحی بھکر قصد لاہور کرد۔ میر سلوکہای پسندیدہ بعمل آورد۔ ابتدای ربط با سادات این است

وقتیکہ خلد مکان علم بملک جاودانی زد۔ ورایات شاہ عالم از پیشاور بہ لاہور خرامید۔ حسن علی خان را بمنصب سہ ہزاری وعطای نقارہ و بخشیگری فوج جدید سرافراز ساخت۔

و در جنگ محمد اعظم شاہ بہراولی فوج محمد معز الدین کہ ہراول مجموع عساکر شاہ عالمی بود مقرر گردید۔ وقتیکہ جنگ ترازو شد۔ حسن علی خان و حسین علی خان و نور الدین علی خان برادر سیوم برسم تہور پیشگان ہند خود را از فیل انداختند و باجمعیت سادات بارہہ پای جلادت افشردہ بجنگ کوتہ یراق پیوستند نور الدین علی خان نقد زندگانی در باخت و دیگر برادران زخمہای نمایان برداشتند و سرخ روئی فتح وظفر حاصل کردند۔ حسن علی خان بمنصب چہار ہزاری وصوبہ داری اجمیر مباہی گشت۔ و بعد از ان بصوبہ داری الہ آباد امتیاز پذیرفت

چون نوبت سلطنت بہ محمد معز الدین رسید۔ حکومت الہ آباد از عزلِ او بنام راجی خان مقرر شد و سید عبد الغفار از احفاد سید صدر جہاں صدر الصدور پہانوی بہ نیابت راجی خان متوجہ الہ آباد شد۔ سید حسن علی خان فوجے بتقابل برآورد و در سواد الہ آباد جنگ اُفتاد۔ سید عبد الغفار بعد غالب شدن مغلوب گردید۔ عنان عطف ساخت۔ محمد معز الدین باقتضای غفلت وعیاشی دست از تدارک برداشتہ در استمالت سید حسن علی خان افتاد و بہ ارسال فرمان بحالی الہ آباد و اضافۂ منصب سرافراز نمود

اما برادرش سید حسین علی خان ناظم عظیم آباد پٹنہ کہ بمزید شجاعت و وفاء و متانت

نامور روزگار بود با محمد فرخ سیر پیمان رفاقت موکد ساخت۔ چنانچه در ترجمۂ او نگارش می رود۔ و به حسن علی خان برادر کلان نیز ترغیب رفاقت نمود۔ حسن علی خان بچاپلوسی محمد معز الدین که از وقت صوبه داری ملتان کم التفاتی او می دانست اعتبار نه کرده از ته دل به محمد فرخ سیر گروید و درخواست قدوم اله آباد نمود۔

محمد فرخ سیر در چنین هنگام اتفاق این دو برادر بهادر صاحب فوج از امارات اقبال خود دانسته از بلدۂ پٹنه به اله آباد رسید و با حسن علی خان مشافهته بتجدید عهد پرداخته امیدوار مزید عنایات ساخت و به هراولی فوج مقرر فرمود۔ و عازم پیش گشت۔

عز الدین پسر کلان محمد معز الدین به اتالیقی خواجه حسین مخاطب به خان دوران از دار الخلافه شاهجهان آباد بتقابل محمد فرخ سیر مرخص گردید۔ و در حوالی کهجوه از توابع اله آباد رسیده انتظار حریف می کشید۔ بمجرد تقارب فوج محمد فرخ سیر عز الدین بے استعمال ادوات حرب نیم شبی راه گریز گرفت۔

فوج محمد فرخ سیر که در کمال عسرت و بے سامانی بود از غارت بنگاه عز الدین تقویتے کمال بهم رسانید و روانه پیشتر شده در نواحی اکبر آباد خرامش نمود۔

محمد معز الدین نیز از دار الخلافه کوچ کرده به اکبر آباد آمد۔ و در فکر عبور دریای جمن (جون) بود که حسن علی خان پیش قدمی نموده از متصل سرای روز بهانی چهار کروهی اکبر آباد دریای جمن (جون) را عبور کرد و در عقب او محمد فرخ سیر نیز از دریا گزشت۔ اکثر مردم محمد فرخ سیر از عسرت و کم مایگی رو به پراگندگی آورده بودند۔ معدودے همراه رکاب رسیدند۔ سیزدهم ذی الحجه سنه ثلث و عشرین و مآته و الف (۱۱۲۳) تلاقی فریقین دست داد۔ نسیم فیروزی بر الویه محمد فرخ سیر وزید۔ و محمد معز الدین بتغییر وضع راه دهلی گرفت۔

درین کارزار از ہر دو برادر ترددات نمایان بظہور رسید۔ سید حسین علی خان برادر خورد زخمہای کاری بر داشتہ در میدان افتاد۔ بعد جلوہ افروزی شاہد فتح حسن علی خان برادر کلان برجناح استعجال روانہ دار الخلافہ گشت۔ و پادشاہ نیز بہ تفاوت یک ہفتہ سایۂ وصول بر ساحتِ دہلی انداخت حسن علی خان بمنصب ہفت ہزاری ہفت ہزار سوار و خطاب سید عبد اللہ خان قطب الملک بہادر یار وفادار ظفر جنگ و تفویض وزارت اعلیٰ بلند پایہ گشت۔

چون عروج رتبہ این ہر دو برادر از حد گذشت۔ ناتوان بینان در صدد شکست افتادند۔ و بہ تسویلات واہی مزاج پادشاہ را شورانیدند۔ نوبت بجائے رسید کہ ہر دو برادر خانہ نشین گشتند۔ و بہ ترتیب مورچال و استعداد اسباب پرخاش پرداختند والدۂ پادشاہ کہ با ہر دو برادر اظہار دوستی می نمود و از قدیم واسطۂ اصلاح بود۔ بخانۂ قطب الملک آمدہ مجدداً عہد و پیمان استوار ساخت۔ ہر دو برادر بملازمت رسیدہ شکوہای محبت آمیز درمیان آمد۔ و چند روز زمانہ بہ آرامش گرائید۔

غرض گویان مزاج پادشاہ را برہم زدند۔ ہر روز صحبت بے مزہ تر می گشت۔ و مادۂ نفاق کہ خانہ بر انداز کہنہ دولتہاست می افزود۔ تا آنکہ امیر الامرا بصوبہ داری دکن مرخص گشت۔ و قطب الملک بعیش و عشرت مشغول گشتہ عنان وزارت بدست راجہ رتن چند سپرد۔ اعتقاد خان کشمیری ہمراز و دمساز پادشاہ گردید و کنگاش قلع و قمع سادات اعلان گرفت۔ قطب الملک بہ امیر الامرا نوشت کہ کار از دست رفتہ است پیش از انکہ چشم زخمی بہ آبرو و جان برسد۔ خود را باید رسانید۔ امیر الامرا باکمال تسلط و جبروت از دکن روانہ شدہ سواد دہلی را معسکر ساخت و پادشاہ را پیغام کرد کہ تا کہ بند و بست قلعہ بہ اختیار ما نباشد در ملازمت وسواس دارم۔ پادشاہ خدمات قلعہ را بہ متوسلان امیر الامرا سپرد۔ بعد استحکام قلعہ امیر الامرا

بملازمت پادشاه رسید۔

وہشتم ربیع الآخر به ارادهٔ ملاقات ثانی فوجها آراسته داخل شهر شد و در حویلی شایسته خان فرود آمد۔ قطب الملک و مهاراجه اجیت سنگھ در قلعه رفته بدستور روز اول به بند و بست قلعه پرداختند و کلید دروازه بدست آوروند۔ آن روز و شب بهمین منوال گذشت۔ مردم شهر واقف نشدند که شب در قلعه چه واقع شد چون صبح دمید۔ قتل قطب الملک شهرت داده افواج پادشاهی از هر جانب مرتب شده بر سر امیر الامرا خواستند هجوم آرند امیر الامرا به قطب الملک گفته فرستاد که چه جائے توقف است زود از میان باید برداشت۔

لاعلاج قطب الملک نهم ربیع الآخر سنه احدی وثلثین و مائته والف (۱۱۳۱) پادشاه را مقید ساخت و رفیع الدرجات بن رفیع الشان بن شاه عالم را از حبس برآورده بر تخت نشاند و صدای نقارهٔ جلوس او آشوبی را که در شهر برپا شده بود فرو نشاند۔

رفیع الدرجات در حالت حبس بمرض تپ دق مبتلا بود۔ چون سلطنت میسر شد لوازم احتیاط مزاج از دست داد و بعد ۳ ماه و چند روز روزگار او سپری گشت و مطابق وصیت او برادر کلانش رفیع الدوله را بر سریر سلطنت جا دادند۔ و به شاه جهان ثانی ملقب ساختند۔ بعد ایامے نیکو سیر در قلعه آگره خروج کرد۔ امیر الامرا با پادشاه بسرعت خود را رسانده قلعه را مفتوح ساخت۔ ناگاه فتنهٔ دیگر گل کرد۔ جی سنگھ سوائی طبل مخالفت کوفت۔ قطب الملک در رکاب شاه جهان ثانی برای دفع جی سنگھ به فتح پور سیکری شتافت و با جی سنگھ صورت مصالحه درمیان آمد شاه جهان ثانی نیز بعد ۳ ماه و چند روز بمرض اسهال درگذشت۔ ناگزیر روشن اختر بن جهان شاه بن شاه عالم را از دار الخلافه طلبیده

پانزدہم ذی القعدہ سنہ احدی وثلثین ومآتہ والف (۱۱۳۱) بر اورنگ فرمانروائی اجلاس دادند۔ و بہ محمد شاہ ملقب ساختند۔

سبحان اللہ ہر چند سادات خود دعویٰ سلطنت نہ کردند و اولاد تیموریہ را بر تخت نشاندند اما حرکتے کہ با محمد فرخ سیر کردند مبارک نیامد۔ دمی بہ آسایش نگذرانیدند و نفسے بہ طمانیت نہ کشیدند۔ دریاہائے فتنہ از ہر چہار طرف بتلاطم در آمد و اسباب زوال دولت آمادہ گشت۔

خبر رسید کہ غرۂ رجب سنہ اثنتین وثلثین و مآتہ والف (۱۱۳۲) نواب نظام الملک ناظم مالوا از دریای نربدا گذشتہ قلعہ آسیر و شہر برہان پور را متصرف گشت۔ امیر الامرا سید دلاور خان بخشی خود را با فوج سنگین جانب نواب نظام الملک فرستاد۔ دلاور خان بعد محاربہ بقتل رسید۔ سید عالم علیخان نائب صوبہ داری دکن کہ نوجوان تہور منش بود کارزار نمودہ مردانہ نقد ہستی باخت۔ امیر الامرا با پادشاہ قصد دکن کرد و قطب الملک با چندے از امرا نوزدہم ذی القعدہ از چہار کروہی اکبر آباد فتحپور رویہ رخصت دار الخلافہ دہلی شد و ہنوز نرسیدہ بود کہ ہفتم ذی الحجہ خبر کشتہ شدنِ امیر الامرا طاقت ربا گشت

قطب الملک برادر صغیر اعیانی خود سید نجم الدین علی خان را کہ بحراست دہلی قیام داشت نوشت کہ یکے از شاہزادہا را بر آوردہ بر تخت نشاند۔ پانزدہم ذی الحجہ سنہ اثنتین وثلثین و مآتہ والف (۱۱۳۲) سلطان ابراہیم بن رفیع الشان بن شاہ عالم را بر تخت دہلی اجلاس دادند۔ بہ تفاوت دو روز قطب الملک نیز رسید و بہ استمالت امراء قدیم و جدید پرداخت۔ و فوج علی العموم نگاہ داشت و آنچہ در ایام وزارت اندوختہ بود از نقد و جنس کہ احصاء آن جز علم الٰہی مقدور کسے نیست ہمہ را صرف سپاہ و یاران و دوستان کرد و گفت اگر زندہ ایم باز بہم

می رسانیم و اگر خواهش حق بنوعی دیگر است چرا در دست غیر اُفتد۔

ہفدہم ماہ مذکور بعزم مقابلہ از دار الخلافہ بر آمد۔ سیزدہم محرم سنہ ثلث و ثلثین و مآتہ والف (۱۱۳۳) بموضع حسن پور رسید۔ چہاردہم جنگ واقع شد۔ توپخانۂ محمد شاہی باہتمام حیدر قلی خان میر آتش پیہم درکار بود و مردم بارہہ سینہ را سپر ساختہ در مقابل توپخانہ مکرر حملہا نمودند از برگشتگی ایام فائدہ نہ بخشید۔ چون شب شد از بارش گولہای توپ و زنبورک وشترنال کہ آنے فرصت نمی داد فوج قطب الملک پراگندہ گشت و تا دمیدن صبح معدودے ہمراہ قطب الملک ماندند۔

ہمین کہ آفتاب از دریچۂ مشرق سر برآورد۔ فوج محمد شاہی یورش کرد و جنگے صعب واقع شد۔ بسیارے از سادات لبسمل شدند۔ و سید نجم الدین علی خان زخمہاے کاری برداشت۔ قطب الملک خود را از فیل انداخت۔ زخم تیر بر پیشانی و زخم شمشیر بر دست رسید۔ حیدر قلی خان۔ باجمعی بر سروقت قطب الملک رسیدہ او را بر فیل خود گرفت۔ و نزد پادشاہ آورد۔ پادشاہ جان بخشی نمودہ حوالۂ حیدر قلی خان فرمود۔ قطب الملک در قید پادشاہی روزی بشب و شبے بروز سیاہ می آورد آخر مسمومش کردند۔ اول مرتبہ خدمتگار او زہر مہرہ را سائیدہ خوراند۔ باستفراغ بسیاے سمیت دفع شد۔ روز دویم باز خواجہ سرای پادشاہی حب زہر ہلاہل آورد۔ قطب الملک تجدید وضو کردہ مستقبل قبلہ نشست وگفت الٰہی تو میدانی کہ این شئ حرام را باختیار خود نمی خورم۔ ہمین کہ از حلق فرو رفت حالت متغیر گشت و جان بجہان آفرین سپرد۔

واین واقعہ سلخ ذی الحجہ سنہ خمس وثلثین و مآتہ والف (۱۱۳۵) واقع شد قبرش در شاہجہان آباد زیارتگاہ خلائق است۔

از آثار اوست نہر پت پر گنج واقع شاہجہان آباد کہ از بی آبی حکم کربلا داشت قطب الملک در سنہ سبع وعشرین و مآتہ والف (۱۱۲۷) نہرے از اصل نہر

شاہجہانی بریدہ آوردہ و آن خطہ را بوفور آب احیا نمود۔ علامۂ مرحوم میر عبدالجلیل بلگرامی گوید؎

بحر جود و فیض قطب الملک عبداللہ خان ۔۔۔ نہر خیری کرد جاری آن وزیرِ محتشم

بہر آن عبدالجلیلِ واسطی تاریخ گفت ۔۔۔ نہر قطب الملک مدِّ بحرِ احسان و کرم

۱۱۲۷ھ

ونیز علامۂ مرحوم در مثنوی بمدح او می پردازد؎

ارسطو فطرتے آصف نشان است ۔۔۔ یمین الدولہ عبداللہ خان است

بدیوان چون نشیند نو بہار است ۔۔۔ بمیدان چون در اید ذوالفقار است

(۸۳) امیر الامرا سید حسین علی خان

برادر خورد قطب الملک است امّا در سخاوت وشجاعت وعلو ہمت وتمکین ووقار از برادر کلان فائق بود۔ و در عہد خلد مکان بہ حکومت رنتھنبور و آخرہا بہ فوجداری ہندول بیانہ می پرداخت

چون برادرش بعد رحلت خلد مکان در لاہور مشمول عواطف شاہ عالم گردید۔ سید حسین علی خان با فوجی شایستہ در حوالی دہلی دولت ملازمت دریافت۔ و در جنگ محمد اعظم شاہ مصدر جلائل ترددات گشتہ نوعی کہ گزشت بہ منصب سہ ہزاری وعنایت نقارہ سربلند گردید۔ و بوساطت شاہزادہ عظیم الشان بہ نیابت صوبہ داری عظیم آباد پٹنہ رخصت یافت

در اواخر عہد خلد مکان صوبہ داری بنگالہ بہ سپہ دار خان مخاطب بہ اعزالدولہ خان جہان بہادر از تغیر شاہزادہ عظیم الشان مقرر گشت۔ محمد فرخ سیر خلف عظیم الشان کہ بہ نیابت پدر در بنگالہ بود طلب حضور شدہ بہ پٹنہ

ل مآثر الامرا جلد اول صفحہ ۳۲۱ تا ۳۳۸ مطبوعہ کلکتہ ۱۸۸۸ء۔

رسید چون مدتہا بخودسری گزرانیدہ ونسبت بہ برادران دیگر نزد جد و پدر رتبۂ نداشت رفتن حضور شاق و ناگوار پنداشتہ بعد ز عسرت اخراجات اوقات پرستی میکرد تا آنکہ شاہ عالم شنقار شد محمد فرخ سیر خطبہ و سکّہ بنام پدر نمودہ در فراہم آوردن مردم ہمت گماشت۔ درین اثنا خبر گشتہ شدن عظیم الشان رسید۔ در ربیع الاوّل سنہ ثلث وعشرین و مآتہ والف (۱۱۲۳) خود سریر آرای سلطنت گشت۔

وسید حسین علی خان ناظم پٹنہ را بہ وعدۂ عنایات مستمال ساختہ رفیق گردانید و ازین جہت سید حسن علی خان ناظم الہ آباد نیز طریق رفاقت سپرد۔ در کمتر زمانی افواج کثیرہ مجتمع گشت امابنا بر قلت خزانہ تا رسیدن اکبرآباد دوازدہ ہزار سوار بیش نماند۔

سید حسین علی خان روز جنگ بہ اتفاق حسین بیگ خان صف شکن نائب صوبہ داری اُولیسہ و زین الدین خان پسر بہادر خان رُہیلہ مقابل ذوالفقار خان بن اسد خان وزیر کہ توپ وضرب زن بسیار بیش روچیدہ ایستادہ بود اسپان تاختہ در زنجیرۂ توپخانہ در آمد۔ چون عرصۂ وغا بر خود تنگ دید بآئین دلاوران کشور ہند پیادہ گشتہ زخمہائے کاری برداشتہ بر زمین اُفتاد۔ و آن دو سردار با رفقاء بسیار مردانہ نقد زندگانی نثار نمودند۔

بعد فتح سید حسین علی خان بخطاب امیرالامرا بہادر فیروز جنگ و منصب ہفت ہزاری ہفت ہزار سوار و خدمت والاے میر بخشیگری کوس بلند زندگی نواخت

و در سال دوم جلوس بہ افواج سنگین بہ تنبیہ اجیت سنگھ مرزبان سرزمین مارواڑ کہ لوای تمرد افراختہ بود۔ مامور گردید و تا میرٹھ ہر جا تعلقۂ او بود لکدکوب تاراج ساخت۔ راجہ از صولت فوج منصور جانب بیکانیر بدر زد و در مکانہای استوار خزید۔

درین ییساق آنچه از اجرای حکم امیرالامرا نقل می کنند این است که :-
"چون دیہات اجیت سنگھ و جی سنگھ سوائی باہم مخلوط اند و رعایای تعلقۂ اولین از
"ہراس رو بفرار می آوردند- و تبار اجیان حکم بود که مواضع خالی را ایلغار کرده آتش زنند
"و مکانہای آباد را مزاحمت نرسانند- رعایای اجیت سنگھ این را دیده بوساطت
"رعایای جی سنگھ امان خواسته می آمدند- ہمان وقت سزاولان تعین می شدند که تبار اجیان
"گویند که آتش فرونشانند و آنچه گرفته اند مسترد سازند اصلا درین حکم تخلف نمی شد-
"بعضی ثقات از مردم دیہ استفسار کردند باتفاق می گفتند که غیر از سوختن نقصانے
"بما نرسید-

وضبط و فتق امیرالامرا ہمیشه برین منوال بود-

افواج او از راه باریکے مابین دو زراعت مے گزشت کسی را قدرت نبود که از
جاده تفاوت کند- دست بزراعت رسانیدن معلوم-

القصّه اجیت سنگھ چون خرابی خود و ملک مشاہده کرده وکلاء معتبر فرستاده بتقدیم
پیشکش و ارسال پسر کلان خویش **ابی سنگھ** نام و تزویج دختر خود به پادشاه که در
عرف این دیار دوله گویند مستدعی عفو جرائم گردید- امیرالامرا بمصالحه پرداخت و
ابی سنگھ را ہمراه گرفته خود را بحضور رسانید و فوجی برای دوله گزاشت و بعد
رسیدن دوله طوی پادشاه منعقد گشت-

گویند اینچنین طوی عظیم الشان از شاہان پیشین کم جلوۂ ظہور نمود- علامۂ مرحوم
میر عبدالجلیل بلگرامی مثنوی رنگینے درین طوی بنظم آورده و داد سخنوری داده-

بعد ازین پادشاه **امیرالامرا** را بصوبه داری **دکن** مقرر فرمود- چون میر
جمله سمرقندی ہر روز مزاج پادشاه را از سادات منحرف می ساخت- قرار یافت
که اول میر جمله بصوبه داری پتنه راہگرا گردد بعد ازان **امیرالامرا** رخصت **دکن**

شود- میر جملہ روانہ پتنہ شد و امیر الامرا در سنہ سبع وعشرین و مآتہ و الف (۱۱۲۷) متوجّہ دکن گردید-

وقت رخصت مواجہۃً عرض کرد کہ اگر در غیبت من میر جملہ بحضور رسید- یا بہ قطب الملک نوعی دیگر سلوک شد در عرض بیست روز مرا رسیدہ دانند- پادشاہ از قباحت نافہمی بوساطت خان دوران مخفی بہ داؤد خان ناظم برہان پور تحریض مخالفت نمود-

داؤد خان باآنکہ سادات در ابتدائ سلطنت محمد فرخ سیر واسطۂ جان بخشی او شدند و بتازگی امیر الامرا نیابت صوبہ داری برہان پور از پادشاہ بنام او گرفت- وا و از گجرات احمد آباد بہ بُرہان پور آمدہ بحکومت آنجامی پرداخت چشم از حقوق سادات پوشیدہ ارادۂ مخالفت مصمّم ساخت-

چون امیر الامرا نربدا را عبور کرد ظاہر شد کہ داؤد خان سررشتۂ موافقت گسستہ خیال ملاقات ہم در سر ندارد- امیر الامرا در فکر اصلاح اُفتاد و پیغام کرد کہ درصورتِ توافق ملازمت لازم و در شکل تخالف روانۂ دار الخلافہ باید شد از ما مزاحمتے نیست-

داؤد خان پائی جہالت افشردہ کار بہ پرخاش رسانید- ناگزیر یازدھم رمضان سنہ سبع وعشرین و مأتہ و الف (۱۱۲۷) عرصۂ مبارزت در سواد برہان پور آراستہ گشت و جنگے عظیم رو نمود- داؤد خان بزخم تفنگ نقد ہستی باخت- بعد طلوع نیر فتح امیر الامرا بہ اورنگ آباد رسید و بر مسند ریاست تمکن ورزید-

وعنقریب کہندو و بہاریہ سیناپتی راجہ ساہو در صوبہ خاندیس سر بہ فساد برداشت امیر الامرا ذو الفقار بیگ بخشی خود را بہ تنبیہ او تعین فرمود- و در پرگنہ بہانیر دوچار گشتہ بجنگ درپیوست- ذو الفقار بیگ جرعۂ شہادت چشید-

و باقی فوج بیغما در آمد - سیف الدین علی خان برادر اصغر امیر الامرا و راجه محکم سنگھ بمالش غنیم مامور شدند و تا بندر سورت عنان باز نه کشیدند - و محکم سنگھ تا قلعه ستاره مسکن راجه ساهو دقیقه از نهب و تالان فرونگذاشت -

چون پادشاه به اغوای دولت بر اندازان - و سرداران دکن خصوص راجهٔ ساهو در باب مخالفت امیر الامرا - با یما و صراحت کوتاهی نمی کرد و در دهلی با قطب الملک هر روز صحبتی تازه و نزاعی نو برمی انگیخت و صدای بگیر و بکش هر وقت بگوشها مے رسید - قطب الملک همیشه امیر الامرا را به آمدن دهلی ترغیب می کرد

لاعلاج امیر الامرا از دشمن خانه بدشمن بیگانه ساخته در سنه تسع و عشرین و مائة و الف (۱۱۲۹) با راجه ساهو بتوسط سنکراجی ملهار و محمد انور خان برهان پوری که تا حین تحریر در قید حیات است و فقیر را باو صحبتهای مستوفی اتفاق افتاد - صلح کرد و بشرط عدم تاخت و تاراج ملک و عدم تعرض طرق و شوارع - و نگاه داشتن پانزده هزار سوار در رکاب ناظم دکن - اسناد چوتھ و سردیسمکی شش صوبهٔ دکن بمهر خود با تنخواه کوکن وغیره ملکے که راج قدیمش می نامند حواله نمود -

مخفی نماند که در اواخر عهد خلد مکان قرار یافته که با غنیم صلح درمیان آید - باین شرط که سر صد از محصول ملکی نه روپیه بصیغهٔ سردیسمکی حصهٔ غنیم مقرر شود پادشاه میر ملنگ را با اسناد سردیسمکی نزد غنیم فرستاد که عهد و پیمان محکم سازد و سرداران غنیم را بملازمت پادشاهی بیارد - آخر رای پادشاه برگشت و میر ملنگ را که هنوز اسناد حوالهٔ غنیم نه کرده بود بحضور طلبید - و در عهد شاه عالم سر صد ده روپیه سردیسمکی به غنیم مقرر شد و سند پادشاهی حواله گردید - و در ایام حکومت داؤد خان چوتھ یعنی چهارم حصّه از حاصل ملک سوای سردیسمکی به غنیم قرار یافت و جاری و ساری

گشت اماست بہ عمل نیامدہ بود- امیر الامرا بطورے کہ گذشت سند چوتھ حوالہ نمود- آخر نحوست این تربیع سخت سرایت کرد و رفتہ رفتہ غنیم شریک غالب شد و قوّت عجیبے بہم رساند

امیر الامرا بعد مصالحہ عازم دار الخلافہ شد و غرہ محرم سنہ احدی و ثلثین و مأتہ و الف (۱۱۳۱) با فوج دکن بشوکت وصولت تمام از خجستہ بنیاد کوچ کرد و معین الدین نام مجہول الحالے را پسر شاہزادہ محمد اکبر بن خلد مکان قرار دادہ ہمراہ گرفت و بہ پادشاہ نوشت کہ در تعلقہ راجہ ساہو سر کشیدہ بود او را دستگیر ساختم و احتیاط لازم دانستہ خود بحضور می آرم۔

اواخر شہر ربیع الاول در حوالی دہلی جانب لات فیروز شاہ مخیم ساخت و خلاف ضابطۂ حضور نوبت نواختہ داخل خیمہ شد- و مکرر بہ بانگِ بلند گفت کہ من از نوکری پادشاہی بر آمدم-

و بعد از ان کہ بندوبست قلعہ را باختیار خود کرد پنجم شہر ربیع الآخر ملازمت پادشاہ نمود و گذارشِ گلہا کرد- و باز ہشتم ماہ مذکور بشہرت سپردن شاہزادۂ جلی سوار شدہ در حویلی شایستہ خان داخل گشت و قطب الملک با راجہ اجیت سنگھ بہ بندوبست قلعہ شتافتہ ہیچکس را در انجا نگذاشت و پادشاہ را مقید ساخت طوریکہ در ذکر قطب الملک گذارش یافت۔

آخر این حرکت مبارک نیامد و در اندک فرصت نیکو سیر بن محمد اکبر بن خلد مکان کہ در قلعہ اکبر آباد مقید بود باتفاق احشام آنجا علم خروج بر افراشت امیر الامرا برجناح استعجال رسیدہ بہ محاصرہ ۳ ماہ و چند روز قلعہ را مفتوح ساخت- و بموکب شاہ جہان ثانی کہ برای تنبیہ راجہ جی سنگھ سوائی تا فتحپور سیکری رسیدہ بود ملحق گردید و صلح درمیان آمد-

دربن ضمن چھبیلہ رام قوم ناگر ناظم الہ آباد دم از مخالفت زد۔ امیر الامرا و قطب الملک با پادشاہ از فتح پور بہ آگرہ آمدند۔ و تا فرونشستن فتنۂ الہ آباد توقفِ آگرہ ضرور افتاد۔

چھبیلہ رام فوت شد و گردھر بہادر برادرزادۂ چھبیلہ رام بنیاد مخالفتے کہ عمش گذاشتہ بود برپا داشت۔ حیدر قلی خان و محمد خان بنگش با فوج تعین شدند و بتعویض و تفویض صوبہ داری اودھ با گردھر بہادر صلح واقع شد

درین اثنا نیرنگی فلک شعبدۂ دیگر وانمود۔ نواب نظام الملک ناظم مالوا رائحۂ مخالفت از امیر الامرا استشمام نمودہ گام سرعت بدکن برگرفت۔ و بعد قتل سید دلاور خان و سید عالم علی خان قسمی کہ تحریر می شود ملک دکن رابتصرف درآورد

امیر الامرا با پنجاہ ہزار سوار بہ عزیمت دکن نہم ذی القعدہ سنہ اثنتین وثلثین ومائۃ والف (۱۱۳۲) از اکبر آباد کوچ نمود۔

سبحان اللہ این دو برادر سیما امیر الامرا شجاعت و سخاوت و کرم و حلم و مواسات فطری داشتند و کافۂ انام رامشمول انواع احسان ساختند و ہرگز مجوز ستم و بیداد بر متنفسے نشدند اما مقلب القلوب نوعی دلہا راصرف کرد کہ دستگر فتہای سادات از سادات برگشتند و ہرچند می دانستند کہ زوالِ دولتِ ایشان باعث خانہ خرابی ماست۔ می گفتند الٰہی این کشتی غرق شود ماہم فرو رویم از بیگانگان چہ توان گفت۔

بعد برہم خوردن دولت سادات مردم دو فرقہ شدند جمعی بہ نیکی یاد می کردند و گروہی بہ بدی۔ و در مجالس فیما بین فریقین طرفہ مناقشہا برپا می شد۔

میرزا بیدل تاریخ عزل محمد فرخ سیر چنین بنظم آوردہ ؎

دیدی که چه باشاه گرامی کردند   صد جور و جفا ز راهِ خامی کردند

تاریخ چو از خرد بجستم فرمود   سادات بوی[۳۱] نمک حرامی[۱۱ھ] کردند

و میر عظمت الله بیخبر بلگرامی در جواب چنین انشاء کرد ؎

با شاهِ سقیم آنچه شاید کردند   از دستِ حکیم هر چه آید کردند

بقراطِ خرد نسخهٔ تاریخ نوشت   سادات دو[۳۱] اش آنچه[۱۱ھ] باید کردند

القصه اعتماد الدوله محمد امین خان بنا بر قرابت قریبه که با نواب نظام الملک داشت در فکر غدر اُفتاد - و میر حیدر کاشغری را بر ان داشت که تا بو یافته بقطع رشتهٔ حیات امیر الامرا اقدام نماید -

میر حیدر مسطور از ترکان دوغلات است - وجد کلانش میر حیدر[۱] صاحب تاریخ رشیدی همواره ملتزم رکاب بابری و همایونی بود - چندے به فرمان روائی کشمیر هم رسید - و از جهت میر شمشیری اینها را میر می گویند -

ششم ذی الحجه سنه اثنتین و ثلثین و مائة والف (۱۱۳۲) در منزل توره سی و پنج[۳۵] کروه عرفی از فتح پور سیکری مخیم عساکر شد - امیر الامرا بعد داخل شدنِ پادشاه در محل سراپا لکی سواره بخانهٔ خود برگشت همین که متصل کلال باری یعنی احاطهٔ چوبین که گرد خیام پادشاهی نصب کنند رسید - میر حیدر که روشناس و راه حرف داشت فرد احوال خود بدست اُمیر الامرا داد و شروع بضعیف نالی نمود - چون امیر الامرا مشغول خواندن شد زخمی خنجر آبداری به پهلوے امیر الامرا رسانید و کار تمام کرد نور الله خان از اقرباء امیر الامرا پیاده همراه می رفت بضرب شمشیر میر حیدر را از پا در آورد - و دیگر رفقاء امیر الامرا دست و پای زدند بجای نرسید قابو طلبان سر امیر الامرا جدا کرده نزد پادشاه بردند

---

[۱] مآثر الامرا جلد اول صفحه ۳۲۴ مطبوعه کلکته -

وپس ازین هنگامه لاش او را بحکم پادشاهی تکفین نموده و نماز جنازه خوانده به اجمیر نقل کردند و در جوار پدرش سید عبد الله خان مدفون ساختند۔

پیش از وقوع این سانحه مرد صالحے در رویا دید که سید الشهداء امام حسین رضی الله تعالیٰ عنه به امیر الامرا خطاب کرد که بَلَغَ وَعْدُکَ وَغَلَبَ عَدُوُّکَ
۱۱۳۲ھ ۱۱۳۲ھ
بعد شهادت امیر الامرا چون حساب کردند هر یک فقره تاریخ بود با صنعت تقلیب

حق این است که در قریب العهد کم امیری بایں خوبی در عرصهٔ ظهور آمد نسخهٔ جامع اخلاق حمیده بود۔ وفور طعام وصلاے عام سرکار او مشهور است۔ مردم اورنگ آباد بالاتفاق نقل می کنند که در عهد امیر الامرا اکثر مردم در خانهٔ خود طعام نمی پختند۔ طباخان سرکار امیر الامرا طعام حصهٔ خود می فروختند و قاب پلاؤ مکلّف بچند پل سیاه می دادند۔

اجراء بلغور خانها از غله پخته و خام و احداث مجلس یازدهم و دوازدهم هر ماه در بلاد عظیمه هند و دکن از اعمال خیر اوست۔ و تا امروز جاری است درین مجالس با مشائخ و فقراء بتواضع و انکسار سلوک می نمود و آفتابه در دستِ خود گرفته بر دستِ مهمانان آب می ریخت۔

و پیش از وصول دکن زر مهم سازی نمی گرفت۔ بعد رسیدن دکن متصدیان باظهار قلت مداخل و کثرت مخارج مزاجش برین آوردند۔ معهذا چون حیدر قلی خان حاکم بندر سورت اموال مُلّا عبد الغفور ملک التجار بندر مذکور که زیاده بر یک کرور روپیه بود ضبط نمود۔ مُلّا عبد الحیّ پسر متوفی بطریق استغاثه بحضور رسید و پانزده لکه روپیه بشرط معافی اموال نیاز امیر الامرا نوشته داد۔ روزے صبح مُلّا عبد الحیّ را طلبیده اموال با نیاز معاف کرد و به عطای خلعت نواخته رخصت وطن فرمود و گفت امشب مرا بر سر مال این مرد با نفس خود مجادله شد۔ آخر بر نفس طامع غالب آمدم۔

وقتیکہ امیر الامرا از دکن بدار الخلافہ معاودت نمود۔ می خواست کہ امین الدولہ وقائع خوان حضور پادشاہی را بنا بر تقصیری کہ از امین الدّولہ در غیبت امیر الامرا صادر شدہ بود معاتب سازد۔ روزے کہ امین الدّولہ بملازمت امیر الامرا رسید و از در در آمد میر عبد الجلیل بلگرامی حاضر بود میر بعرض نواب رسانید کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم در حق انصار و ذریت انصار دعا کردہ و در مراعاتِ ایشان وصیتہا نمودہ و فرمودہ تَجَاوَزُوا عَنْ مُسِيئِهِمْ یعنی در گذرید از گنہگار ایشان نواب از اولاد رسول اند صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم و امین الدّولہ از اولادِ انصار رضی اللہ عنہم باقتداء جد بزرگوار تقصیر مشارٌ علیہ عفو شود۔ امیر الامرا فی الفور از حالت غضب فرود آمد و امین الدّولہ را مشمول مہربانیہا ساخت

میر عبد الجلیل دران وقت با امین الدّولہ آشنا نبود اما می دانست کہ از اولاد انصار است چون میر طریقۂ محدثین داشت و ہموارہ در مراعات سنن نبوی می کوشید شفاعت انصار بر خود لازم دید۔

امیر الامرا خوش ذہن بود و شعر خوب می فہمید۔ و در فن تاریخ دانی متفرد می زیست و ارباب کمال را فراوان دوست می داشت و بعد نماز صبح اذن بود کہ صاحب کمالان در آیند و تا یکپاس روز با اینہا صحبت می داشت و تاکید بود کہ دران وقت دیوانیان و متصدیان حاضر نشوند۔

میر عبد الجلیل مرحوم تعریف خوش فہمی امیر الامرا بسیار می کرد و در مرثیۂ امیر الامرا قصیدۂ غرّا بنظم آوردہ و از فرط محبتے کہ با امیر الامرا داشت بکمال وا سوختگی حرف زدہ قصیدہ این است ؎

آثار کربلاست عیان از جبینِ ہند | زد جوش خونِ آلِ نبی از زمینِ ہند
شد ماتمِ حسینِ علی تازہ در جہان | سادات گشتہ اند مصیبت نشینِ ہند

نیلی است زین معامله پیراهنِ عرب — وز خونِ گریه سُرخ شد است آستینِ هند
گیتی چرا سیاه نه گردد ز دودِ غم — خاموش شد چراغ نشاط آفرینِ هند
هند این چنین مصیبتِ عظمی ندیده است — دیدیم داستانِ شهور و سنینِ هند
از داغ دل زدند چراغانِ اشک جوش — این است نوبهارِ گُلِ آتشینِ هند
ماهی در آب می طپد و مرغ در هوا — از شیونِ عظیمِ امیرِ مهینِ هند
فرزندِ مصطفےٰ خَلَفُ الصِّدقِ مرتضیٰ — کز روی فخر بود بد انتش یمینِ هند
رستم نشان حسین علی خان شهید شد — از خنجرے که بود نهان در کمینِ هند
آن صفدری که از قلمِ تیغ بارها — تحریر کرده نسخهٔ فتحِ مبینِ هند
تیغش بروز معرکهٔ خصم تیره بخت — چون برق می شگافت صفِ آهنینِ هند
دریادلے که بود ز ابرِ عنایتش — شادابی بهارِ بهشتِ برینِ هند
از بهر هر فلک زده عالیجناب او — در ترکتاز حادثه حصنِ حصینِ هند
منقاد او شدند از آن سرکشانِ دهر — گز داغ ضبط کرد نشان بر جبینِ هند
هند از شهادتش تنِ بےرُوح گشته است — یعنی که بود او نفسِ واپسینِ هند
عالم چو تیره در نظرِ خلق شد سیاه — اُفتاد تا ز خاتمِ دهر آن نگینِ هند
گردون ز اختران همه تن اشک گشته است — در اعتناءِ ماتمِ رُکنِ رکینِ هند
دل چاک چاک گشت و جگر داغ داغ شد — زین غم که گشت زهر از و انگبینِ هند
اِستَرجَعَ الملائکُ وَاستَعبَرَ الفلکُ — فِی هٰذِہِ المُصِیبَۃِ سُحقاً لِدِینِ هند
از دستِ ابن ملجمِ ثانی شهید شد — گوئی ز کوفه است گُلِ ماتمینِ هند
تا کربلا و تا نجف و تا مدینه رفت — سیلابِ خون دیدهٔ و آه و اَنینِ هند
ای دوستانِ آلِ محبّانِ اهل بیت — غمگین شوید بهر حسینِ حزینِ هند
تا حقِ اهل بیت رسالت ادا شود — بر رنجِ غم این جماعهٔ منصوبه بینِ هند

ازکلکِ من بمرثیۂ سیّدِ شہید | این چند بیت ریخت چو دُرِّ ثمینِ ہند
رضوانِ حق چو سبزہ قرینِ ضریح او | تا ہست حُسن سبزہ بہ گیتی قرینِ ہند
سالِ شہادتش قلم واسطی نوشت | قتلِ حُسین کرد یزیدِ لعینِ ہند
۱۱۳۲ھ

(۸۴) آصف - نوّاب نظام الملک آصفجاہ طاب ثراہ

جدّ[1] مادری او سعد اللہ خان وزیر اعظم صاحبقران شاہ جہان پادشاہ است و جد پدری او عابد خان کہ پدرش عالم شیخ از عظماء اکابر سمرقند و از احفاد شیخ شہاب الدّین سہروردی بود۔

عابد خان در عہد شاہ جہانی واردِ ہندوستان گردید و بدولت روشناسی پادشاہ و خدمت گزینی شاہزادہ اورنگ زیب شرف اندوز گشت۔ و چون سلطان اورنگزیب را با برادران محاربہ بہ پیش آمد درین معرکہ ملتزم رکاب بود۔ و بعد از سریر آرائی بمنصب چہار ہزاری اختصاص یافت و در سال چہارم جلوسی بخدمت صدارت کل و بعد ازان بمنصب پنج ہزاری و خطاب قلیج خان افتخار اندوخت و بعد عزل صدارت شانزدہم جمادی الآخرہ سنہ اثنتین وتسعین والف (۱۰۹۲) کرت ثانی مبتاہی بہ خلعت صدارت آراست و در محاصرہ قلعہ گلکندہ حیدر آباد بیست و چہارم ربیع الاول سنہ ثمان وتسعین والف (۱۰۹۸) بزخم گولۂ توپ نقد جان نثار کرد۔

میر شہاب الدّین خلف عابد خان بمراتب علیا صعود نمود و بمنصب ہفت ہزاری ہفت ہزار سوار و خطاب غازی الدین خان بہادر فیروز جنگ بلند آواز گشت و در فتح بیجاپور از بس تردداتِ نمایان بظہور رسانید۔ بضم فقرہ "فرزند ارجمند" بر القاب سابق نوازشِ تازہ یافت۔ و در عہد شاہ عالم بصوبہ داری گجرات

[1] مآثر الامرا جلد سوم صفحہ ۸۷۵ مطبوعہ کلکتہ۔

ماموگشت۔ ودر ایام حکومت گجرات سنہ اثنتین وعشرین و مائۃ والف (۱۱۲۲) بعالم باقی شتافت

نواب نظام الملک آصف جاہ خلف نواب غازی الدین خان نام اصلی او میر قمرالدین است۔ وسال میلاد او سنہ اثنتین وثمانین و الف (۱۰۸۲)

درریعان شباب مطرح انظار خلد مکان بود و بمنصب چہار ہزاری وخطاب چین قلیچ خان سرافراز۔ و در تسخیر قلعہ واکنگیرہ مصدر ترددات نمایان گردیدہ باضافہ ہزاری بمنصب پنج ہزاری عروج نمود۔ و بعد رحلت خلد مکان در تنازع شاہزادہا سررشتۂ احتیاط بدست آوردہ ملتزم ہیچ طرف نہ گردید

وچون شاہ عالم سریر سلطنت آراست بخطاب خان دوران بہادر وصوبہ داری اودھ با فوجداری لکھنؤ کہ دران وقت فوجدار آنجا از حضور مقرر مے شد ممتاز گردید۔ علامہ مرحوم میر عبدالجلیل بلگرامی تاریخ خطاب او ہمین "خاندوران بہادر" یافت۔ ۱۱۲۴ھ

نواب نظام الملک بہ کمتر فرصت بنابر گرمی بازار امراء جدید وکساد امراء قدیم از نوکری استعفا کردہ بہ دارالخلافہ شاہ جہان آباد آمد ولباس درویشانہ پوشیدہ خانہ نشین گشت

بعد رحلت شاہ عالم چون نوبت سلطنت چند روزہ بہ محمد معزالدین رسید بہ عنایت اصل منصب وخطاب سابق نواخت۔ فقراء بے قید ہندوستان بر نواب نظام الملک طعنہ مے زدند کہ از خرقۂ درویشی برآمدہ بہ لباس دنیا درآمد۔ طرفہ این جماعت دریوزہ گری ست ازان وقت با نواب نظام الملک سوال نہ کردند غیرت این طائفہ ہم تماشا باید کرد۔

القصہ چون محمد فرخ سیر بر تخت خلافت برآمد بخطاب نظام الملک بہادر

فتح جنگ و منصب هفت هزاری مباهی ساخت و بنظم دکن مامور فرمود۔

وچون ایالت دکن به امیر الامرا سید حسین علی خان قرار گرفت و نواب به پایهٔ سریر خلافت شتافت حکومت مراد آباد تفویض یافت۔

وچون امیر الامرا از دکن به دار الخلافه معاودت نمود و محمد فرخ سیر را عزل کرده پادشاه نو را بر تخت نشاند حکومتِ مالوا به نظام الملک مقرر ساخت نواب نظام الملک به مالوا آمد۔ وبوی نفاق از امراء پای تخت استشمام نموده درسال دوم محمد شاهی مطابق سنه اثنتین وثلثین و مائته و الف (۱۱۳۲) متوجّه دکن گردید۔

وغرهٔ رجب عبور دریای نربدا نموده قلعه آسیر را از طالب خان وشهر برهان پور را از محمد انور خان برهان پوری به صلح به دست آورد۔ امیر الامرا لشکر جرارے به سرداری سید دلاور خان به تعاقب فرستاد۔ نواب به طریق رجع القهقری بمقابله شتافته۔ در موضع حسن پور سرکار هندیه سیزدهم شعبان سال مذکور تلاقی فریقین دست داد۔ سیّد دلاور خان بقتل رسید۔ و نواب قرین فتح و نصرت به دار السرور برهانپور عود فرمود۔ وهنوز زخم جراحت رسیدگان التیام نیافته بود که سید عالم علی خان برادر زادهٔ امیر الامرا نائب دکن تبدارک کمر بست۔ و از خجستهٔ بُنیاد اورنگ آباد جلوریز جانب برهان پور شتافت و ششم شوال سال مسطور در نواحی بالاپور از توابع صوبهٔ برار جنگے صعب روداد۔ سید عالم علی خان از فرط تهوری پاے جلادت افشرده خون خود را بے محابا ریخت و نواب مظفر و منصور داخل اورنگ آباد گردید۔

امیر الامرا به استماع این خبر قطب الملک برادر کلان خود را بضبط و ربط هندوستان از اکبر آباد جانب دار الخلافه مرخص ساخت۔ وخود با بادشاه عازم

دکن گردید۔ چون قلم تقدیر بزوال دولت ساداتِ بارہ رفتہ بود اعتماد الدولہ محمد امین خان شخصے را مقرر کرد تا امیر الامرا را در عین سواری پالکی بہ خنجرِ دغا کشت و این حادثہ ششم ذی الحجہ سال مذکور در منزل تورہ واقع شد۔ قطب الملک بوصول این خبر وحشت افزا یکے از شاہزادہا را از قلعہ دار الخلافہ برآوردہ بہ سلطنت برداشت و فوجی فراہم آوردہ بہ مقابلہ شتافت۔ و بعد محاربہ دستگیر گردید۔

چون نواب نظام الملک بہ نظم ممالک دکن اشتغال داشت وزارت بر محمد امین خان قرار گرفت۔

محمد امین خان پسر خواجہ بہاء الدین است کہ برادر نواب عابد خان مذکور و قاضی بلدہ سمرقند بود۔ محمد امین خان از عہد محمد فرخ سیر بخشیگری دوم باستقلال داشت۔ و بطوریکہ تحریر یافت بپایۂ وزارت اعلی مرتقی گشت اما بعد وزارت اجل فرصت نہ داد۔ و در ایام معدود درگزشت۔

نواب نظام الملک خود را از دکن بہ دار الخلافہ رسانیدہ خلعتِ وزارت پوشید و خواست کہ قواعد خلل مکان را کہ متروک شدہ بود بتازگی رواج دہد امراء خلیع العذار این را مخل مقاصد خود پنداشتہ مزاج پادشاہ را از نواب نوعے منحرف ساختند

در ہمان ایام مطابق سنہ خمس وثلثین ومائۃ والف (۱۱۳۵) آثار بغی از ناصیۂ حال حیدر قلی خان ناظم گجرات ہویدا گشت نواب بتادیب او مقرر گردید و بہ این تقریب امرا نواب را از حضور برآوردند۔ چون نواب بمنزل جہابوہ قریب گجرات رسید حیدر قلی خان کہ بارادۂ جنگ مسافتے طے کردہ بود تاب مقاومت در خود ندیدہ خود را دیوانہ قرار داد۔

نواب بہ دار الخلافہ عطف عنان نمود و در جلدوی این خدمت صوبہ داری مالوہ

و گجرات ضمیمۂ حکومت دکن و وزارت مقرر گردید اما از نفاق اُمرا غبار خاطرہا افزونی گرفت و در سنہ ست و ثلثین و مائتہ والف (۱۱۳۶) حکومت تمام ممالک دکن از تغیر نواب مبارز خان کہ از سالہا ناظم حیدر آباد بود مفوض گشت۔ و ملال پنہانی بدرجۂ اعلان رسید۔ نواب مخالفت ہوای دار الخلافہ با مزاج خود موافقت ہوائے مراد آباد کہ پیشتر بحکومت آنجا پرداختہ بود بہانہ ساختہ از پادشاہ رخصت مراد آباد گرفت۔ و چند منزل طے کردہ جلو عزم جانب دکن صرف ساخت و پاشنہ کوب خود را بہ دکن رسانید۔ مبارز خان بہ مقابلہ پیش آمد در سواد شکر کھیرہ شصت کروہ از اورنگ آباد فریقین بہم رسیدند۔ ببیست و سیوم محرم سنہ سبع و ثلثین و مائتہ والف (۱۱۳۷) جنگے عظیم واقع شد۔ مبارز خان بقتل رسید۔ و ممالک مجموع بنواب مسلم گشت۔

بعد ازین پادشاہ بہ استمالت نواب کوشید۔ و ہمیشہ بارسال فرامین عنایت و بذل انعامات مخصوص می ساخت۔ و درین ایام نواب بخطاب آصف جاہ بلند آوازہ گردید۔ و در سنہ خمسین و مائتہ والف (۱۱۵۰) پادشاہ بمبالغہ تمام نواب را طلب حضور نمود۔ نواب خلف الصدق خود نواب نظام الدولہ ناصر جنگ بہادر را نائب دکن مقرر ساختہ خود بہ دار الخلافہ شتافت و شرف ملازمت پادشاہ دریافت۔ فضل علی خان تاریخ قدوم چنین در سلک نظم کشید ؎

صد شکر کہ ذات دین پناہی آمد   رونق دہِ ملک پادشاہی آمد
تاریخ رسیدنش بگوشم ہاتف   گفت آیتِ رحمتِ الٰہی آمد ۱۱۵۰ھ

نواب ہزار روپیہ نقد و اسپ باساز نقرہ در وجہ صلہ عنایت نمود

و بعد دو ماہ از وصول دہلی پادشاہ نواب را برائے تنبیہ مرہٹہ دکن رخصت فرمود۔ نواب چون بہ اکبر آباد رسید۔ از بعض وجوہ شارع متعارف جنوبی گذاشتہ

سمت شرقی روان گردید۔ و بر سرِ اتاوه و مکن پور مرور نموده زیر کالپی دریاے جمن را عبور فرمود۔ و از انجا رو به جنوب کرد۔ و بملک مالوا در آمد

فقیر درہمین ایام عازم حرمین شریفین زادہما اللہ کرامۃً شد و سیوم رجب سال مذکور از بلگرام بر آمد و از قنوج راہ اکبر آباد گرفت موکبِ نواب از قرب قنوج متوجه کالپی شد امّا سرِ نهضت نواب به آن سمت معلوم نبود۔ بعد ازان که فقیر سه منزل طی کرد خبر رسید که نواب از دریای جمن گذشته رو به دکن آورد بمجرد وصول این خبر انبساط عجیبے دست داد که از غیب بدرقۂ راہ بہم رسید۔ وطریق اکبر آباد گذاشته عنان بجانب کالپی منعطف ساختم و نہم رجب ببیست کروہ جنوبی کالپی وصول بموکب آصفجاہی اتفاق اُفتاد

نواب بعد طی منازل بشهر بھوپال از توابع صوبۂ مالوا رسید و فوج مرہٹہ از دکن استقبال کرد۔ در ماه رمضان سال مسطور جنگهای صعب در سواد بھوپال واقع شد۔ چون آمد آمد نادرشاه گرم بود۔ نواب مصالحه را صلاح وقت دیده به دار الخلافه رجعت نمود۔

چون نادرشاه استیلا یافت و گذشت آنچه گذشت نواب را نسبت به سائر امرا فراوان رعایت و مدارا می کرد۔ چون امیر الامرا خان دوران در جنگ نادرشاه جانفشانی نمود پیش از استیلاء نادرشاه منصب امیر الامرائی ضمیمۂ مراتب دیگر به نواب مقرر گشت و بعد رفتن نادرشاه بحال ماند۔

و در سنه ثلث و خمسین و مائة و الف (۱۱۵۳) نواب از پادشاه رخصت دکن گرفت۔ و قطع مسافت نموده پرتو قدوم بر سواد برہان پور افگند۔ مغویان نواب نظام الدوله ناصر جنگ را برین آوردند که سدِّ راه باید شد۔ اکثر سرداران و افواج دکن نخست عهد اتفاق بستند آخر به نظر نمک خوارگی نواب آصف جاه

درافدام حرب تقاعد نمودند- **نواب نظام الدوله** زنگ فوج مشاهده کرده در روضهٔ **شاه برهان الدین غریب** گوشهٔ عزلت گرفت - چون رایات آصفجاه بعد تنظیم و تنسیقِ ملک ونصب حکام جدید اوائل موسم برشکال قریب به **اورنگ آباد** رسید نواب **نظام الدوله** به اندیشهٔ آنکه مبادا آویزشی رود ہد از روضه بقلعه ملهیر رفت نواب **آصفجاه** موافق قاعدهٔ مستمر در موسم براشکال افواج را باوطان وچراگاه رخصت فرمود- وجریده در **اورنگ آباد** نشست - چون شیطان لعین راه زن بنی آدم است تا بحدیکه نتائج انبیا را بزور تسویلات از راه می برد- و بمعارضه تَا للّٰهِ اِنَّکَ لَفِیْ ضَلٰلِکَ الْقَدِیْم گستاخ می سازد- نواب **نظام الدوله** بتحریک واقعه طلبان اراده **اورنگ آباد** مصمم ساخت - وقریب هفت هزار سوار فراهم آورده بایلغار قریب **اورنگ آباد** رسید- نواب **آصفجاه** باهر قدر مردم که حاضر بودند وتوپخانه درسواد شهر جانب عیدگاه بمدافعه قیام نمود- ببستم جمادی الاولی سنه اربع وخمسین ومأته والف (۱۱۵۴) وقت شام جنگ قائم شد از کثرت توپخانه آصف جاهی وظلمت شام وتنگی وقت - فوج طرف ثانی ازهم پاشید نواب **نظام الدوله** فیل را تاخته بامعدودی خود را قریب فیل نواب **آصفجاه** رسانید- وزخمی شده در دست پدر والاگهر اُفتاد-

نواب **آصفجاه** درسنه ست وخمسین ومأته والف (۱۱۵۶) که عزم بتسخیر ملک کرناتک بربست - وبعد وصول آن دیار اوّل قلعه **ترچناپلی** راکه دردست مرہته بود محاصره کرده مفتوح ساخت - وبعد ازان ملک **ارکات** راازقوم نوایت که ازمدتے آن الکه را در تصرف داشتند انتزاع نمود وحکومت آنجا به **انورالدین خان شهامت جنگ** گوپاموی از جانب خود مقرر فرموده درسنه سبع وخمسین ومأته والف (۱۱۵۷) به خجسته بنیاد مراجعت کرد

و در سنہ تسع و خمسین و مأته و الف (۱۱۵۹) قلعه بالکنده از توابع حیدرآباد که در دست بعض امراء دکنی بود بعد محاصره در فرصت کمی مفتوح ساخت

و در سنه احدی و ستین و مأته و الف (۱۱۶۱) خبر آمد آمد احمد خان ابدالی از جانب کابل به شاهجهان آباد گرم شد- نواب به اقتضاء مصلحت ملکی از اورنگ آباد بسمت برهان پور نهضت فرمود- فقیر به تکلیف نواب نظام الدوله حاضر این سفر بود در برهان پور خبر رسید که احمد شاه ظفر یافت و احمد خان ابدالی شکست خورده راه کابل گرفت-

نواب آصفجاه را درین ایام مرضی شدید عارض شد- بهمان حالت بیست و هفتم جمادی الاولی خیمه جانب اورنگ آباد برآورد- و از استیلاء مرض در سواد شهر برهان پور زیر خیمه وقفه کرد و بیماری روز بروز قوت مے گرفت تا آنکه چهارم جمادی الآخره وقت عصر سنه احدی و ستین و مأته و الف (۱۱۶۱) رایت بملک جاودانی برافراخت-

وقت برداشتن نعش غریوی از خلق برخاست که زمین و زمان در لرزه در آمد- امراء عظام جنازه اش رادوش بدوش به میدانے رسانیدند- و نماز ادا کرده به روضهٔ شاه برهان الدین غریب قدس سرهٔ روانه ساختند- و پایان مرقد شیخ مائل قبله بخاک سپردند "متوجه بهشت" ۱۱۶۱ھ تاریخ رحلت اوست که راقم الحروف یافته-

بر واقفان اسرار سلف هویدا است که در طبقهٔ سلاطین تیموریه و طبقات پیشین امیرے به این اقتدار چشم روزگار کم مشاهده کرد- قریب سی سال بایالت ممالک دکن پرداخت و قلمروے که زیر فرمان چندین سلاطین ذوی الاقتدار بود تنها در تصرف داشت و فتوحاتے که کارنامهٔ روزگار باشد بجلوه آورد-

مستحقین را به خیرات و مبرات فراوان نواخت- از دفتر صدارت تحقیق نموده

شد کہ سہ لکہ روپیہ بدستخط او سوا اے انعامات بادشاہی در صوبجات دکن بطریق یومیہ و در ماہیہ بہ ارباب استحقاق می رسید۔ وسوای این قریب یک لکہ روپیہ بمردم حج رو وغیرہم رعایت می فرمود۔

سادات و علما و مشائخ دیار عرب و ماوراالنہر و خراسان و عراق عجم و ہندوستان آوازۂ قدردانی استماع یافتہ رو بہ دکن آوردند۔ و در خور قسمت حظے از احسان عام اندوختند۔

فقیر را با نواب آصفجاہ صحبتہای مستوفی دست داد۔ در صحبتِ اوّل اتفاقاً ہندوئے بہ ارادۂ اسلام حاضر شد و شرف اسلام دریافت۔ عرض بیگی بعرض رسانید کہ اُمیدوارِ نام است۔ فرمود نامی باید گذاشت کہ مُشعرِ دینِ اسلام باشد فقیر گفتم مثلاً دین محمد۔ فرمود دیروز ہندوئے مسلمان شد نام او دین محمد گذاشتہ شد۔ گفتم دین محمد ہر قدر زیادہ شود بہتر اَللّٰھُمَّ انْصُرْ مَنْ نَصَرَ دِیْنَ مُحَمَّدٍ بسیار منبسط گشت وہمین نام مقرر نمود

نواب طبع موزونے داشت و دیوانے ضخیم از نتائج طبعش فراہم آمدہ۔ وقتے کہ بتقریب وزارت از دکن بہ شاہجہان آباد تشریف آورد۔ فقیر در شاہجہان آباد بودم۔ زادۂ طبع خود کہ ؎

کی سوی چمن میرود آن دستِ حنائی امروز کہ آئینۂ گلزار بدست است

برای اتمام غزل در مجمع شعرا انداخت۔ نواب امین الدولہ وقائع خوانِ حضورِ معلی۔ علامۂ مرحوم میر عبد الجلیل را تکلیف کرد۔ میر قصیدہ درین زمین طرح کرد کہ مطلعش این است ؎

تا حُسنِ ترا مشعلِ انوار بدست است مہ راہمہ شب کاسہ گدا وار بدست است

نواب امین الدولہ قصیدہ را بہ نواب آصف جاہ رسانید۔ محظوظ شد و تکلیف

ملاقات فرمود میر قصیدۂ دیگر در مدح نواب آصف جاه پرداخته شبے بموافقت نواب امین الدّوله نزد نواب آصف جاه رفت- نواب اعزاز و اکرام فراوان بعمل آورد و برابر خود بفاصله جا داد- و چون نسخۂ قصیده از نظر گذشت شمع را نزدیک طلبیدہ اشاره بانشاد قصیده کرد- هر یک بیت را بفهم در آورده بتوجّه تمام اصغا نمود و جواہر تحسین افشاند- بعد استماع قصیده صلۂ نقد و خلعت و اسپ تکلیف فرمود- علامۂ مرحوم موافق ضابطۂ قدیم خود نپذیرفتند- قصیده این است ؎

بهار آمد و واکرد غنچه بند قبا | گره ز خاطرِ بلبل کشود فیضِ صبا
زبسکه سبزه و گل در چمن هجوم آورد | نسیم کرد بصد حیله جای خود را وا
گرفت قهوه بکف در پیالۂ یاقوت | برای شاهدِ نو روز لالۂ حمرا
ببین به لاله و تحریک غنچه در هر برگ | چو طوطیٔ که ز منقار واکند پرها
شکنج طرۂ سنبل کمند صیدِ نظر | نگاه دیدۂ نرگس فسون هوش ربا
دمید نغمه ز منقار بلبل خوشگو | چو گلبنے که ازو بشگفد گلِ رعنا
فزود حسن چمن از سحاب گوهر بار | چنانچه شانِ وزارت ز عمدة الوزرا
نظام ملت و ملک افتخار اهلِ کرم | قوامِ دین و دول آفتاب مجد و علا
بود بحسن وزارت به از نظام الملک | که نقش ثانی بهتر کشد نگار آرا
مشابه کفِ او بحر چون تواند شد | که نقص جزر بود مد بحر را بقفا
حباب نیست که بحر از تشبه کفِ او | کلاه فخر بیند اخت از خوشی بهوا
رسن ز موج زده بر میان بکف کشتی | کزو سوال کند چون قلندرِ دریا
زبیم کثرتِ جودش محیط ناله کند | گواه اوست برین بیم رعشۂ اعضا
گرفت خنصرِ یمنی خرد ز دانشِ او | چنانکه خلق ز جودش اصابع یسری
رسیده است بجای تقدس ذاتش | که چون ملک بود از جنسِ انس مستثنیٰ

چو او ندیده امیری مهذب الاخلاق — ببینکِ مه و مهر این سپهر پشت دوتا
مثال روح مصور بود بپاکی ذات — نشانِ عقل مجسم بود به فهم و ذکا
چکد ز سنبل و گل شیشه شیشه عنبر و عطر — چو گرم جوشی خلقش شود چمن پیرا
صفای آینه را سے او بود چندان — که می نماید از و آنچه رو دهد فردا
کرم ز دستِ گهربار او بود ممنون — ظفر به تیغ چمن کار او بود شیدا
تعجب است ز شمشیرِ آتش افروزی — که جائی تیغ کف است و کف است بحر عطا
گره گره نبود نیزهٔ عدو شکنش — که بند گشته درو جا بجا دلِ اعدا
گهِ نبرد بود همچو ابر صاعقه بار — کمان چو قوسِ قزح تیر چون شهابِ سما
هزار شکر که زو مسندِ وزارت یافت — همان که یافت تنِ عاذر از دمِ عیسےٰ
برسمِ جشنِ طرب چید بزمِ رنگینی — که از تصورِ آن خامه گشت شاخِ حنا
ترانه سنج ز مرغوله ساخت چوگانے — ربود گویِ دلِ سامعان بحسنِ ادا
سپهر شد همه تن دیدهٔ تماشائی — پے نظارهٔ این محفلِ نشاط افزا
بوتورلتا دوتوک دن چوچوک توشوق چیقاری — توتوکچی تولودتو توک بولدی نیشکر موندا
توشوق نسیم دن آچیلدی کوپ کوکل بیندو — قیوز تقیتلغ بولسون بلند تقلدی نوا
محیط مدحتِ او را کرانه پیدا نیست — بزورقِ قلمی چون توان نمود شنا
شعار من نبود شعر بس کنم زین حرف — که ز اهلِ فضلم و خوب است ز اهلِ فضل دعا
اَقُولُ وَفَّقَکَ اللهُ دَائِمًا بِالخَیرِ — لِانتِظَامِ اُمُورِ الاَنَامِ فِی الدُّنیَا
اَدَامَ قَدرَکَ فِی الجَاهِ مَا سَمَا الاَفلَاکُ — وَشَدَّ اَزرَکَ بِالعِزِّ مَا رَسَت رُهُوی
فَاَنتَ خَیرُ ظَهِیرٍ لِمَن رَمَاهُ الدَّهرِ — وَاَنتَ خَیرُ نَصِیرٍ لِزُمرَةِ الضُّعَفَا
قَدِ استَجَابَ دُعَائِی اِلٰهُنَا المُتَعَالِ — بِمُرسَلٍ عَرَبِیٍّ وَّ آلِهِ النُّجَبَا
ز فضل گر گزرم تیغ و نیزه می گیرم — که بر جلادتِ من شاهد اند این دو گوا

زذوالفقار چو برہان قاطعی دارم | بروز معرکہ فیصل نمایم این دعویٰ
قلم نوشت برای وزارتش تاریخ | وزیر کشور ہند آصف دوام ابقا ۱۱۶۴ھ
ہزار و یکصد و سی و چہار نص نشاط ۱۱۳۴ھ | دو گونہ جوہر تاریخ ازو شود پیدا
نَظَمتُ فِی العَرَبِی الفَصِیحِ تَاریخًا | حکیٰ وزارتہ سالکہ الربیع لنا ۱۱۳۴ھ
اسیس دے کے کہی ہندوی موں یوں سنبت | رہے جگت موں اجل باس یہ وزیر سدا ۱۱۳۴ھ
خرد بخامۂ عبدالجلیل کرد ارشاد | کہ ختم کن بدعا این قصیدۂ غرا
ملائک از پیِ آمین این دعا شدہ اند | برنگ نرگس و گل چشم و گوش فوق سما
ہمیشہ ہر دو زہم شاد و کامران باشند | وی از وزارت و از وی وزارت اعلیٰ

(۸۵) آفتاب[1] - نواب نظام الدولہ[2] بہادر ناصر جنگ شہید رحمہ اللہ

امیرے بود دین پرور - عدالت گستر - غیور صاحب عزم - صف آرای بزم و رزم در اجرای احکام شریعت غرا جہد وافی می نمود - و در فریاد رسی عاجز نالان بے دست و پا توجہ تام می فرمود - در فصاحت تقریر و ادراک لطائف سخن کوس یکتائی می نواخت و بذکر سوانح سالفہ سلاطین اولوالعزم گوش مستمعان را لبریز دُرر می ساخت پایۂ مشق سخن را بہ تتبع میرزا صائب بجائے رسانیدہ بود کہ موشگافان دقائق معانی و رموز یابان لطائف سخندانی نمیتوانستند راہی بفرق تحقیق و تقلید کشود از مبادی سن شعور بمقتضای علو ہمت و فرط شجاعت ہوای تسخیر ممالک عظیمہ در سر داشت - نواب آصف جاہ در سنہ خمسین و مأتہ والف (۱۱۵۰) حسب الطلب محمد شاہ بادشاہ بہ دار الخلافہ دہلی شتافت - درتق و فتق صوبجات دکن بر سبیل

---

[1] نتائج الافکار صفحہ ۵ مطبوعہ مدراس سنہ ۱۸۴۳ء -
[2] مآثر الامرا جلد سوم صفحہ ۸۴۸ مطبوعہ کلکتہ -

نیابت بہ پسر والا گہر تفویض نمود- نواب نظام الدّولہ در تنظیم و تنسیق امور مملکت و امنیت بلاد و امصار و رفاہ و فلاح عامۂ خلائق تدابیر صائبہ و مساعی جمیلہ بظہور آورد - و بہ بذل انعامات و عطای مناصب و خطابات و جاگیرات وضیع و شریف منتسبانِ دولت عظمٰی را موردِ نوازش ساخت و غنیم مرہتہ را کہ در دکن تسلّط بہم رسانیدہ و صوبۂ مالوا را بتصرّف در آوردہ و تا حوالی دہلی زیر و زبر ساختہ گوشمال واقعی داد و عرصۂ دکن را از ترکتاز حوادث محفوظ و مصئون داشت

و چون نواب آصفجاہ از دار الخلافہ دہلی الویہ توجّہ بہ دکن برافراخت مغویان نواب نظام الدّولہ را بر سرِ مخالفت آوردند- و محاربہ بوقوع آمد نوعی کہ- (در ترجمۂ نظام الملک) گذارش یافت

و در سنہ خمس و خمسین و مأتہ و الف (۱۱۵۵) نواب آصفجاہ فرزند گرامی را از عتاب برآورد و در سنہ ثمان و خمسین و مأتہ و الف (۱۱۵۸) در حیدر آباد او را موردِ نوازش فرمود و صوبہ داری اورنگ آباد تفویض نمودہ رخصتِ آن بلدہ ساخت -

و در سنہ تسع و خمسین و مأتہ و الف (۱۱۵۹) نواب آصفجاہ از حیدر آباد بہ دہارور رسیدہ پسر را از اورنگ آباد نزد خود طلبید- نواب نظام الدّولہ خود را بحضور رسانید-

نواب شہید ابتداءً درہمین سفر فقیر را تکلیف رفاقت نمود و در اسفارے کہ پیش می آید باخود داشت و بہ اختیار مفارقت رضا نداد-

القصّہ پدر و پسر بنا بر مصلحت ملکی جانب واکنکیرا خرامش نمودند- از انجا نواب آصفجاہ پسر را بطرف میسور رخصت فرمود کہ از راجۂ میسور پیشکش بدست آورد- و خود بہ اورنگ آباد مراجعت نمود- نواب شہید بعد وصول سرینگ پتن

که دارالاقامه راجهٔ میسور است تحصیل پیشکش نموده خود را پیش پدر به اورنگ آباد رسانید۔ وعنقریب پدر و پسر جانب دار السرور برهان پور خرامیدند۔ نواب آصفجاه در دار السرور متوجّه دار السرور شد و نواب نظام الدّوله مسند ایالت دکن را زیب و زینت بخشید۔ و از برهان پور بصوبه اورنگ آباد که مقرِ خلافت دکن است متوجه گشت و ایام برشکال را در انجا بسر بُرد۔

درین اثنا احمد شاه فرمان روای هندوستان بجهت اصلاح امور سلطنت که بسبب نزاع و نفاق اعیان حضور منجر بفساد عظیم شده بود۔ شقهٔ طلب به خط خاص نوشت

نواب باوصف موانع و مفاسد دکن و وسواس بغی هدایت محی الدین خان دختر زادهٔ نواب آصفجاه که از عهد آصفجاه به حکومت رایچور و ادونی مے پرداخت محض به امتثال حکم ظل الٰهی و اصلاح کارهای پادشاهی با فوج گران و توپخانهٔ فراوان عازم هندوستان شد۔ وتا دریای نربدا جلوریز خود را رسانید درین ضمن شقهٔ دستخط خاص پادشاه ناسخ عزیمت حضور ورود نمود و اخبار سرکشی و بے اعتدالی هدایت محی الدّین خان نیز بسبیل تواتر رسید لهٰذا مراجعت به اورنگ آباد نموده موسم برشکال درینجا گزرانید۔

درین فرصت حسین دوست خان عرف چندا از رؤساء نوایت ارکات به هدایت محی الدین خان پیوسته او را به گرفتن ارکات تحریص نموده۔ هدایت محی الدین خان رو به ارکات آورد و در انجا جم غفیرے از فرنگیان فرانسیس ساکن بندر پهلچری بوساطت چندا بافواج هدایت محی الدین خان ملحق شدند۔ و به اتفاق بر سر انور الدین خان شهامت جنگ گوپاموی که از وقت نواب آصفجاه ناظم ارکات بود رفتند۔ شانزدهم شعبان سنه اثنتین وستین ومائة و

والف (۱۱۶۲) معرکۂ قتال آراستہ شد بحسب تقدیر شہامت جنگ درجۂ شہادت یافت

نواب نظام الدّولہ بمجرد ظہور این سانحہ درصددِ گرداوری افواج - و اجتماع سرداران نامی دکن و افزونی مصالح حرب گشتہ باہفتاد ہزار سوار جرّار و توپخانہ بیشمار و یک لکہ پیادہ بعزم تنبیہ باغیان لوای عزیمت افراخت - وتا بندر پہلچری کہ پانصد کروہ جریبی از خجستہ بنیاد مسافت دارد - پاشنہ کوب رسیدہ صف آرای میدانِ نبرد گردید - بیست وششم ربیع الآخر سنہ ثلث وستین ومأتہ والف (۱۱۶۳) تا سہ پاس کامل آتش خانۂ فرنگ سرگرم اشتعال بود - آخرکار بیست وہفتم منہ فرنگیان از رعب و مہابت محمدیان رو بہ ہزیمت آوردند و ہدایت محی الدین خان زندہ بگیر آمد نواب بہ حکم لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ ہدایت محی الدین خان را زندہ نگاہ داشت ومصاحبان ولشکریان او را قاطبۃً از جان ومال امان بخشید دولت خواہان ہرچند در پیشگاہ نواب بدلائل قاطعہ ثابت کردند کہ بقای ہدایت محی الدین خان موجبِ ہیجانِ مادۂ فتنہ است او را ازمیان باید برداشت - نواب ترحم را کار فرمودہ ہرگز بقتل راضی نشد ومحفوظ نگاہ داشتہ مردم را برای تقدیم لوازم خدمت تعین ساخت۔ ناانصافان قدر این نعمت غیر مترقب نشناختند وبفحوای کُلٌّ یَّعْمَلُ عَلٰی شَاکِلَتِہٖ احسان جان بخشی برطاق نسیان گذاشتہ پنہان کمر بدخواہی چست بستند - وفرنگیان باوصف شکست فاحش ہنوز مصدر انواع شورش وخیرہ سری گردیدند

و (نواب) بضرورت قلع ریشۂ فساد - توقف دران سرزمین واجب دانستہ متوجہ ارکات شد - وفوجی بمدافعۂ آن گروہ باطل پژوہ تعین نمود - از نیرنگی قضا وقدر چشم زخمی بفوج اسلام رسید وقلعہ نصرت گدہ چنجی کہ پای تخت الکہ کرناتک است بتصرف فرانسیس رفت - نواب از کمال غیرت وحمیت دین متین ومراعات رسم وآئین

ملک داری کہ تدارک ہر امرے باید فوراً بظہور رسیدہ عبرت افزای متمردان گردد۔ باوصف شدت برشکال ومشاہدۂ طوفان نوح۔ وصعوبت عبور ومرور۔ وانقطاع رسد غلہ۔ خود بدولت متوجہ تنبیہ کفرہ فجرہ گشت۔ ویازدہم شوال سنہ ثلث وستین و مائۃ و الف (۱۱۶۳) از ارکات کوچ فرمود۔ وہفدہم ماہ مذکور بہ اشارۂ درویشی ازجمیع منہیات توبہ کردونا نفس واپسین بر حالت توبہ ماند۔

ازانجا کہ فلکِ شعبدہ باز در ہر جزو زمان نقشے تازہ برروی کار می آرد۔ سرداران افاغنہ کرناتک کہ درین بساق ملازم رکاب بودند۔ باوصف شمول عنایات وانواع رعایات وحقوق پرورش مطلقاً پاس نمک خوارگی ولی نعمت نداشتہ۔ واز قہر و غضب منتقم حقیقی نیندیشیدہ بہ طمع ملک و مال باطناً بافرنگیانِ بے دین متفق ویکدل شدند۔ وجمعے ازکافر نعمتان دیگر راہم ضمیمۂ اِدبار خود ساختند۔ وجواسیس خود فرستادہ فرنگیان راکہ زیر قلعہ چنجی اجتماعی داشتند بقصد شبخون طلبیدند۔ شب ہفدہم محرم بحساب بنجم سنہ اربع وستین ومائۃ والف (۱۱۶۴) آخر شب رسیدہ یکایک جنگ انداختند

اگر افاغنہ بتقویت نصاری نمی پرداختند آن جماعہ کہ شرذمۂ قلیل بودند قدرت نداشتند کہ رو بہ لشکرِ اسلام آرند

ہر چند بعضی دولت خواہان پیش ازین بہ نواب رسانیدند کہ افاغنہ بر سر غدر اند از کمال صفائی طینت اعتبار نہ کرد کہ من باایشان چہ بدکردہ ام تابجدی کہ وقت جنگ فیل را جانب افاغنہ راند کہ بہ اتفاق اینہا فرنگیان را باید برداشت ہمین کہ فیل نواب قریب فیل ہمت خان سردار افاغنہ رسید۔ نواب تواضعاً پیش از مجرای او دست بسر گذاشت۔ ازان طرف آداب مجرا بعمل نیامد۔ چون صبح ہنوز خوب ندمیدہ بود نواب گمان کرد کہ مرا نشناختہ اند۔ اندکی خود را در عماری بلند ساخت

درہمان فرصت ہمت خان و شخصی کہ در خواصی او نشستہ بود تفنگہا معاً سر دادند ہر دو تیر و تفنگ بہ سینۂ نواب رسید و کار آخر شُد۔ افاغنہ سرِ نواب را بریدہ بر نوکِ نیزہ کردند و سلوکے کہ اُمت در ماہ محرّم با امام الشہداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کردہ بودند نوکران نواب با نواب کردند اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

مردم لشکرآخر روز سر را با تن ملحق ساختند۔ و تابوت را روانۂ خجستہ بنیاد نمودند و پائین مرقد شاہ برہان الدین غریب نزد نواب آصفجاہ زیر خاک سپردند۔ شہادت نواب قریب قلعہ چنجی بفاصلہ بیست کروہ از پہلچری واقع شد۔ راقم الحروف گوید ؎

نواب عدل گسترِ عالی جناب رفت ۔۔۔ فرصت نداد تیغ حوادث شتاب رفت

درہفدہم ز ماہ محرّم شہید شد ۔۔۔ تاریخ گفت نوحہ گرے۔ آفتاب رفت ۱۱۶۴ھ

دران شب کہ آبستن صبح قیامت بود فقیر تمام شب نزد نواب حاضر بود۔ وقت دستار بستن آئینہ طلبید و بدستار بستن مشغول شد دران حال با عکس خود مکرر خطاب کرد کہ ای میر احمد! خدا حافظِ تُست نام اصلی او میر احمد است۔ وقت سوار شدن با وصف آنکہ وضو داشت تجدید وضو نمود و دوگانہ نماز ادا کرد و تسبیح گردانان و ادعیہ خوانان بر فیل سوار شد۔

و معمول نواب بود کہ در محاربات از سر تا پا آہن می پوشید دران شب جُز جامۂ یک تہی ہیچ نپوشید و بہمین حالت بمرتبہ علیای شہادت فائز گردید۔

حافظ محمد اسعد مکی رحمہ اللہ تعالیٰ فرمود کہ بخاطر من گزشت کہ شہادت نظام الدّولہ عند اللہ چہ طور باشد۔ روز ہفتم از شہادت بعد فراغ از نماز صبح مستقبل قبلہ نشستہ بودم کہ بیخودی دست داد۔ بَیْنَ النَّوْمِ وَ الْیَقْظَۃِ مشاہدہ می کنم کہ دو شخص بلباس عرب یکے در یمین من است و دیگرے در یسار۔ شخص یمین بہ شخص یسار گفت

"کَیفَ شَہَادَۃُ نِظَامِ الدَّولَۃِ" او جواب داد "اِنَّہُ لَشَہِیدٌ وَ اللّٰہِ لُعِنَ قَاتِلَہُ" ۱۱۶۴

چون بافاتحہ آمدم شبہ کہ درخاطر راہ یافتہ بود رفع شد۔ وصحت شہادت بیقین پیوست۔ باز بخاطر گذشت کہ تاریخی برای شہادت این امیر فکر باید کرد۔ با خود گفتم این عبارت را حساب باید کرد شاید بہ تغییر و تبدیل تاریخ شود۔ چون حساب کردم عبارت بی زیادت و نقصان تاریخ برآمد۔

حافظ محمد اسعدؒ

حافظ محمد اسعد مذکور رحمہ اللہ تعالیٰ مولد او **مکّہ معظّمہ** است نزد **شیخ تاج الدّین مکّی** و دیگر علماء حرمین شریفین تلمذ کرد و در منقولات خصوص حدیث و فقہ بے نظیر زمانہ بود۔ و در استقامت دین و سلوکِ جادۂ شریعت جدّ و جہد تمام داشت۔ فقیر را اوّل در **طائف** باو ملاقات دست داد و بعد ورود **ہند** باہم صحبتہا اتفاق اُفتاد

ذات بابرکات بود روز جنگ افاغنہ کہ شرح آن عنقریب می آید ہفدہم شہر ربیع الاول روز یکشنبہ وقت ظہر سنہ اربع وستین ومائۃ والف (۱۱۶۴) بہ زخم چند تیر شربتِ شہادت چشید۔

مدفنِ او میدانِ جنگ سرزمین **لکریت پلی** بفاصلہ یک فرسنخ از موضع رای چوتی و یک فرسنخ از درہ کمارہ کالوہ کہ درہ الیست مشہور در نواحی کرپہ راقم الحروف گوید

مَضٰی حِبْرُنَا اَسْعَدُ الْاَتْقِیَا ۔۔۔ اَلَا لَا یُرٰی مِثْلُہٗ وَاحِدٌ
لَقَدْ اَلْہَمَ اللّٰہُ تَارِیْخَہٗ ۔۔۔ قَضٰی نَخْبَۃُ عَالِمٌ مَّاجِدٌ ۱۱۶۴

نواب نظام الدّولہ نوبتے در ارکات بشکار آہوئے کہ موافق ضابطہ قراولان رام کردہ بودند تشریف فرمود آہو را زیر خیمہ قریب مسند آوردہ نشاندند۔ نواب باحُضّار مجلس خطاب کرد کہ این را شکار باید کرد یا آزاد باید ساخت چون

خاطر مائلِ شکار بود موافق مرضی بعرض رسانیدند کہ شکار باید کرد آخر نواب از فقیر پرسید چہ باید کرد گفتم نقلے بیاد آمدہ - اگر حکم شود التماس کنم - فرمود چیست گفتم پادشاہے بقتل اسیری حکم کرد - ضابطہ است کہ ہر گاہ شخصی را می خواہند بقتل رسانند استفسار مے کنند کہ اگر آرزوئے داشتہ باشی ظاہر کن - اگر امری ظاہر می کند بعمل می آرند - چون اسیر را پرسیدند گفت ہمین آرزو دارم کہ یک مرتبہ در مجلس سلطانی باریاب شوم مردم بعرض پادشاہ رسانیدند درجۂ قبول یافت - و اسیر را در بارگاہ حاضر ساختند - و استفسار کردند کہ عرضی داری گفت بخیر - وقتیکہ پادشاہ از مجلس برخاست اسیر بعرض رسانید کہ گنہگار واجب القتلم امّا حق صحبتے بر پادشاہ عالم ثابت کردہ ام پادشاہ ازین حُسنِ ادا مسرور شد و اورا امان داد حالا این آہو ہم حق صحبت ثابت کردہ است - پیشتر ہرچہ مرضی مبارک باشد

نواب لب بہ تبسّم شیرین کرد و آہو را ہم نام فقیر یعنی آزاد ساخت **میرزا جلال اسیر** حرف بامزہ می گوید ؎

مزۂ کباب آہو نمکِ خلاصی او — اگر از مئ مروت قدحے چشیدہ باشی

شبے در **اورنگ آباد** نواب سادات عرب را دعوت کرد - و دورِ قہوہ درمیان آمد نواب قہوہ را بسیار دوست می داشت - یکے از ساداتِ مدینہ منوّرہ خالی ذہن با نواب گفت اَلْقَهْوَةُ مُحَرَّمَةٌ عِنْدَ بَعْضِ الْعُلَمَاءِ نواب با فقیر خطاب کرد کہ مولانا چہ میفرمایند گفتم - غرض مولانا این است کہ قہوہ نزد بعضے علما معظم است و محرم از مادۂ احترام است نواب ساکت شد و سید ہم فہمید - و بعد برخاستِ مجلس ادائے شکر کرد کہ کلام مرا عجب توجیہے فوراً بخاطر رسانید -

روزے در عرض راہ فیل سواری نواب و فیل سواری فقیر برابر می رفت و باہم حرف داشتیم - حدیث جبل احد مذکور شد کہ هٰذَا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ فقیر

آن را نظم کردم و اخلاص نواب را با خود باقتباس حدیث شریف ادا ساختم ؎

هُوَ نَاصِرُ الْاِسْلَامِ سُلْطَانُ الْوَرٰی اَبْقَاهُ فِی الْعَیْشِ الْمُخَلَّدِ رَبُّهٗ
حَازَ الْمَنَاقِبَ وَالْمَاٰثِرَ کُلَّهَا حَبْلُ الْوَفَاءِ یُحِبُّنَا وَ نُحِبُّهٗ

فقیر سوای این قطعه عربی که بطریق اخلاص برزبان گذشت و رباعی که در استعانت سفر حج نسبت به نواب آصفجاه نظم شد لب بمدح دولتمندے نکشوده - رباعی این است ؎

ای حامی دین محیط جود و احسان حق داد ترا خطاب آصف شایان
او تخت بدرگاهِ سلیمان آورد تو آلِ نبی را به درِ کعبه رسان

نواب شهید ذکاءِ طبع و سرعتِ اندیشه بدرجۂ کمال داشت - و در لمحۂ غزل طولانی آبدار بنظم می آورد - روزے از علو مزاج خود حرف زد که هرگاه غزلی در زمینِ اُستاد فکر کرده مے شود دل می خواهد که قوافی تازه بهم رسد - گفتم قافیه اجیر مشترک است اشتراک قوافی هیچ مضایقه ندارد - بسیار شگفته شد -

دیوان ضخیمی دارد - بعد شهادتِ او شخصے دیوان او را کشود سرِ صفحه این مطلع برآمد ؎

گر ترا خواهشِ قتل است بیا بسم الله دمِ شمشیر تو و گردنِ ما بسم الله

و بیاد دارم که شبے غزلے مشق کرد و هرگاه در خانۂ فکر می نشست اشعار آبدار مسلسل می تراوید - چون این بیت از طبعش سرزد ذوقی کرد که ؎

از پنجۂ اجل نه هراسیم هیچ گاه ما ناف خود به تیغ شهادت بریده ایم

این چند بیت ازو در خزانۂ حافظ موجود بود ؎

کدام گل به چمن گوشۂ نقاب شکست که شبنم آینه برروے آفتاب شکست
ای دل ززلف یار مدد میتوان گرفت سررشتۂ زعمر ابد مے توان گرفت

گر بیخودی بمیکدہ خالِ سفر زند | از چشمِ مستِ یار بلد مے توان گرفت
ای شوخ ہوائی مفگن تیرِ نگہ را | این ناوکِ بیداد بکارِ جگرے کن
مرنجان خاطرم جانان مزاج نازکی دارم | توگر از حُسن مغروری من از عشقِ تو مغرورم
از گلِ گوشۂ دستار بخود مے لرزد | قدِ او تازہ نہالی است کہ من مے دانم

بعد شہادت نواب **نظام الدولہ**۔ افاغنہ و نصاری **ہدایت محی الدین خان** را بسرداری برداشتند۔ و افاغنہ در جلدوی این حرکت قلاع و ملک بسیاری از ہدایت محی الدین خان نوشتہ گرفتند۔ **ہدایت محی الدین خان** با افاغنہ بپہلچری رفت۔ و کپتان یعنی حاکم آنجا را ملاقات کرد و جمعے از سپاہ نصاری ہمراہ گرفتہ عازم **حیدر آباد** شد۔ و بر سر **ارکات** عبور نمودہ در ملک افاغنہ در آمد۔ قضا و قدر اسباب انتقام نواب **نظام الدولہ** آمادہ ساخت۔ و در دل ہدایت محی الدین خان و افاغنہ غبار نفاق بر انگیخت۔ روزی کہ در سرزمین **لکریتی** پلی مخیم شد ناخوشی طرفین بہ اعلان رسید۔ و عائد پرخاش شد۔ از یک طرف **ہدایت محی الدین خان** و نصاری و از طرف دیگر افاغنہ مستعد شدہ صف آرای قتال گردیدند **ہمّت خان** و دیگر سرداران افاغنہ بقتل رسیدند۔ وکار ہدایت محی الدین خان نیز بزخم تیرے کہ در حدقۂ چشم رسید آخر شد۔ اعیان لشکر نواب **صلابت جنگ بن آصفجاہ** را سردار ساختند۔ و سر ہمت خان و دیگر سرداران افاغنہ را بر نوک نیزہ کردہ و شادیانہ نواختہ داخل خیام گردیدند۔

و این سانحہ ہفدہم ربیع الاول سنہ اربع وستین ومائۃ والف (۱۱۶۴) واقع شد۔ خون نواب شہید طرفہ گیرا افتاد کسانیکہ با نواب شہید بہ دغا پیش آمدند۔ ہمہ بہ سزا رسیدند۔ و بعد شصت روز این ہمہ قاتلان در آنِ واحد مقتول گردیدند

دیدی کہ خونِ ناحقِ پروانہ شمع را | چندان امان نداد کہ شب را سحر کند

از اتفاقات آنکه روزیکه این جنگ واقع شد یعنی ہفدہم ربیع الاول فرصت دفن مقتولان نشد۔ ہژدہم آنہارا از معرکہ برداشتہ در صحرای لق ودق مسکن وحوش وسباع روزانہ دفن ساختند وتابوت نظام الدولہ درہمین تاریخ ہژدہم بروضۂ مقدسہ۔ وبعد شام درجوار اولیاء اللہ مدفون گردید۔

سبحان اللہ نواب اوّل قاتلان خودرا از زیرزمین فرستاد وبعد ازان خود درکنار زمین آسود فَاعْتَبِرُوْا یَآاُولِی الْاَبْصَارِ

وہرجا در اثناء راہ تابوت اورا گزاشتہ اند۔ مردم مکانے ترتیب دادہ زیارت می کنند ونیازہا می گزرانند۔ ازینجاست کہ برای انتقال او تاریخ دیگر "حسن خاتمہ" برخاطر فقیر القاشد ودر رشتۂ نظم منسلک گردید کہ ؎

نواب آفتاب جہانتاب معدلت | محشور باجناب حسین ابن فاطمہ
تاریخ خواستم زبرای شہادتش | ارشاد کرد پیرِ خرد۔ حسن خاتمہ ۱۱۶۴

از جملہ سرداران افاغنہ کہ بانواب شہید طریق دغا پیمودند عبد المجید خان است کہ جدش عبد الکریم خان میانہ از عمدہ امراء سلاطین بیجاپور بود۔ واولاد او تاحال بہ حکومت بنکاپور وغیرہ از توابع کرناٹک می پردازند۔ عبد المجید خان پسر خود بہلول خان را بہ اتالیقی نصیب یاور خان دررکاب نواب فرستاد امّا باطناً پسر خود ودیگر سرداران افاغنہ را براہ غدر دلالت می کرد ومنصوبۂ شطرنج دغا غائبانہ می باخت۔

وہمت خان کہ نواب را بہ شہادت رسانید پسر الف خان بن ابراہیم خان بن خضر خان پنی است۔ خضر خان مدار کار عبد الکریم میانہ مذکور بود۔ وداؤد خان پنی کہ با امیر الامرا حسین علی خان بے وفائی کرد وجنگیدہ کشتہ شد پسر خضر خان است چون صوبہ داری دکن درعہد شاہ عالم بہ ذوالفقار خان پسر اسد خان وزیر تفویض یافت د

نیابت به داؤد خان پنی مرحمت شد- داؤد خان برادر خود ابراهیم خان را نیابت حیدرآباد مقرر کرد- وچون حیدر قلی خان در اوائل عصر محمد فرخ سیر دیوان دکن شد ابراهیم خان را به فوجداری کرنول مامور ساخت - ازان وقت کرنول در دست اولاد ابراهیم خان است -

درجنگ انتقام همت خان و دیوان او امانت الله خان که تخم این همه فساد کشتهٔ او بود و بهلول خان و نصیب یاور خان و دیگر بدخواهان از طرفین بیاسا رسیدند- وچون لشکر بر سر کرنول آمد شهر را غارت کرد و اهل و عیال همت خان همه به اسیری در آمدند- و از شامتِ عملی که ازان بے همت صادر شد جان و مال و آبرو همه برباد رفت - حالتِ دُنیا خود این است مآل عُقبیٰ چه خواهد بود- وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ -

وحسین دوست خان عرف چندا هم به تیغ انتقام مذبوح شد و سرش بنوک نیزه رسیده - تفسیر این مقال آنکه محمد علی خان پسر انور الدین خان گوپاموی بعد شهادت پدر قلعه ترچناپلی را قائم کرد- چون طرهٔ پرچم رایات نواب نظام الدوله عرصهٔ ارکاٹ را معطر ساخت محمد علی خان آمده دولت ملازمت دریافت و بخطاب پدر مخاطب گشت- و بعد شهادت نواب نظام الدوله پناه به قلعه ترچناپلی برد- درین وقت ریاست ارکاٹ به چندا که در پهلچری نشسته بود عائد شد- و همان جماعهٔ نصارای فرانسیس که بر نواب نظام الدوله شبخون آورده بودند همراه گرفته با فوجی دیگر بر سر ترچناپلی رفت - انور الدین خان[۱] فوج خود و فرنگیان انگریز ساکن دیونا پتن را با خود متفق ساخته بمقابله برآمد - چندی آتش حرب شعله خیز بود- آخر انور الدین خان غالب آمد و چندا ازنده دستگیر شد و غرهٔ شعبان سنه خمس وستین

[۱] مراد ازین محمد علی خان پسر انور الدین خان است که بعد وفات پدر بخطاب پدر مخاطب گشته-

ومأته والف (۱۱۶۵) چندار ا مذبوح ساختند وسرش را بر نوک نیزه کرده تشہیر نمودند وہمچنین سرداران فرانسیس باقوم خود ہزار ویکصد فرنگی سفید پوست ولایت زا سوائے فرقہ کاروی زندہ دستگیر شدند

وبعد شہادت نواب نظام الدولہ جماعتی کہ شبخون آوردند۔ ہیچ کس روی آسایش ندید و مآل کار باین حالت کشید اِنَّ فِی ذٰلِکَ لَذِکْرٰی لِمَنْ کَانَ لَہٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَی السَّمْعَ وَھُوَ شَہِیْدٌ۔

(۸۶) نصرت[1]۔ دلاور خان

نام اصلی او محمد نعیم است وطن اسلافش سیالکوٹ از توابع لاہور۔

میر عبدالعزیز پدر دلاور خان نوکر شاہزادہ دارا شکوہ بود۔ بعد برہم خوردن دارا شکوہ و آرایش یافتن اورنگ دارائی بہ خلد مکان در سلک نوکران خلد مکانی انخراط یافت و رفتہ رفتہ بمنصب دو ہزاری و خطاب دلاور خان امتیاز پذیرفت

میر محمد منعم با دختر عنایت اللہ خان کشمیری کہ از امراء عالمگیری است ازدواج یافت۔ ودر عہد شاہ عالم بخطاب پدر مخاطب گشت۔

وچون صوبہ داری دکن در بدایت جلوس محمد فرخ سیر بہ نواب نظام الملک مقرر گردید دلاور خان در رفاقت او رخت بہ دیار دکن کشید۔

وچون امیر الامرا سید حسین علی خان رایت حکومت دکن افراخت دلاور خان را فوجداری رایچور از توابع بیجاپور تفویض نمود

وبعد زوال دولت سادات بارہہ و استقرار نواب نظام الملک در ممالک

---

[1] مآثر الامرا جلد دوم صفحہ ۶۹ و نتائج الافکار صفحہ ۴۳۴

دکن با نواب بسر می بُرد و بمزید قربت و احترام اختصاص داشت۔

در سنہ تسع و ثلثین و مائۃ و الف (۱۱۳۹) بہ سرابُستان بقا خرامید و برطبق وصیت در پای قبر مرشد خود مدفون گردید۔

شاہ ابراہیم

نام مرشدِ او شاہ ابراہیم است۔ قبر شریفش درون حصار روضۂ شاہ بُرہان الدین غریب قریب دیوار حصار واقع شدہ۔ محوطۂ مختصرے و مسجد سنگینے دارد۔

دلاور خان اقسام شعر خوب می گوید و مضامین مرغوب می بندد۔ دیوانش مرتب است این یواقیت ازان معدن استخراج می شود ؎

بسکہ می دارد حیا در پردہ محبوبِ مرا	دیدۂ بیگانہ داند مہر مکتوبِ مرا
مژگان بہم نیاید دلدار بی نقاب است	کی خواب میتوان کرد در خانہ آفتاب است
بی ابروی تو از نظرم نورمے رود	این تیر بے کمان چہ قدر دور می رود
بہ محفلے کہ بیک درد صد دوا بخشند	چہ می شود دلِ ما را اگر بما بخشند
نیست ممکن کہ بروی تو دمے خواب مرا	می زند دست بہ پہلو دلِ بیتاب مرا
بچشم پوشیدہ توان کرد سفر	چہ قدر راہِ فنا ہموار است
شیشۂ ساعت بود آئینۂ دنیا و دین	گر یکی آباد گردد دیگرے ویران شود
بر زمینی کہ او بناز نشست	خاک بر سر گر آسمان نشود
بہ عقبی رسیدیم از ترکِ دنیا	نشد آنچہ از دست از پشتِ پا شد
روز بدیاری نمی آید ز یاران دیدہ ام	سایہ ہم در زیر پا گم می شود وقتِ زوال

(۸۷) قبول میرزا عبد الغنی کشمیری

فاضل ممتاز بود۔ و سخن سنج معنی نواز۔ شاگرد رشید میرزا داراب جویا ے

کشمیری است درشاهجهان آباد بسر می برد۔ و در سنہ تسع وثلثین ومائة والف (۱۱۳۹) پیمانۂ هستی او لبریز گردید۔ مورخی تاریخ وفاتش ازین مصراع برآورد کہ ؎

"گنج معنی بود کرد افلاک در زیر زمین"

شعلۂ آوازش چنین می بالد ؎

بهر حالت کہ می بینی زعیب سرکشی پاکم | چو لای بادہ گرد رعالم آبم همان خاکم
نهان کرداست صیادِ من ازراهِ فسون سازی | چو تخمِ عشق پیچان دامها در دانۂ خالی

(۸۸) گرامی۔ میرزا گرامی کشمیری

خلف وشاگرد میرزا عبدالغنی قبول کشمیری۔ رعنا طرز خوش مقالان است۔ و کلاه گوشہ شکن نازک خیالان۔ درشاهجهان آباد قلندرانہ می گزرانید۔ و بہ کهنہ شراب تازہ گوئی دماغها را می رسانید۔

وفاتش در سنہ ست وخمسین ومائة والف (۱۱۵۶) واقع شد۔ تاریخ گوئے سال وفاتش درین مصراع ضبط می کند ؎

"رندے عجبے ازین جهان رفت"

طوطی ناطقہ را چنین در گویائی می آورد ؎

خونِ عشاق بران گردنِ سیمین باشد | چون بیاضی کہ پر از معنی رنگین باشد
همچو آن شمعی کہ روشن می کند صد شمع را | سوختم تا در غمِ او عالمے را سوختم

(۸۹) گلشن۔ شیخ سعداللہ دهلوی قدس سرہٗ

ازفقراء شعر است۔ منشأ خیالاتِ رنگین ومصدر اشاراتِ دلنشین۔ از جنت کدۂ دنیا رم۔ و در تجرد و توکل ثبات قدم داشت۔

ومرید شاه گل متخلص به وحدت بن شیخ محمد سعید بن شیخ احمد مجدد سهرندی
بود قدّس اللّٰهُ اَسْرَارَهُمْ باین مناسبت گلشن تخلص می کرد۔
نسبش به زبیر بن العوام صحابی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ مے پیوندد و اسلام خان
که به وزارت بعض سلاطین گجرات احمد آباد رسیده از اجدادِ اوست
بعد انقراض سلاطین گجرات واستیلای اکبر بادشاه یکی از اسلاف او از
گجرات به دار السرور برهان پور نقل کرد۔ شیخ سعد اللّٰہ از برهان پور بر آمده
رحل اقامت به دار الخلافه شاهجهان آباد افگند۔ وبه اراده سیاحت هم بر خاست
ووطن اجداد یعنی احمد آباد ودیگر بلاد را سیر کرده به شاه جهان آباد برگشت
و در همین مصر بیست ویکم جمادی الاولی سنه احدی واربعین ومائة والف (۱۱۴۱)
متوجه روضۂ رضوان شد۔
دیوان سیر ضخامت دارد وشاهدِ سخن را باین رعنائی بر کرسی می نشاند ؎

بچشم خویش نگر سحر سامری این است — نظر به آئنه کن شیشه و پری این است
گشتم شهید تیغِ تغافل کشیدنت — جانم ز دست بُرد غزالانه دیدنت

(۹۰) یکتا - احمد یار خان

از نژاد قوم برلاس است - اسلاف او در قصبه خوشاب از اعمال لاهور
توطن داشته اند- پدرش اله یار خان به صوبه داری لاهور وتته وملتان رسید
وآخر سالها به فوجداری غزنین قناعت کرد-
احمد یار خان در اواخر عهد خلد مکان صوبه دار تته شد - یکتای اماثل بود
و مستجمع فنون فضائل - خطوط در نهایت جودت مے نگاشت - وتصویر در کمال تخفگی
می کشید- واقتسام شعر بقدرت می گفت -

در سنہ تسعہ عشر و مأتہ و الف (۱۱۱۹) وارد بھکر شد۔ و با علامۂ مرحوم میر عبدالجلیل بلگرامی صحبت معتقدانہ داشت۔ و نسخۂ کلام اللہ بخط نسخ از تحریر خود بطریق یادگار تسلیم نمود۔ و امروز موجود است۔

نگارندۂ اوراق وقت معاودت از سفر سندھ بہ ملتان رسیدہ استماع یافت کہ احمد یار خان بیست وسیوم جمادی الاولی سنہ سبع واربعین و مأتہ والف (۱۱۴۷) در قصبۂ خوشاب خلوت نشین تراب گردید۔ و بہ استدعاے مہربانے قطعہ تاریخی در سلک نظم کشیدم ویک عدد زیادہ را بحسنِ تعمیہ برآوردم ؎

خانِ والا رتبہ احمد یار خان ذاتِ او آئینۂ خلقِ عظیم
در فنونِ فضل یکتایِ زمان زادۂ افکار او دُرِّ یتیم
کرد از معمورۂ گیتی سفر ماتمِ او ساخت دلہا را دونیم
چونکہ یکتا[1] رفت۔ شُد تاریخ او جایِ احمد یار خان بزمِ نعیم

مثنوی متعدد دارد مثل "گلدستہ حسن" و "شہر آشوب" وغیر ذلک

وقتے محمد عاقل یکتا لاہوری با احمد یار خان مناقشہ کرد کہ یکتا تخلص از من است۔ تخلص مرا بمن وا باید گذاشت۔ احمد یار خان گفت یکتا نشدیم بلکہ دوتا شدیم و قرار داد کہ باہم غزلے طرح کنیم۔ ہر کہ خوب گوید تخلص از و باشد۔ خان مذکور زمانے و مکانے معین ساخت۔ و جمیع صاحب طبعان لاہور را فراہم آورد۔ و غزلی کہ طرح کردہ بود بر یاران عرض کرد و صدای آفرین و تحسین از ہر جانب بلند شد محمد عاقل مہر سکوت برلب زد۔ ہر چند یاران تکلیف کردند۔ غزل خود را دون یافتہ برزبان نیاورد۔ احمد یار خان محضری درست کرد و بہ مہر و دستخط حضار سخن سنج مزین گردانید۔

---

[1] ای ہرگاہ از مصرع تاریخ یک عدد کم نمودہ شد تاریخ مطلوب بیرون آمد۔

آفرین لاهوری این بیت دستخط کرده

برین معنی گواہیم آفرین ما — کہ احمد یار خان یکتا ست یکتا

و دیگرے این مصراع ثبت نموده

"گوہر یکتاست احمد یار خان"[1]

این چند بیت ازان غزل طرحے است

تا خطش طرح جہانگیری کاؤسی ریخت — لشکر زنگ چو رومی بسر روسی ریخت

بامیدیکہ شود جلوه گر آن سرو روان — خاک شد جبہہ و در راه قدمبوسی ریخت

سرمہ آلود نگاہی کہ بیادم آمد — کہ سر شک شفقی از مژه ام طوسی ریخت

بر در بتکده از نالۂ زارم ناقوس — ہمہ تن اشک شد و در بر ناقوسی ریخت

شمع از اشک رخش بو قلمون سوخت بہ بزم — جای اشکش ہمہ خاکستر طاؤسی ریخت

ازبسکہ سراپا زغم عشق تو داغم — چون کاغذ آتش زده یک شہر چراغم

چہ پرسی از سر و سامان من عمریست چون کاکل — سیہ بختم پریشان روزگارم خانہ بر دوشم

(۹۱) شہرت - شیخ حسین شیرازی

از شعراء راست اندیشہ - و اطباء حذاقت پیشہ است - اصلش عرب بود - در ایران نشو و نما یافتہ - آخر سرے بہ ہند کشید - و در سرکار محمد اعظم شاه بن خلد مکان بعنوان طبابت نوکر شد - و در عہد شاه عالم بہ اعزاز و احترام بسر می برد

و در زمان محمد فرخ سیر بخطاب حکیم الممالک سربلندی یافت - و در عصر محمد شاه احرام بیت اللہ بست و بعد ادای مناسک بدرگاه خلافت معاودت نمود - و بمنصب چہار ہزاری سر افتخار بفلک چہارم رسانید -

[1] نتائج الافکار صفحہ ۱۷۴ مطبوعہ مدراس ۱۸۸۳ء -

وفاتش در شاہجہان آباد ماہ ذی الحجہ سنہ تسع واربعین ومائتہ والف (۱۱۴۹) اتفاق اُفتاد۔ محرر سطور گوید ؎

بے نظیرِ زمانہ شیخ حُسین | گوی معنی ز نکتہ سنجان بُرد
ہاتفے از برائے رحلتِ او | سال تاریخ گفت۔ شہرت مُرد ۱۱۴۹ھ

منتخبے از دیوانش بنظر رسید از انجا بتحریر در آمد ؎

کی برای مطلبے دل را منور ساختیم | مالوجہ اللہ این آئینہ را پرداختیم
نہ من شہرت تمنادارم دنی نام مے خواہم | فلک گروا گزارد یکنفس آرام میخواہم
نالہ پنداشت کہ در سینۂ ما جا تنگ است | رفت و برگشت سراسیمہ کہ دنیا تنگ است
ای گل سرِ کوی تو جدا از وطنم کرد | من خار تو بودم کہ برون از چمنم کرد
صبح شو تا در فروغت روز عالم بگذرد | یکنفس دم را غنیمت دان کہ این ہم بگذرد
مرا ز لفت ز دام آزاد خواہد کرد مے دانم | ولی بعد از رہائی یاد خواہد کرد می دانم
مفلسی می آورد از یاد دستی حاتمے | ہر کجا دیدیم آخر کرد بسیاری کمی
خوابِ گرانِ مردم بیدار کرد ما را | بدمستیِ عزیزان ہشیار کرد ما را
در خرابیہای دل ہرگز ندارم مہلتے | در شکستِ نقدِ قلبِ خود ندارم فرصتے
پس از عمری کہ کردم ہمچو قمری خدمت سروے | براتی دارم و بر عالمِ بالاست تنخواہش
غیر در بزم شکستم نکند پا قائم | زانکہ من خاصیتِ ریزۂ مینا دارم
بریکدگر زیادتی از بسکہ می کنند | این قوم نیستند ز ابنِ زیاد کم
بہ قاتل ہم توان بخشید خونِ خویش گر مردی | نۂ کم از حنا ظالم کسی را دستگیری کن
می رسند از بسکہ پیش از من بعیبِ کار من | دوستر می دارم از خود دشمنانِ خویش را
قطرۂ من گرچہ گوہر شد ز سعیِ روزگار | کار آسان سخت شد از منتِ یاران مرا
اہل دولت غلط است اینکہ ہمہ بی دردند | ہر کرا دیدم ازین طائفہ آزاری داشت

ای که می گوئی که از صحبت گریزانی چرا | در بساطم عمر ضائع کردنی کم مانده است
بغیر ظلم توقع مدارا از ظالم | که نخل شعله اگر بار می دهد شرراست
کدام واسطه پروانه را به شمع رساند | برای مردم گم گشته خضر راه که دید

(۹۲) ثابت میر محمد افضل الہ آبادی

از احفاد میر ضیاء الدین حسین مخاطب به اسلام خان خوستی سفیدونی متخلص به والا است که از امراء درگاه خلد مکان بود۔

میر محمد افضل ثابت آسمان والا فطرتی۔ و سیّار سپهر بلند فکرتی است۔ پایۂ فضیلت درسی محکم داشت۔ و در شعر گوئی و شعر فهمی و محاوره دانی فرس استاد بے نظیر و مسلم صاحب کمالان شهر دهلی می زیست۔ چندگاه در اُردوی پادشاهی بتلاش منصب و جاگیر سلسله طالع جنبانید آخر پای سعی در دامن قناعت کشید و در دارالخلافه شاه جهان آباد منقطعانه بسر مے برُد

و دوازدهم شهر ربیع الاول سنه خمسین و مائة والف (۱۱۵۰) رخت زندگانی بر بست۔ و در شاه جهان آباد مدفون گردید۔

جمیع اقسام شعر استادانه می گوید خصوص در قصیده شانی بلند دارد۔ دیوانش حاوی انواع سخن است۔ در وقت تحریر۔ نسخهٔ بدخطی بدست اُفتاد۔ و به مشقت تمام این ابیات حاصل شد ؎

تا تماشای دهانت کرد حیران غنچه را | شاخ گل دستیست در زیر زنخدان غنچه را
مرد هر دم قطع اسباب معیشت مے کند | هر چه می اُفتد بدست تیغ قسمت مے کند
قسم بمصحف گل عندلیب باغ تو ام | بمرگ شمع که پروانهٔ چراغ تو ام
بند در قیب پیش تو بر خود نیاز را | چون نا مقیدے که گزارد نماز را

صدبار گر توانی مانند نبض جستن — صورت نمی پذیرد از دستِ خلق رستن

صیّادبی مروّت شوقِ طپیدنم گشت — تاچند پا شکستن بر بال رشته بستن

بخانهٔ ننشستم بغیر خانهٔ خویش — شدم برنگ نگین سنگ آستانهٔ خویش

غنی در آتشِ سوزان همیشه چون حمّام — عذاب می کشد از پهلوی خزانهٔ خویش

شمع افروختهٔ را کس نفروشد ثابت — داغم وگرمیِ بازار ندارم چه کنم

این تیر خاکیِ نگهِ شرمگینِ او — می جوید از مزار شهیدان نشانِ ما

چون ماهیِ تصویر که در آب بیفتد — در جلوهٔ معشوق شود کم اثرِ ما

هیچو گردی که بلند از اثرِ قافله شد — داد بر باد فنا رفتنِ یاران ما را

خواب دیدیم که آئینه معارض بتو شد — می کند صورتِ این واقعه حیران ما را

شبنمِ من خوردهٔ گل را نه بندد در کمر — آبرو غافل زفکرِ سیم و زر دارد مرا

یافتم از سلام مردمِ هند — سرسری بود آشنا یبها

چشم بیمار ترا حاجتِ تعویذی نیست — هیکلِ ناخنِ شیر است صفِ مژگانت

نذر این یاران کنی گر خوردهٔ جانِ عزیز — خورده گیران برنمی دارند دست از کار خویش

چو نرگس سر نخواهم داشت چشم از قامتِ سبزان — بود تا در سوادِ گلشنِ هندوستان جایم

هست چون سبحه بهم ربط عزیزانِ جهان — نه یکی ماند ازین سلسله برجا نه صدی

عکسِ رُخ تو آینه را رونے دہد — تسکین خاطرش بچه صورت کند کسی

رباعی

در مملکتِ قدس شهنشاه حسین — براوج سپهر کبریا ماه حسین

برخاست کمر بسته پے دعوے حق — انگشتِ شهادت ید الله حسین

(۹۳) رائج ۔ میر محمد علی سیالکوتی

از سادات سیالکوٹ من اعمال لاهور است مردی آزاد مشرب خوش خلق

خوش صحبت بود۔ و در شہرِ خود قلندرانہ مے گذرانید۔ و ہنگامۂ سخنوری گرم می داشت عمرے دراز یافت۔ گویند در منتہای عشرہ خامسہ بعد مأتہ و الف (۱۱۰۰) مرحلۂ زندگانی طے کرد۔

فقیر در سنہ سبع و اربعین و مأتہ و الف (۱۱۴۷) از سفر سندھ معاودت نمود۔ و عبور بر سرِ لاہور اُفتاد۔ دران ایام عزیزی از سیالکوٹ از صحبت او آمدہ و خبر قدوم فقیر شنیدہ رسم زیارت بجا آورد۔ و برخی از اشعار میرزہ آورد و فقیر ساخت ازان جملہ است ؎

روز وصل از بیمِ ہجرانِ توام گریان گزشت — آہ عید آمد پس از عمری و در باران گزشت
چہ سان آموخت بیر حمانہ بر فتراک سر بستن — زطفلی آن شکار افگن نمی داند کمر بستن
اگر با حق نیازی ہست حاجت نیست تعمیری — ستون و سقف درویشان ہمین دستِ دعا باشد

(۹۴) آفرین۔ فقیر اللہ لاہوری

در محلہ بخارای لاہور سکونت داشت۔ راقم الحروف وقتے کہ از ہند جانب سندھ رفت بیست و نہم محرم سنہ ثلث و اربعین و مأتہ و الف (۱۱۴۳) در لاہور با او برخورد۔ بسیار خوش خلق متواضع بود۔ دران ایام قصۂ ہیر و رانجھا نظم می کرد بپیش فقیر داستانے خواند۔ این بیت از قسمیہ بیاد ماندہ ؎

بعریان یتیمی تمنا نورد — کہ عید آمد و جامہ گلگون نکرد

و چون از بلاد سندھ عطف عنان نمودم وہفتم رجب سنہ سبع و اربعین و مأتہ و الف (۱۱۴۷) واردِ لاہور شدم و تا دوازدہم ماہ مذکور در انجا اقامت اتفاق افتاد۔ ملاقات مشارٌ الیہ بمرات واقع شد۔ مسودۂ اول تذکرۂ "ید بیضا" تالیف فقیر کہ نقش ناتمام بود خواہ نخواہ گرفت۔ و از منظومات خود مثنوی "انبان

معرفت" بخط خودش بطریق یادگار تسلیم فقیر نمود۔ عنوانش این است ؎

ای مُغنّی به وضوے تجرید | صبح شد صُبح نمازِ توحید
صبح یعنی که ظهورش همه جاست | شش جهت سجدہ چو خورشید رواست

دیوان آفرین مشتمل بر قصائد و غزلیات و دیگر جنس شعر بنظر در آمد۔ و این چند بیت فرا گرفته شد ؎

ستم بر زیر دستان مرد سرکش را خطر دارد | فلک را شیوۂ عاجز کشی زیر و زبر دارد
شبِ سپاه تغافل پیِ صف آرائی است | نقیب ناله صدائی که اشک مجرائی است
هنوز حسنِ تو نو مشق جلوه پیرائی است | هنوز اولِ درسِ کتاب رعنائی است
هنوز چشمۂ نوشِ تو بوی شیر دهد | هنوز لعل لبت غافل از مسیحائی است
هنوز سرو قدت گرچه گرد آغوش است | هنوز لعل شکرخا در آستین خائی است
هنوز دامنِ حسنت ز صبح پاکتر است | هنوز ماه تو ایمن ز داغ رسوائی است
نهال مهر و وفا تا چه بار مے بندد | بهار حسن ترا آفرین تماشائی است
بقدرِ تاب و طاقت مگذر از تسکینِ محتاجان | نداری قوتِ دست کرم دستِ دعا بکشا
حسن را در اضطراب آرد شکوهِ عجزِ عشق | شمع می لرزد بخود از شوخیے پروانها
گلِ آفت بود در ناتوانی خودنما بودن | عروجِ شاخِ نازک در بغل دارد تنزل را
داغِ دلِ افتادگان از غیب باشد رونمے | شد کشف این معنی مرا از قرعۂ رملها
هست کار عاشقان بعد از فنا هم جذب دوست | تشنگی بسیار دارد آنکه ماهی خورده است
بزور هزل زبر دست من شود حاسد | چنانکه طفل پدر را بخنده زیر کند
نجرد حجتِ قاطع بود صاحب کمالے را | قبایِ بیضه بر تن می درد مرغی که کامل شد
مرد حق محکوم نادان گر شود ببقدر نیست | عزتِ مصحف ز دست اندازِ طفلان کم نشد
ذلت بود نتیجۂ آمیزشِ خسیس + | بر گرد می زنند و نمد چوب مے خورد

بامیدِ محقق مے پرستم ہر مزدور را ازین ویرانہا شاید رسم روزی بمعوری

(۹۵) روحی سید جعفر رنبیر پوری

رنبیر براء مہملہ دراول وآخر ونون وباء موحدہ ویای تحتانی بروزن زنجیر قصبہ ایست پانزدہ کروہی از لکھنؤ

سلسلۂ نسب سید جعفر بہ سید نعمت اللہ ولی مے پیوندد۔ وسید محمود حاجی الحرمین الشریفین کہ یکی از اجداد اوست سواد ہند رابہ پرتو قدوم خود روشن ساخت۔ ودر قصبۂ جالیسر از مضافات آگرہ متوطن گردید ویکی از احفاد سید محمود تبقریبی در موضع رنبیر پور وارد شد ورحل اقامت افگند

سید جعفر در عشیرۂ شیوخ عثمانی بلگرام کدخدا شد۔ سیدے پاک نژاد صوفی مشرب بود۔ ودر توحید مذاقی عالی داشت۔ مدتہا سید العارفین میر لطف اللہ بلگرامی قدس سرہٗ را خدمت کرد وفیضہا فراہم آورد۔ اکثر از رنبیر پور بدار السلام بلگرام کہ چہار منزل است برای ادراک صحبتِ سید العارفین قدس سرہٗ مے رسید وغنچہ ہای اسرار از بہشت محفل اقدس مے چید۔

ودر عہد شاہ عالم بہ شاہ جہان آباد تشریف برد۔ وچندی بسیر آن مصر جامع پرداخت وباصاحب طبعانِ آنجا سیما میرزا عبد القادر بیدل رحمہ اللہ تعالیٰ صحبت داشت۔

دراواخر عمر سالہا در بلدۂ لکھنؤ رخت بدار الامن انزوا وتوکل کشید۔ وعرض عمرِ ابطول مشق فنا خوش گزرانید۔ مردم بسیار باوگرویدہ بودند وازروی اعتقادِ صادق خدمت بجاے آوردند۔

فقیر وآن مرحوم باہم محبّت مفرط داشتیم۔ ودوام مجلس صحبت مے آراستیم

ملاقات آخراین است کہ در تاریخ ہشردہم ذی الحجہ سنہ ثمان و اربعین و مائۃ و الف (۱۱۴۸) عبور فقیر بر لکھنؤ و نزول در تکیۂ ایشان اتفاق اُفتاد۔ آن روز درانجا مجمع صاحب طبعان بود مثل شیخ عبدالرضا متین اصفہانی و آقا عبدالعلی تحسین کشمیری و میرزا داؤد اکبرآبادی از آخر روز تا نیم شب صحبتی رنگین گزشت۔

سید جعفر غرہ رمضان سنہ اربع وخمسین ومائۃ والف (۱۱۵۴) بحظائر قدس اُنس گرفت۔ و در زنبیر پور مدفون گردید۔ کاتب الحروف گوید ؎

سیدِ نکتہ سنج حق آگاہ — کرد آہنگ بزم سبوحے
سال تاریخ او شود پیدا — وقت تکرار۔ جعفر روحے

۵ ۷ ۷
۲
۱۱ ۵ ۴

دیوانِ مختصری دارد این چند بیت از انجا بقلم می آید ؎

سیرِ نزولِ ذات بانسان رسید و ماند — چون وحیِ آسمان کہ بہ قرآن رسید و ماند
گُشت چشم تو ولی فتنۂ قامت باقی است — نیست آرام بمردن کہ قیامت باقی است
اسیرِ مفلسی می دارد استغنا ہنرور را — کند گردن کشی از دانہ کم قسمت کبوتر را
از عدم بیداریِ دل ہست رہ آوردِ ما — آب چشم خفتگان چون صبح باشد گردِ ما
چو ماہِ نو کمندِ جذبۂ حسن است ہر مویم — بسر خورشید غلطان آید از تحریک ابرویم
زفیضِ مفلسی قیمت فزاید اہل جوہر را — لباسِ غیر عریانی نہ زیبد لعل و گوہر را
عینکم شد دو جہان پردۂ یک راز نماند — سنگ گرسدِّ رہم گشت نگہ باز نماند
صاحبِ دل از شکوہِ حرف و صوتم محرم است — چون سویدا نقطۂ شعرِ سوادِ اعظم است
کے روسیاہ گردم از منتِ سوادے — حرفم زخود تراود چون خامۂ فرنگی
شگفتہ جبہہ کدام آفتاب مے آید — کہ خندہ چون سحر از گرد کاروان پیداست

(۹۶) اُمید۔ قزلباش خان ہمدانی

نام اصلی او میرزا محمد رضاست۔ در عنفوان جوانی از ہمدان به اصفہان آمد و با میرزا طاہر وحید نسبتِ تلمذ درست کرد

و در عہد خلد مکان به ہندوستان رسید و به عطای منصبی امتیاز پذیرفت و در عہد شاہ عالم بخطاب قزلباش خان سرفراز گردید۔ و در زمان محمد معز الدین بتقریب خدمتے به دار السرور برہان پور آمد۔ و در ایام ایالت امیر الامرا سید حسین علی خان از خدمتے که در برہان پور داشت معزول شده به خجسته بنیاد رسید و به داروغگی احشام کرناتک مامور گردید۔ و باین تقریب به ارکات رفت و بعد چندگاه رفاقت مبارز خان ناظم حیدرآباد اختیار کرد۔ در روز جنگ با مبارز خان حاضر بود۔ بعد گشته شدن مبارز خان در قید نواب آصف جاه اُفتاد۔ و غزلے طرح کرده بجناب نواب ارسال داشت۔ نواب شفقت فرمود۔ و به مزید عنایت و بحالی جاگیر مرہمے بر جراحت گذاشت۔ و حراست قلعه منی مرک از توابع کرناتک که الماس از سواحل دریای کشنا برآورده در آنجا درست مے سازند۔ تفویض فرمود۔

قزلباش خان بعد چندی رخصتِ حرمین شریفین گرفت۔ و بعد تحصیل زیارت مراجعت نمود۔ نواب آصف جاه بدستور سابق مورد الطاف ساخت۔ و چون نواب آصفجاه در سنه خمسین و مائته و الف (۱۱۵۰) حضور طلب شد قزلباش خان در رکاب نواب به شاہجہان آباد رفت و در سفر بھوپال ملتزم رکاب نواب بود۔ درین سفر فقیر را با قزلباش خان مکرر برخورد اتفاق اُفتاد۔ خوش خلق رنگین صحبت بود و موسیقی ہندی با وصف ولایت زا بودن خوب می دانست و می گفت

وچون نواب آصف جاه از سفر بھوپال به دار الخلافه شاہجہان آباد

معاودت فرمود قزلباش خان ہمراہ رفت و از ان وقت در دار الخلافہ بار اقامت کشاد و در سنہ تسع و خمسین و مائۃ و الف (۱۱۵۹) در انجا جہان فانی را وداع نمود محرر اوراق گوید ؎

خان سخن گستر سحر آفرین — رخت سفر بست ازین خاکدان
سال وفاتش دل نالان من — یافتہ - جان داده قزلباش خان ۱۱۵۹ھ

از و منقول است کہ روزی پیش ذو الفقار خان بن اسد خان وزیر شکایتے از دست روزگار کردم - ذو الفقار خان در جواب گفت دنیا را بامید خورده اند گفتم پس چرا نواب صاحب بی من مے خورند -

این چند بیت از دیوانش نقل اُفتاد ؎

زمانہ بر سر جنگ است یا علی مددے — وگرچہ وقت درنگ است یا علی مددے
روشن شود بہ پیش تو چون شمع سوز من — یکشب اگر تو ہم بنشینی بروز من
خوشا وقتی کہ می بالید از جانان بر و دوشم — برنگ ماہِ نو ہر شام پر می گشت آغوشم
گشت روگردان زبس آبادی از ویرانہ ام — چون کمان حلقہ بیرون شد درونِ خانہ ام
خطا نا کرده ماند و ہست چرا از دوستان باشد — شنیدم کلفتے داری نصیب دشمنان باشد
بدشمن دوست - با من سرگرانی بارہا گفتم — نمی خواہم چنین باشی تو میخواہی چنان باشد
بسا کشاد کہ در بستگی شود ظاہر — کلید روزیِ استاد قفل گر قفل است
سر گشتگی بطالعم ہست — بر گرد سرت چرا نگردم

(۹۷) زائر - شیخ محمد فاخر

خلف الصدق شیخ محمد یحیی و دختر زادهٔ شیخ محمد افضل الہ آبادی است قدس اللہ اسرارہما نخست احوال این دو نیر اوج کمال بر ساحت قرطاس پرتوے اندازد و سعاد

کتاب را به لوامع انوار برکات معمور می سازد۔

شیخ محمد افضل الہ آبادی قدس سرہٗ سر حلقۂ خلفاء حضرت میر سید محمد کالپوی است قدس اللہ اسرارہما۔ مہر سپہر ولایت و کوکب دری اوج ہدایت بود و فضائل صوری و معنوی فراہم داشت نسبش بہ سیدنا عباس عم النبی صلی اللہ علیہ وسلم منتہی می شود و غیر بنی الخلفا ست۔ شیخ محمد افضل الہ آبادی

ولادت او شب دہم ربیع الاول سنہ ثمان و ثلثین و الف (۱۰۳۸) دست داد و در آغاز حال بطور طلباء پورب در بعضے امصار تنقل و ترحل نمود و نزد قاضی محمد آصف کہ از متوطنان بعض قریات الہ آباد بود و قضاء بلدہ مذکور داشت۔ و از شاگردان مُلّا عبد السّلام دیوہ است و مولانا نور الدین جعفر جونپوری و دیگر فضلا عصر تلمذ کرد۔ و در فضائل رسمی شانے عالی بہم رساند۔ و در عمر بیست و پنج سالگی بہ سعادت ارادت میر سید محمد کالپوی قدس سرہٗ فائز گشت و نعمت و برکت محمدیہ فراوان اندوخت و بہ اجازت و خلافت مستعد گردید۔

اصل وطن او سید پور از توابع غازی پور است بہ اشارۂ پیر در الہ آباد حل اقامت افگند۔ و بہ تلقین اصحاب و تعلیم آداب مشغول گشت حق تعالیٰ قبول خاص و عام عطا کرد و طالبان بسیار از فروغ التفاتش چراغ دل برافروختند۔

تصانیف عربی و فارسی وافر دارد از انجملہ حل مثنوی مولانا روم بین الجمہور مشہور است

روز جمعہ پانزدہم ذی الحجہ سنہ اربع و عشرین و مأتہ والف (۱۱۲۴) بہ عالم علوی شتافت۔ مرقد منور در الہ آباد یُزَارُ وَ یُتَبَرَّکُ بِہٖ

شیخ محمد یحیی المعروف بہ شیخ خوب اللہ الہ آبادی برادر زادۂ حقیقی و داماد و سجادہ نشین شیخ محمد افضل است قدس اللہ اسرارہما بحر مواج علوم شریعت و طریقت شیخ محمد یحیی

بود- و جواهر سیراب در دامن دریوزه گران کوچه طلب می ریخت

در سن دوازده سالگی نہال استعدادش بتربیت عم بزرگوار نشو و نما یافت- و از بحث حال کافیہ ابن حاجب حالش برگردید و تا منتہای تحصیل از خدمت شیخ استفادہ نمود- و مدتہا مدارج سلوک در نوردید- و بشرفہ کمال و تکمیل عروج فرمود و بخلافت و دامادی حضرت شیخ اختصاص یافت- و بعد ارتحال شیخ باستحقاق نائب مناب گشت و قبولی عظیم یافت و خارق عادات بسیار سرزد و کتب و رسائل کثیرہ تصنیف کرد و در کشف مشکلات علوم ظاہر و باطن شانے بلند داشت مکتوبات ایشان در چہار مجلد برہانی است جلی بر علو فطرت و کمال تبحر-

شب دوشنبہ یازدہم جمادی الاولی سنہ اربع و اربعین و مائتہ و الف (۱۱۴۴) در جوار رحمت آسود و آیۂ کریمہ "لَقَدْ رَضِیَ" ۱۱۴۴ تاریخ است- مرقد مطہر در پہلوی قبر شیخ محمد افضل قدس اللہ اسرارہما

شیخ محمد فاخر بمصداق فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ زیب سجّادۂ ابوین و فرع آسمان سائی اصلین طیبین است- صاحب صفات رضیہ و مناقب سنیہ- اساس محکم مدارج علیا قیاس منتج ولایت کبری- میزان عدل نقلیات- برہان نقد عقلیات- تشرع بدرجۂ کمال داشت و ہمیشہ ہمت بتعدیل قسطاس شریعت می گماشت- بسیار کشادہ دست شگفتہ پیشانی بود فتوح ذخیرہ نمے ساخت و یگانہ و بیگانہ را بہ احسان بیدریغ مے نواخت اکثر اوقات در سفر گذرانید- در جمیع اسفار جمعی کثیر از ابناء سبیل بہ او مے پیوستند- شیخ از ماکولات و ملبوسات خبر ہمہ مے گرفت- و مادامی کہ عامہ رفقا را طعام بہم نمے رسید خود بہ اکل تنہا نمے پرداخت-

از عنفوان شعور بخدمت والد ماجد و برادر کلان خود شیخ محمد طاہر تلمذ نمود- و کتب تحصیلی مرتب گذرانید و بر صدر استادی نشست و در سفر حجاز میمنت طراز علم

حدیث از مولانا و استاذنا شیخ محمد حیات مدنی قدس سرہ سند نمود۔ جوہر فہم و ذکای او از بس عالی اُفتادہ بود و در مقدمات غامضہ علمی بسرعت تمامتر می رسید۔

جد امجدش شیخ محمد افضل او را در صغر سن مرید ساخت و تربیت حوالہ شیخ محمد یحییٰ کرد۔ مشارٌ الیہ در ظل پدر بزرگوار تربیتہا یافت و مجاز و مرخص گردید و بعد ارتحال والد ماجد جانشین گشت۔

قدر حدود در سنہ اربع و اربعین و مائۃ والف (۱۱۴۴) والد فقیر با نواب مبارز الملک سربلند خان تونی ناظم صوبہ الہ آباد وارد این شہر شد۔ و فرزندان و قبائل را از بلگرام دران مقام طلبید۔ و با اہل بیت فقیر و اہل بیت شیخ محمد افضل قدس سرہ اتحاد و ارتباط بدرجۂ کمال شد۔ و چون محرر اوراق در سنہ سبع و اربعین و مائۃ والف (۱۱۴۷) از کشور سندھ معاودت نمود و در شاہجہان آباد خبر اقامت اہل بیت خود بہ الہ آباد شنیدہ راست از اکبر آباد بہ الہ آباد شتافت با اعزہ کرام دلبستگی تمام بہم رسید و ایام اقامت آن بلدہ بہ مجالست و موانست این اکابر بحظ وافر گذشت۔ والحال آن عہود حمی بیاد می آید و ناخن حسرتی بر دل می زند۔

وعمدہ جہت جامع با این اعزہ اخوت طریقت است کہ سلسلۂ جانبین بحضرت سید محمد کالپوی قدس سرہٗ متصل می شود۔ و با شیخ محمد فاخر جہتی دیگر ضم شد کہ علم حدیث در مدینہ منوّرہ از یک استاد سند کردیم یعنی مولانا و مخدومنا شیخ محمد حیات السندی المدنی قدس سرہٗ

شیخ محمد فاخر در سنہ تسع و اربعین بعد مائۃ والف (۱۱۴۹) عازم حرمین شریفین شد و در سنہ خمسین و مائۃ والف (۱۱۵۰) باین سعادت فائز گشت۔

و در ہمین سال راقم الحروف احرام بیت اللہ بست و سفر دریا بانجام رسانید نوزدہم محرم سنہ احدی وخمسین و مائۃ والف (۱۱۵۱) بہ بندر جدہ نازل شد۔

مشارٌ الیه در جده تشریف داشت و خبر مقدم فقیر از مردم جهازی که دو روز پیش آن جهاز مار سیده بود استماع یافته بر لب دریا چشم در راه انتظار داشت۔ بمجرد نزول از کشتی هم آغوش ملاقات شدیم طرفه سروری دست داد و کلفتهای غربت بیکبار رخت سفر بربست از جده باتفاق بمکّه رسیدیم و دیدهٔ نیاز بر آستان رب العزّت تعالیٰ شانهٗ مالیدیم۔

مشارٌ الیه (شیخ محمد فاخر) در اوائل سنہ احدی وخمسین ومائۃ والف (۱۱۵۱) بر جهازی که راقم الحروف رفته بود معاودت نمود و بوطن مالوف برگشت۔ و در سنہ اربع وخمسین ومائۃ والف (۱۱۵۴) کرت ثانی داعیهٔ حرمین شریفین مصمم ساخت ۔ و رخت کوچ از اله آباد بربست

و درین سفر سید غلام حسن برادر اعیانی فقیر برفاقت شیخ ارادهٔ حرمین شریفین کرد۔ بعد طی مراحل داخلِ بندر سورت شدند و بیست و چهارم محرم سنہ خمس و خمسین ومائۃ والف (۱۱۵۵) در کشتی نشستند ناگاه دران بحر پرشور جهازات قوم مرہتہ دکن که از چندی بندر بسی را از دستِ فرنگیان انتزاع نموده در دریا قطع طریق شعار ساخته اند نمودار شد۔ بیست و نهم محرم سنہ خمس وخمسین ومائۃ والف (۱۱۵۵) وقت صبح بضرب توبها آتشِ حرب اشتعال گرفت۔ هنگام نماز عصر گولہ توپی تختهای بسیار متقابل یکدیگر سوراخ کرده به سید غلام حسن رسید۔ شیخ محمد فاخر مکتوبے به فقیر فرستاد در انجامی نویسد که :-

”میر غلام حسن چون مُرغ نیم بسمل در حرکت شدند گفتم میر صاحب شما شهید شدید کلمہ بخوانید۔
”ماہم اگر قسمت است بشما ملحق مے شویم۔ لبهای شریف ایشان در حرکت بود۔ چون در اجل
”موعود۔ اندکی توقف دیدم بار بار مقید مے شدم که کلمہ بخوانید۔ اول سخن که از ایشان سرزد
”این بود که می خوانم و به این نہج مے خوانم لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰه

"علیه وسلم گفتم بخوانید ہمین بکارے آید - باز گفتند خوب شد آنچه شد و پرسید ند امروز
"کدام روز است گفتم پنجشنبه - متبسم شدند - غالباً بیاد حدیثے که در فضل موت روز جمعه وشب
"آن وارد شده در تبسّم آمدند - والا کدام وقت تبسّم بود - باز گفتند من نماز عصر نخوانده ام مرا
"تیمم سازید - به تیمم نماز عصر بر پشت غلطیده خواندند بدستور مغرب وعشا - تمام شب پیش
"ایشان نشسته بودم کلمه مے خواندند - درمیان حرفے ہم می گفتند - یک یک رفقا را طلبیده
"استعفا کردند وکلمه خوانان شب را باخر رسانیدند - ہرگز اثر جزع از ایشان ظاہر نشد
"می گفتند ہرگز اثر درد معلوم نمے شود - مزاجی که سابق داشتم دارم این چگونه زخم است
"که اثرے از شدت سکرات بااین زخم جگر دوز نیست - وقت صبح که به نماز برخاستم ایشان
"را آشنا نیافتم - بعد از نماز دیدم انتقال رُوح شده است اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ
"در عرشهٔ کشتی غسل داده وتکفین نموده ونماز خوانده بدریا سپردیم - باوجود آنکه آب ساکن بود
"وہوا غیر متحرک - جثهٔ ایشان چون تیر از جہاز دور تر رفت - تا بدن مبارک ایشان بر جہاز
"بود وجه جہاز جانب مکّهٔ معظّمه بود - بعد از آن غلیم جہاز را قابض گردیدند خسے شدن میر غلام حسن
"روز پنجشنبه وانقطاع نفس روز جمعه سلخ محرم سنه خمس وخمسین ومائة والف (۱۱۵۵)
" انتهی المکتوب ملخصاً -

میرزا عنایت اللّٰہ بیگ اندجانی متخلص به راجی این مصراع تاریخ یافت ؎

"شهید شد به رهِ کعبه سیدِ سندم"
۱۱۵۵ھ

دمهر کلمات شرارے از آتشکدهٔ دل بیرون مے دہد **رباعی**

تارِ نفسم گسسته شورم بردند | بازوی مرا شکسته زورم بردند
داغ است دلم که رفت نورِ بصرم | نارم بگذاشتند و نورم بردند

از ظهور این سانحه شگرف عبرتے دست داد وبرائی العین مشاہده افتاد که بے عنایت
ازلی کثرت اسباب کارے نتواند ساخت - وبے جنبش ابروی قضا صد ہزار ناوک

صیدی نتواند انداخت - برادر شہید با سامان طریق و فراوان رفیق جادہ پیما شد و بندہ تنِ تنہا بے زاد و راحلہ از وطن مالوف سر بہ صحرا زد نیرنگی قدرت تماشا باید کرد کہ طوفان حوادث خاکِ او را ابر باد فنا داد - و بدرقہ عنایت سرمدی بندہ را در آغوش امن و امان بہ منزل مقصود رسانید و بدستور باز آورد الحمد للہ والمنہ برادر شہید اگرچہ بمنزل نارسیدہ غریق لجۂ فنا شد اما در حقیقت چست تر بمنزل رسید و شاہد مقصود بروجہ اتم در آغوش کشید بحکم وَ مَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ -

وحضرت لسان الغیب قدس سرہٗ فرماید ؎

دست از طلب ندارم تا کارِ من بر آید — یا تن رسد بجانان یا جان ز تن بر آید

و دیگرے سر آید ؎

بہر نحوی کہ باشد کام خود را از تو می گیرم — ترا یا دست من یا خون من در گردن امشب

ازین دو صورت اول نصیبِ ما شد و ثانی نصیبِ شہید مرحوم - و او را مرتبۂ دیگر عظیم تر حاصل گشت یعنی سرخ روئی بجرعۂ شہادت کہ شرف این مرتبہ حاجت بشرح ندارد

القصّہ بعد شہادت سید غلام حسن کفار غالب آمدند و جہاز را با متاع و مسلمین گرفتہ بہ بندر بسبی بردند و بحال شیخ محمد فاخر این قدر ترحم کردند کہ سوارے از جانب خود دادہ از بسبی بسورت رسانیدند - و اشیا و اسباب ایشان را جز صندوق کتب ہمہ را بتصرف آوردند - شیخ محمد فاخر بانتظار موسم جہاز در سورت توقف کرد و در ماہ صفر سنہ ست و خمسین و مائتہ والف (۱۱۵۶) بر جہاز عازم جدہ نشست - قضارا جہاز بہ تباہی شد - و بہ کنار بندر مخا رسید - شیخ چند ماہ در مخا اقامت کرد و در موسم کشتی متوجّہ مکہ معظمہ گردید - و بیست و دوم رمضان سنہ ست و خمسین و مائتہ والف (۱۱۵۶) بحرم آمن واصل شد - و ہم درین سال حج روز جمعہ کہ آن را در عرف حج اکبر

مے گویند- دریافت - و در سنہ تسع وخمسین ومائۃ والف (۱۱۵۹) باز بہ ہندوستان عطف عنان نمود- و در جمادی الاولی سال مذکور از بندر سورت روانہ پیشتر گردید برادر فضائل مرتبت میر محمد یوسف سلمہ اللہ تعالی قلمی نمود کہ:-

"شیخ محمد فاخر در رجب سنہ تسع وخمسین ومآتہ والف (۱۱۵۹) بہ شاہ جہان آباد تشریف
"آوردند- فقیر را از ملاقات مسرتہا حاصل شد وبعض رؤیا کہ در ملاقات ایشان دیدہ بودم
"وبعید از عقل مے نمود- بقدرت حق سبحانہ وتعالی صادق برآمد- ومیرزا خان جانان
"مظہر از ملاقات ایشان بسیار محظوظ شدند و باہم صحبتہا گذشت- ششم رمضان سال مذکور
"نقل مکان بخانہ فقیر کردند- ہشتم منہ رخت کوچ بربستند و در ہمین ماہ بہ اکبر آباد رسیدند
"وبیست وسیوم متوجہ الہ آباد شدند انتہی

شیخ یک سال در الہ آباد ماند و در ماہ شوال سنہ ستین ومآتہ والف (۱۱۶۰) از راہ بنگالہ عازم دریای محیط شد کہ از انجا در جہاز نشستہ سرے بحرمین کشد- و در عظیم آباد و مرشد آباد و دیگر امصار سرِراہ حکام خدمتہا بتقدیم رسانیدند- از بندر ہوگلی بر جہاز نشست- قضارا مسافت چند روز قطع کردہ چوبے از جہاز شکست سہ ماہ جہاز در دریا بتباہی ماند آخر الامر بہ موضع چاتگام کہ منتہای دیار شرقی عمل پادشاہ ہند است از جہاز فرود آمد و بہ علت موسم برشکال سہ چہار ماہ در چاتگام گزرانید از راہی کہ رفتہ بود بہ الہ آباد برگشت- درین مرتبہ نیز حکام سرِراہ نذور فراوان گذرانیدند- قریب دو ماہ در الہ آباد ماندہ قصدِ شاہ جہان آباد کرد وبیست وپنجم رمضان سنہ اثنتین وستین ومآتہ والف (۱۱۶۲) واصلِ آن شہر شد- وچندی بہ اقامت آنجا پرداخت وباز نطاق ہمت بزیارت حرمین شریفین بر بست- ومحض بہ ارادۂ ملاقات راقم الحروف اول قصد دکن کرد- دغرۂ شعبان سنہ اربع وستین ومآتہ والف (۱۱۶۴) از شاہجہان آباد روانہ شد وپنجم

ذی الحجہ سال مذکور بہ برہان پور رسید۔ فلک نافوان بین فرصت نداد کہ بہ رویت یکدیگر کہنہ تمنا برآید۔ بعد عبور دریای نربدا بیماری سرسام اورا عارض شد۔ وپس از وصول برہان پور بیماری قوت گرفت ویازدہم ذی الحجہ روز یکشنبہ وقت اشراق سنہ اربع وستین ومأتہ والف (۱۱۶۴) جان عزیز را در راہ بیت اللہ فدا ساخت تاریخ تولد او کہ در سنہ عشرین ومأتہ والف (۱۱۲۰) واقع شد "خورشید" ۲۰ است وتاریخ انتقال "زوال خورشید" ۶۴ عمرش چہل وچہار سال۔

درحالتِ مرض وصیت کرد کہ از مشائخ برہان پور۔ شیخ عبد اللطیف قدس سرہ درکمال تشرع بودند وبرمرقد مبارک ایشان بدعتہای اہل زمان بہ عمل نمی آید مرا درجوار ایشان دفن سازند۔ موافق وصیت بعمل آوردند

واحسرتا کہ این چنین صاحب کمال درایام شباب ازین عالم رحلت کرد وداغ مفارقت بردلِ یاران گذاشت۔ سپہر دوار اگر عمرہا چرخ زند مشکل کہ چنین ذات قدسی صفات بہم رساند۔

قول میرزا جانجانان است کہ:۔

"بسیارے از کبراء دین را مشاہدہ نمودم بعد ازیازدہ صد سال یک شخص کہ عبارت از شیخ محمد فاخر است موافق کتاب وسنت دریافتم۔"

ونیز قول میرزا است کہ:۔

"بسا ارباب کمال را برخوردم آن قدر کہ نزد شیخ محمد فاخر ارزان شدم ہیچ جا اتفاق نیفتاد۔"

یعنی میرزا برخلاف وضع خود بہ ملاقات شیخ محمد فاخر اکثرمے رسید

شیخ محمد فاخر صاحب دیوان است۔ این چند بیت ازانجا گرفتہ شدہ

بباغِ عاشقی ازمیوہ وگل نیست سامانے کنم بادام ونرگس را فدائے چشم گریانی

آئینہ باصفائی رخت روگرفتہ است گل پیش آن دہن دہنِ بوگرفتہ است

دارم دلے کہ بردم تیغ ست راہ او — مژگانِ چشم یار بود سیر گاہ او

برمیان بر زدہ دامان زکجا مے آئی — مرحبا گر بشکارِ دلِ ما می آئی

حُبِّ دنیا می فریبد خاطرِ افسردہ را — گوشمالی می دہد روباہ شیرِ مُردہ را

مور را درخمِ زلفِ تو بہ بیند مارے — عینکِ داغِ دلم ازچہ کلان بین شدہ است

مرا از آمد ورفتِ نَفَس روشن شد این معنے — کہ اقبالِ جہان دردم زدن اِدبار می گردد

دنیا عزیز کردۂ دنیا طلب بود — از التفات شوی بود قدر زن بلند

کنند گور پرستان زیارتِ زاہد — کہ زیر گنبد دستار زندہ در گور است

بعد مردن نیز بارم نیست بر دوشِ کسے — ہمچو رنگِ گل عدم پیمایم از پرواز خویش

درگلستانی کہ مارنگِ تماشا ریختیم — آسمان یکبال برہم خوردۂ طاؤس بود

رباعی

تا پیروِ چار یار اخیار نۂ — از چار اصول دین خبردار نۂ

در طبع تو این چہار عنصر باہم — تا ہست باعتدال - بیمار نۂ

رباعی

گرتن بہ بلاہای قضا نتوان داد — از کف سررشتہ رضا نتوان داد

درہرچہ نشد مگو چنین بایستے — تعلیم خدائی بخدا نتوان داد

(۹۸) افضلی - شیخ محمد ناصر

برادر اعیانی شیخ محمد فاخر زائر است - کسب کمالات از حاشیۂ محفل والد ماجد خود شیخ محمد یحیی و برادر کلان خود شیخ محمد طاہر قدس اللہ اسرارہما نمود - و از علوم صوری و معنوی بہرۂ وافر اندوخت -

جد بزرگوارش شیخ محمد افضل اورا در خورد سالی مرید گرفت - و بہ دست

تربیت شیخ محمد یحییٰ حوالہ نمود۔ وبعد فوت پدر والاگہر بر مسند آباء کرام مربع نشست۔
وطریقۂ انیقۂ اسلاف را باہتمام تمام نگاہبانی فرمود۔

فیما بین فقیر و او اخلاص خاصے بود۔ حیف کہ در ریعان جوانی آن شجر سایہ
افگن از پا اُفتاد و این حادثہ بیست ویکم جمادی الاولیٰ روز چہار شنبہ وقت نماز مغرب
سنہ ثلث وستین ومائۃ والف (۱۱۶۳) واقع شد و پائین روضہ منورۂ شیخ محمد افضل
جد خودش مدفون گردید۔

مسودِ اوراق در تاریخ وفات مشارٌ الیہ وشیخ اسد اللہ غالب کہ ذکرش می
آید۔ مے گوید

افضلی شیخ کامل و غالب — آرمیدند در ریاضِ ارم
سال تاریخ گفت غمزدۂ — آہ رفتند ہر دو زین عالم
۶۳ ۱۱

ذکاء ذہن بدرجۂ کمال داشت وشعر بسرعت تمام می گفت۔ صاحب دیوان است

صفای خاطرِ روشندلان ہمین سخن است — چو صبح صافی آئینہ ام زدم زدن است
زاہد از خلوت نشینی فکر صیدِ عام کرد — چون نگین در حلقہ خود را از برائے نام کرد
سخنور چون بمیرد شعرا و مشہور تر گردد — کہ صافی تر کند گوہر یتیمی آب گوہر را
لبِ گزیدۂ اغیار را چہ بوسہ زنم — عقیق کندۂ نام دگر چہ کار آید

(۹۹) غالب۔ شیخ اسد اللہ

دخترزادۂ شیخ محمد افضل الہ آبادی است وبرادر خالہ زادۂ شیخ محمد ناصر افضلی
اصلش از جونپور است۔ جد کلانش سجادہ نشین شیخ محمد افضل جونپوری اُستاد
علامۃ العصر ملا محمود جونپوری بود۔ غالب بانتساب افضلین تفاخر داشت۔ جوان
صاحب استعداد شایستہ بود۔ ہمیشہ رگ خامۂ سخن ریز را بہ نشتر اندیشہ مے کشود۔

وقتیکه راقم الحروف از دیار سندھ بولایت ھند معاودت نمود۔ مقارن طلوع ہلال رمضان المبارک سنہ سبع واربعین و مأتہ والف (۱۱۴۷) داخل الہ آباد گردید۔ مشارٌ الیہ این رباعی گفتہ ضیافت طبع فرستاد ؎

چون کرد ورود سوی من یار سعید   فی الحال مہِ نو بفلک گشت پدید
ازبسکہ فزود عشرت از آمدنش   ماہِ رمضان برای من شد مہِ عید

او اخر ایام زندگانی بہ دار الخلافہ شاہجہان آباد آمد و نہم ذی القعدہ سنہ ثلث وستین و مأتہ والف (۱۱۶۳) از لباس حیات مستعار عاری شد و دران شہر مدفون گردید۔

از افکار اوست ؎

دل دیوانۂ دارم کہ خاموشی است تقریرش   برنگِ زلف خوبان بی صدا اُفتادہ زنجیرش
گذر از کوچہای تنگ کو صاحب دماغان را   نمی آید برون از خامۂ نقاش تصویرش
سیر مہتاب دوچندان کند آرایشِ حسن   سایۂ زلف برخسارِ تو زلف دگر است
پی بفکرِ آن دہان از یاد ابرو مے برم   تیغ قاتل رہبرِ ملک عدم را جادہ است
زبیماری نیفتد تا بہر جا سرمہ را نازم   عصای آبنوسی داد از دنبالہ چشمش را
روز محشر غبارِ تربتِ ما   دامن بو تراب مے خواہد

(۱۰۰) مخمور مرشد قلی خان

نام اصلی او میرزا لطف اللہ است پدرش حاجی شکر اللہ تبریزی از ایران دیار وارد ہندوستان شد و در بندر سورت طرح توطن انداخت۔

مرشد قلی خان در بندر سورت سنہ خمس وتسعین والف (۱۰۹۵) متولّد شد سال ولادت این مصرع مستفاد مے شود ؎

"بر سپہرِ سعادت آمد ماہ"
۱۰۹۵ھ

بعد از انکہ سنین عمرش بسر حد تمیز رسید در خدمت آقا حبیب اللہ اصفہانی که از فضلاء مقرری و از شاگردان رشید آقا حسین خوانساری بود و در بندر سورت سکونت داشت۔ بتحصیل علوم پرداخت و بقدر فضائلی اکتساب نمود

بعد فوت والد بر سبیل تجارت جانب بنگالہ رفت نواب شجاع الدولہ ناظم بنگالہ جوہر قابلیت او دریافتہ صبیۂ خود را در عقد ازدواج او در آورد۔ و از حضور سلطانی بمنصب عمدہ و خطاب مرشد قلی خان سرافراز شد و سالہا بصوبہ داری ممالک اودلیسہ فرق امتیاز افراخت

آخر از ورق گردانی روزگار و دغاسازی نوکران خود از دار الامارۃ بیجا شد و خود را در ظل نواب آصف جاہ ناظم دکن کشید و مدتی با او بسر برد۔ انجام کار در حیدرآباد (دکن) رخت اقامت انداخت۔ و شانزدہم رمضان سنہ اربع وستین و مأتہ والف (۱۱۶۴) مسافت زندگانی بپایان رسانید۔[۱]

در شعر زبان خوبی دارد۔ و مضامین تازہ ہم یابد۔ دیوان محفوظ بخط خودش بنظر در آمد و این چند شعر فرا گرفتہ شد ؎

کو ساغرے تا دمے از ہوش خود افتم | مانند سبو دست در آغوش خود افتم
پشت فلک بخاک رساند غرور ما | کہسار را کند کمر سنگ زور ما
بسانِ شیشۂ ساعت رفیقِ کار پیدا کن | بیک ساعت زمین و آسمان را زیر و بالا کن
باشد دو جہان قائم ازان ذات یگانہ | بر پا چو کمان است بیک تیر دو خانہ
تعجب نیست بد طینت اگر حاجت روا گردد | کہ زخمِ کہنہ را خاکسترِ عقرب دوا گردد
ز دونان کی بجود درماندگان را کار بکشاید | گرہ امکان ندارد باز از انگشت پا گردد

---

[۱] مآثر الامرا جلد سوم صفحہ ۷۵۴، ذیل تذکرۂ مؤتمن الملک جعفر خان۔

زان نسبتی کہ ہست بسنگ آبگینہ را
ای سنگدل شکست من آخر شکست کیست

بگلزارِ محبّت رشتۂ گلدستہ را مانم
کہ عمرم جملہ صرف اجتماعِ دوستان گردد

سر از مضمونِ آن زلفِ سیہ بیرون نمی آرم
کہ در چشمم چو مکتوبِ مرکب خوردہ مے آید

تسکینِ دل ز صحبت روشندلان طلب
آئینہ بیقراریِ سیماب مے برد

چرا بسر نرود زود دفترِ ایام
کہ خود بخود ورقِ این کتاب مے گردد

مے زداید چو نگین سجدہ سیہ روئی را
کاش پیشانی خود وقفِ زمین می کردم

می فریبد نازنینان را بہر صورت کہ ہست
کاش چون آئینہ من ہم جوہری می داشتم

چون درختی کہ ز ہر شاخ دہد ریشہ بخاک
در سجودِ تو ز ہر عضو زمین گیر شدم

منم آن مست کہ گر مے ندہد دست بہم
بفشارم لبِ ساقی و بہ پیمانہ کنم

رتبۂ شخص فزاید ز صفاے باطن
چون نگینے کہ گذارند ورق در تہِ او

درین چمن بچہ اُمید خوش کنم دل را
چو نخل موم ندارم بخود گمان ثمرے

مپندار از ضعیفان کار سنگین بر نے آید
کہ کوہی می شود صورت پذیر از خامہ موئی

(۱۰۱) اقدس میر رضی شوستری

والدِ او سید نور الدین شیخ الاسلام بلدۂ شوستر بود۔ و منصب شیخ الاسلامی آن دیار از قدیم الایام بہ آبا و اجداد او تعلّق دارد۔

ولادت میر رضی در شوستر سنہ ثمان وعشرین و مائتہ و الف (۱۱۲۸) واقع شد از آغاز شعور دامن بہ کسب فضائل بر زد۔ و علوم عقلی و نقلی در شوستر از خدمت والد خود۔ و بعضی از فضلاء آن دیار اخذ نمود۔ بعد از ان شبدیز سیاحت جولان داد و اصفہان و قم و کاشان و سائر بلاد عراق عجم را تماشا کرد۔ درین اماکن نیز بتحصیل علوم پرداخت۔ و ایضا عراق عرب را سیر نمود و پیشانی سعادت در عتبات

عالیات مالید۔ آنگاه نطاق عزم بگلگشت هندوستان بر بست ۔ و در سنه تسع واربعین ومائة والف (۱۱۴۹) از بندر بصره به بندر سورت رسید۔ و ایامی درین شهر توقف نموده از راه دریا سیری بدیار بنگاله کشید و در سایۂ عاطفت نواب شجاع الدوله ناظم بنگاله بصیغۂ مصاحبت مدتے بسر برد۔ و بعد از انتقال نواب مذکور رفاقت نواب مرشد قلی خان صوبه دار اودیسه برگزید۔

وچون مرشد قلی خان به دکن آمد میرہم مرافقت نمود و بعد چندی از مرشد قلی خان جُدا شُده در ظلال مرحمت نواب آصفجاه خدیو کشور دکن مدتے روزگار گزرانید۔

چون مسلک او وارستگی و استغناست آخر الامر دست از مصاحبت نواب آصفجاه برداشته در حیدر آباد دکن گوشۂ انزوا گرفت و با یکی از سادات تفرش که از مدتی متوطن حیدر آباد اند وصلت نموده بتأهُل پرداخت۔

فقیر را اول در لشکر نواب آصفجاه سنه ستین ومآته والف (۱۱۶۰) با میر ملاقاتهاے مستوفی دست داد۔ بعد ازان در سنه خمس وستین ومآته والف (۱۱۶۵) ورود فقیر به حیدر آباد صورت بست و دید وا دید مکرر بعمل آمد۔

امروز میر بے نظیر زمان است و در طلاقت لسان وصنوف فضائل ممتاز اقران۔

صریر کلک اقدس سامعه می افروزد ؎

ظالم از عربده بارِ ستمِ خویش کشد — عقرب از کجروشی بر سرِ خود نیش کشد
نباشد خودنمائی مردمِ افتاده از پا را — که رنگینی نباشد سایه گلهاے رعنا را
عمر بهیچ مے رود رحم و جفاے یار کو — وصلِ سبک عنان چه شد هجرِ گران وقار کو
نرم شو کر سخت گیران کار صورت گیر نیست — خامۂ فولاد هرگز لائقِ تصویر نیست
رفته رفته ظلم گردون بیشتر از عدل شد — این کمان از بسکه بکجا ماند آخر خانه کرد
پرتوِ خورشید را آئینه سازد گرم تر — مهر کم را سینه صافیها فراوان مے کند

ریاضت و رجهادِ نفس باشد حربۂ مردان | خوش آن پہلو کہ ترکش بند نقشِ بوریا گردد
سخت رویان فارغ انداز کاوشِ اہلِ جہان | در زمینِ سخت رسمِ کندنِ بنیاد نیست
دولتِ بے رنگان سرمایۂ سنگین دلی ست | خاک چون یاقوت گردد سنگ خارا می شود
تا چند بار خاطرِ دلہا توان شدن | یک چند گر بہ سیر گلستانم آرزو ست

(۱۰۲) حزین۔ شیخ محمد علی،

سلسلۂ نسبش بہژده واسطہ بہ شیخ زاہد گیلانی مرشد شیخ صفی الدین اردبیلی جد سلاطین صفویہ می پیوندد۔

و مولد و منشأ شیخ اصفہان است۔ چون نادر شاہ بر ممالک ایران استیلا یافت و امنی کہ در عہد سلاطین صفویہ بود برہم خورد۔ شیخ رخت سفر بہ دیار ہند کشید و در سنہ سبع و اربعین و مأتہ والف (۱۱۴۷) از راہ دریا بہ بندر تتہ رسید۔ و از طریق سیوستان و خدا آباد وارد بلدہ بھکر گشت۔

اتفاقاً دران ایام عطف عنان فقیر از سندہ بجانب ہند واقع شد و در بلدۂ بھکر با شیخ ملاقاتہا دست داد۔ جامع علوم عقلی و نقلی است و در نظم و نثر مرتبۂ بلند دارد۔

آخر از راہ ملتان و لاہور متوجہ دار الخلافہ دہلی شد۔ و قریب چہاردہ[۱۴] سال درین شہر بعنوان انزوا اقامت گزید۔

و در سنہ احدی و ستین و مأتہ والف (۱۱۶۱) از شاہجہان آباد بر آمدہ چندی در اکبر آباد وقفہ کرد و از انجا بہ شہر بنارس شتافت۔ و بعد چندے ازانجا بہ عظیم آباد پٹنہ رفت

در بھکر جزوے از اشعار طبع ادبہ دستخط خود تواضع فقیر نمود۔ و اکنون دیوان

شیخ بخط خودش شخصی نزد فقیر آورد۔ فرصت انتخاب نہ شد۔

این چند بیت از نتائج طبعش کفایہ است ؎

شمع را شعلہ مسلسل ز دل آید بیرون　　آہ دل سوختہ کان متصل آید بیرون

باشد بہ چمن ہر رگِ گل دامِ ہوسہا　　رشک است بآزادیِ مرغانِ قفسہا

پیش از ظہور جلوۂ جانا نہ سوختیم　　آتش بسنگ بود کہ ما خانہ سوختیم

ای وای بر اسیری کز یاد رفتہ باشد　　در دام ماندہ باشد صیاد رفتہ باشد

شادم کہ از رقیبان دامن فشان گزشتی　　گو مشتِ خاکِ ما ہم بر باد رفتہ باشد

دلم ز وعدہ بر آتش فگندی و رفتی　　بیا کہ سوختنِ این کباب نزدیک است

(۱۰۳) متین ۔ میرزا عبد الرضا صفاہانی

از صاحب طبعان حال و نکتہ سنجان بلند مقال است۔ سلسلۂ نسبش بہ مالک اشتر رضی اللہ تعالیٰ عنہ منتہی مے شود۔

مولد و منشأ او اصفہان است۔ مدتہاست کہ بسیر ہند تشریف آوردہ اول با نواب برہان الملک سعادت علی خان نیشاپوری ناظم صوبۂ اودھ۔ قرین اعتبار بسر مے برد۔ و بعد انتقال برہان الملک رفاقت نواب ابو المنصور خان صفدر جنگ برگزیدہ۔

فقیر در بلدۂ لکھنؤ او را دیدم چنانچہ در ترجمۂ سید جعفر روحی تحریر یافت۔ مردی درویش سیرت فانی مشرب است۔ خلق و شگفتگی بمرتبۂ کمال دارد۔ و صحبت او ہمنشینان را سرمایۂ سرور مے افزاید۔

صاحب دیوان است اما اشعار ایشان بفقیر کم رسیدہ۔ رباعی

نو خطِ چہرہ نیاز است مرا　　در ہر سرِ موی خویش ناز است مرا

صد بار چو پرگردسرش مے گردم   یک دورۂ تسبیح نماز است مرا

(۱۰۴) آرزو سراج الدین علی خان اکبر آبادی

از شعراء حال۔ و تازہ گویان خوش خیال است۔ قریب پنجاہ[۵۰] سال است کہ درگلستان سخن عندلیبی می کند و بدستیاری ثعبان قلم بازار سحر آفرینان می شکند۔ فقیر در حین تالیف این کتاب دوستی نامہ مشتمل طلب ترجمہ بقلم آورد۔ مشارٌالیہ بمنطوق وَ اِذَا حُیِّیتُم بِتَحِیَّۃٍ فَحَیُّوا بِاَحْسَنَ مِنْھَا عمل نمود۔ و مکرر بہ تحریر جواب و ارسال احوال و اشعار خود مسرور ساخت و قلمی نمود کہ :-

"فقیر بخدمت میر عبدالجلیل مرحوم بلگرامی مکرر مستفید شدہ و صحبتِ شعر اتفاق "افتاد۔ حالا بادۂ ارتباط دو آتشہ شد و گل دوستی رعنا گشت"

نسب آرزو از جانب پدر بہ شیخ کمال الدین خواہرزادۂ شیخ نصیر الدین محمود نَوَّرَ اللّٰہُ ضَرِیحَہٗ و از جہت مادر بہ شیخ محمد غوث گوالیاری شطاری عطاری رَوَّحَ اللّٰہُ رُوحَہٗ منتہی می شود۔

و نسب شیخ محمد غوث بہ شیخ فرید الدین عطار نیشاپوری عَطَّرَ ضَرِیحَہٗ مے پیوندد و لہذا ایشان را عطاری گویند۔

ولادت شیخ سراج الدین در منتہای مائۃ حادیۃ عشر (۱۱۰۰) واقع شد۔ از بدو شعور بہ تحصیل علوم رسمیہ پرداختہ۔ و در سن چہاردہ سالگی خود را بہ سخن مشغول ساختہ۔ و تا بیست و چہار سالگی کتب متداولۂ درسی در خدمت فضلاء عصر گزرانیدہ در فنون فراوان استعداد بلند بہم رسانیدہ۔ سپس در سلک منصبداران پادشاہی در آمد۔

و در اوائل سلطنت محمد فرخ سیر بخدمتے از خدمات گوالیار مامور گردید و در

سنه اثنتین وثلثین ومائة والف (۱۱۳۲) به دار الخلافه شاهجهان آمد وازان وقت تا زمانِ حال درین شهر بسر می برد - وهنگامهٔ سخنوری گرم دارد

صاحب فراوان تصانیف است مثل رساله "موهبتِ عظمیٰ" درفن معانی ورساله "عطیه کبریٰ" درفن بیان - هردو بزبان فارسی بطریق "مفتاح" و "تلخیص" که سابق کسی برین منوال ننوشته - وفرهنگ "سراج اللغة" بطور برهان قاطع و "چراغ هدایت" دربیان لغات واصطلاحات شعراء جدید که درکتب سالفه نیست و "نوادر الالفاظ" مشتملہ لغات هندیه که فارسی وعربی آن در هند غیر مشهور است - و "شرح سکندرنامه" و "شرح قصائد عرفی" و "سراج منیر" اجوبهٔ اعتراضاتِ ابو البرکات منیر براشعار عرفی وغیره ونسخهٔ "دادسخن" شرح قصیدهٔ ابوالبرکات منیر که دراعتراضاتِ شیدا برقصیدهٔ قدسی محاکمه نموده - وشرح گلستان مسمی به "خیابان" وتذکرهٔ اکثر شعراء متقدم ومتاخر که درین ایام بتحریر آن اشتغال دارد و کلیات او نظماً ونثراً قریب سی هزار بیت است

وبعد ازانکه خط مشارٌ الیه چهرهٔ وصول نمود مختصر دیوانش شخصے تازه از شاهجهان آباد آورد وابن ابیات ازانجا سمت تحریر یافت ؎

مگو که چارهٔ دل از سبو نمے آید | کدام کار که از دستِ او نمے آید

چند چشمِ دوستی زین ساده لوحان داشتن | چشم حفظ الغیب از آئینه نتوان داشتن

درهوای آن پری رو چشم من پرواز کرد | طفل بازی کوش اشکم را کبوتر باز کرد

می کنند دعا | بنگین راست خدا | در طریق | کجیئے نیست

خوب اگر فهمد کسے تصویر عنقائیم ما | محض معدومیم و در عالم هویدائیم ما

سپرد بسته بدستِ تو روزگار مرا | نماند، همچو حنا هیچ اختیار مرا

تماشِ حسن به بیند که چشم بلبل شد | چو شبنم آبله پیدا بروی آن گل شد

اگر از ناز بتان اذن تماشا گیرند   از کف آئینه گذارند و دلِ ما گیرند

دفعِ غفلت زندگی افزای انسان می شود   عمر از شب زنده داریها دو چندان می شود

گلرخان تنگ دلم خاطرِ من شاد کنید   چون شود بندِ قبا باز مرا یاد کنید

دلبران باهم آشنا مشوید   مبتلائیم ما شما مشوید

بنوش خونِ دلِ من که خوش نمک دارد   شراب میکده ام لذت گزک دارد

می کند ناز خطِ او نه دمید است هنوز   بیدماغ است که نبگش نرسید است هنوز

عرض بے طاقتی خود بچه انداز دهم   بشکنم شیشهٔ دل تا بتو آواز دهم

وحشت آموزِ غزالانم من   شهر استاد بیابانم من

به بزم می پرستان خودنمائی شیخ کمتر کن   بسانِ شمله اسبابِ معیشت را بسر کن

شنیدم از رهِ دور آمد آن شوخِ فریبنده   شود ای کاش شمعِ محفلِ من ماه آینده

ندارد یاد ایامِ جدائی چشمِ مستِ او   حسابی نیست در پیشِ فرنگی سال هجرت را

فریب خوش لبران خوردن آرزو رسم است   ز روی تجربه گفت این چنین پدر ما را

شکسته پا بنشین آرزو بگوشهٔ صبر   که شاه مملکتِ فقر چون تمرلنگ است

هر که خود تربیتِ خود نکند حیوان است   آدم آنست که او را پدر و مادر نیست

تغافل این همه رسم کجاست جان کسی   بخلف وعده دلم نیز شرمسار تو نیست

گرفت آن مهِ هندی مهِ دگر دربر   دگر مپرسِ حکایت که چند در چند است

گر مصحفِ عذار تو افتد بدست من   ختمِ نبی بشوق بیک بوسه کردن آست

نیست خالی از تناسب عضو عضو آن پری   ساق سیمین دستهٔ آئینهٔ زانوی اوست

چنین که منع ز سرگوشی خود دم کردی   بخاطرِ تو ندانم چه احتمال گذشت

می دوانند آسمان را بهرِ کارِ خاکیان   از بزرگیها بود گر بے وقارم کرده اند

خجالت می کشم بسیار از روی وفای خود   تو گاهی کرده باشی یادِ من یادم نمے آید

حسود پست شد آنجا که بیت خود خواندم | چنانکه بر سر کس خانهٔ فرود آید
نمی فهمم زبانِ ترکی چشم سخن گویت | اشارتهای ابرو شاید اینجا ترجمان باشد
نقش در عالم نشاند آنکه سود عمر او | همچو خوش خط مهر کن در نیکنامی صرف شد
دیده باشی گلِ شبنم آلود | گریه را هم دلِ خوش می آید
آرزو بیجاست سعیت در تمنائے وصال | عالمے گر جان دہد آن شوخ کی تن میدہد
کم بود از شوق خالی حسنِ موزونِ بتان | سرو این باغ است دارِ عشق پیچان بیشتر
لیکن دل ما آخر از ان شوخ کشیدی | ای آینہ ما قدر تو نشناختہ بودیم
پامال کرد خونِ منِ تیرہ روز را | زانو سیہ سمند سواری کہ دیدہ ام
نصیب اہل کمال است از جہان تعذیب | کہ در شکنجہ فتد چون شود کتاب تمام
ربود از دلِ عشاق بیحضوری را | غبار خط تو خاک شفاست پنداری
زنّار و قشقۂ ما بے سبحۂ نباشد | چون شمع جمع کردیم رندی و پارسائی
خطاست اخذ معانی ز فکر ہم طرحان | زمینِ شعر کجا حقِ شفعہ داشتہ است
شود چو بازوِ من ناز بالشِ خوابت | تو خود بگو کہ مرا آن زمان چہ باید کرد
واجب القتلی نخواہد بود زینسان در جہان | خونِ عاشق نیز چون شنجرف باشد کشتنی
آرزو اطفال را ہم ہست افیونی ضرور | حیف آن عاقل کہ ماند زندہ بے کیفیتے
ہرچند از وئیم و لیکن ہمہ او ئیم | مانندۂ فیلے کہ تراشیدہ زعاج است
آن دو گیسوے سیہ بر ردی رخشان آرزو | شعر ہندی بودہ است از میرزا روشن ضمیر

پوشیدہ نماند کہ بعد تمام سرو آزاد- سراج الدین علی خان آرزو از شاہجہان آباد برخاستہ رخت سفر بہ دیار شرقی کشید- و در بلدۂ لکھنو آمد- و بوساطت اسحق خان با نواب صفدر جنگ ناظم صوبہ اودھ برخورد و بلطف اختصاص یافت و چون نواب صفدر جنگ ہفدہم ذی الحجہ سنہ سبع و ستین و مائۃ

والف (۱۱۶۷) درگذشت- آرزو با شجاع الدوله خلف نواب مذکور که قائم مقام پدر شد بسر مے برد- و در جمادی الاُخری سنه تسع وستین ومائته والف (۱۱۶۹) در بلدۀ لکھنؤ فوت کرد- و در ہمین شہر مدفون گردید

مؤلف کتاب گوید ؎

سراج الدین علی خان نادرِ عصر — زمرگِ او سخن را آبرو رفت
اگر جوید کسے سال وفاتش — بگو- آن جانِ معنی آرزو رفت ۱۱۶۹ھ

(۱۰۵) مظہر- میرزا جانجان سلمہ اللّٰہ تعالےٰ

مظہر فیض الٰہی است- و مشرق صبح آگاہی- شاہ مسند فقر و فنا- و مقیم آستان توکل و استغنا-

نام والد ماجد او میرزا جان است ازینجا وجہ تسمیۂ او توان دریافت اما نام وتخلص او گویا عنایتِ ترجمان اسرار قیومی مولانای رومی است کہ پانصد سال پیش ازین در دفتر ششم مثنوی ارشاد فرمودہ و کرامتے نمایان بحضار انجمن استقبال وا نمودہ یعنی ؎

جان اول مظہرِ درگاہ شد — جانجان خود مظہرِ اللہ شد

لیکن نام او بر السنہ میرزا جانجانان جاری شدہ- این اسم ہم معنی بلند دارد فقیر را با میرزا ملاقات صوری صورت نہ بستہ اما غائبانہ اخلاص کامل است وہمیشہ بہ آمد و رفت مراسلات خط ہمکلامی حاصل-

میرزا جامع فقر و فضیلت و سخن گستری است- و بہ اقتضای اسم خود روح الروح معنی پروری- نوعروس مقال را بمشاطگی ذہنش طرز تازہ- و تصویر خیال را بتر دستی فکرش حسن بے اندازہ- شعلۂ آوازش آتش زنِ خرمنہا- و شوخی اندازش شور

افگن انجمنها۔

فقیر در اثناء تحریر این کتاب تکلیف ترجمہ کرد۔ میرزا ترجمہ خود و اشعار آبدار بہ تحریر در آورد۔ و متاع نفیس از انفاس خود ہدیۂ دوستان ساخت نسخۂ ترجمہ این است

"فقیر جانجان متخلص بہ مظہر پسر میرزا جان جانی تخلص۔ علوی نسب۔ ہندی مولد حنفی مذہب

"نقشبندی مشرب است۔ در عشرۂ اولی مائۃ ثانیہ بعد الف ولادتش اتفاق افتاد۔ نشو و نمائے

"ظاہری در بلدۂ اکبر آباد یافتہ۔ تربیت باطنیش در محروسہ شاہجہان آباد از جناب حضرت سید محمد

"بداونی نقشبندی مجددی واقع شد سلسلۂ نسبش بہ بیست و ہشت واسطہ بتوسط محمد بن حنفیہ

"بہ شیر بیشۂ کبریا علی مرتضی کرم اللہ وجہہ منتہی می شود۔

"جد اعلای او امیر کمال الدین در اوائل مائۃ تاسعہ از خطۂ طائف بجذب قسمت بحدود

"ترکستان رخت اقامت انداخت۔ و بفرمان روائی بعضی از ان ممالک عمر گزرانیدہ۔ اولاد

"کثیر بہم رسانید از انہا امیر مجنون و امیر بابا در حین فتح ہندوستان کہ بر دست ہمایون

"پادشاہ اتفاق افتاد۔ درین مملکت وارد شدند۔ از ان باز خدمت و رفاقت سلاطین گورگانیہ

"شعار مردم این خاندان بود

"میرزا جان مذکور کہ در ششم مرتبہ از امیر بابا و در درجۂ دوازدہم از امیر کمال الدین مسطور

"واقع است بعہد عالمگیر پادشاہ علیہ الرحمۃ بعالی منصب ترک دنیا سرافراز گردید۔

"و این خاکسار از بدو طفلی ہوای مال و جاہش در سر نہ پیچید۔ بعد تحصیل ضروریات این مشت

"غبار خود را بدامن دولت از خود رفتگان بستہ بامید آنکہ چشمی در عالم دیگر باز کند۔ چون نقش قدم

"بر در ایشان نشستہ است۔ از بس دماغش ضعف قوی دارد۔ تاب تدبیر اسباب نمی آرد تجرید و تفرید

"اختیار کردہ نان برخوان دونان نخوردہ۔ و چون گل عمر خود را بیک خرقہ بسر بردہ تحریک شور عشقی

"کہ نمک خمیر اوست گاہ لبی بفریاد وا می کند۔ چون نالہ اش موزون واقع مے شود احباب از راہ جوہر

"شناسی بہ میزان اشعارش می سنجند۔ وگرنہ او را از غایت انصاف نظر بہ بے سرمایگی خود دکانی بر

و سخن نچیده - زیاده برین نیست که نظر بزرگان یافته حسن قبولی بهم رسانیده است - او سبحانه حسن خاتمه هم نصیب کند

"و من اشعاره

باغبان رو بمن آور که ثنا خوانِ تو ام | چون صبا بادِ فروشِ گل و ریحانِ تو ام
همچو سیلاب روم گریه کنان جانبِ دشت | من که جاروب کشِ گورِ غریبانِ تو ام
طرفه شمعی تو که چون صورتِ فانوس خیال | متصل گرد تو می گردم و حیرانِ تو ام
خوب گفتی غزلِ مرثیهٔ من مظهر | جان ندارم که دهم کشتهٔ احسانِ تو ام

آنکه روز و شب بلاگردانِ دیدار خود است | داغ همچون آفتاب از دستِ رخسار خود است
پشت پائی برحنا زد سرمه را در خاک ریخت | از پیِ آزار من ناحق در آزارِ خود است

خدایا آتشِ سودا ز سر تا پای من گیرد | اگر عریانیم چون شمع نارم پیرهن گیرد
هنر در کار باشد عشق را چون پا بسنگ آمد | درین ره تیشهٔ باید که دستِ کوهکن گیرد
ازان پیراهنِ خود چاک می سازم که می ترسم | گریبانم بمحشر آید و دامانِ من گیرد
ازین عالم مجرد می روم چون بوی گل مظهر | که ترسم حق عریانی گریبانِ کفن گیرد

نسب و رست کند گر بها به زاریِ ما | همین بس است پس از مرگ خیر جاریِ ما

کاهید دخلهای سخن گر چه تن مرا | بالید چون نگین مُثبّت سخن مرا

مرا کشت است و باز این مرگ با من سرگران دارد | ترا بر نعش من چون دید گفت این مرده جان دارد

سوز دل از بدن مویم نمایان کرده اند | این جفا جویان مرا سرو چراغان کرده اند

سحر عیدِ گل و عاشور بلبل در چمن دیدم | برنگ آمیز گردون چون سحر بسیار خندیدم

نیاز مشهد پروانه شمع خواهم بُرد | اگر وصالِ تو این بار رو نمود مرا

مبادا بلبل دیگر پس از من آشیان بندد | توان آویخت از شاخ بلندی استخوانم را

چشم بر چشم چو اُفتاد گرفتاریها ست | حلقه بر حلقه چو افزود دگر زنجیر است

عکس رنگِ پان نمایان است از پشتِ لبت | این بدخشی از کجا در سبزوار اُفتاده است

ہیچ کس برجامہ زیبان قتلِ من ثابت نکرد | گرچہ خونم چون سجاف سرخ دامن گیر بود
ندا شت ہستیِ من تا عدم سرِ مو فرق | کمر تو بستی و من مفت از میان رفتم
مبین آئینہ گردی زخمی تیغ نگاہِ خود | ضرور است ای پسر از رجعتِ سیفی حذر کردن
جز تو در دیدۂ من کس نگذارد قدمے | شہرہ دارد کہ درین خانہ پری مے باشد
بنان اگرچہ ندانند قدر مظہرِ ما | خدا گواہ کہ دیوانہ سخت مغتنم است

(۱۰۶) درد مند۔ فقیہ صاحب

از نجباء اودگیر است۔ و شعراء خوش تقریر۔

اودگیر شہری است از توابع **محمد آباد بیدر**۔ مرقد منور شیخ صدر الدین قدس سرہٗ کہ از مشاہیر اولیاء **دکن** است درین شہر واقع شدہ۔ راقم الحروف مکرر بزیارت مزار فائض الانوار سعادت اندوختہ۔

مولدِ فقیہ صاحب **اودگیر** است۔ در صغر سن ہمراہ والدِ خود مطابق سنہ ست و ثلثین و مأتہ والف (۱۱۳۶) از **دکن** بہ دار الخلافہ **شاہجہان آباد** رسید۔ و در ظلّ عاطفت **شاہ ولی اللہ** نبیرۂ **شاہ گل** متخلص بہ وحدت سہرندی قدس اللہ اسرارہما جا گرفت۔ و بہ تہذیب اخلاق و تحصیل حیثیات مشغول گردید۔ بعد چندی والد او رخت زندگانی بربست۔ میرزا جانجان مظہر سلّمہ اللہ تعالیٰ اورا در سایۂ شفقت خود گرفت و بہ یمن عنایت و تربیت ایشان مجموعۂ کمالات شد و در فن سخن رتبۂ شایستہ بہم رسانید و میرزا درحق او گوید ے

منظہر مباش غافل از احوالِ درد مند | لعلیست اینکہ در گرہ روزگار نیست

شعر فارسی و ریختہ ہر دو خوب می گوید۔ ساقی نامہ ریختہ او مشہور است کہ مقبول طبائع گردیدہ۔

فیمابین فقیر و مشارٌ الیہ غائبانہ اخلاص وافی است و ہمیشہ طریق مراسلات مسلوک

درین ایام بہ تقریبی از شاہجہان آباد بسمت بنگالہ رفتہ و نزد ناظمِ بنگالہ بہ جمعیت

مے گزراند

اشعار او بہ فقیر کم رسیدہ - چند بیت پیش ازین بر پشت خطی نوشتہ بود ازان است ؎

بزخم خویش ازان کوہکن نمک ریز است ‌ ‌ ‌ کہ شور خندۂ شیرین بکام پرویز است

در کوی میفروش نماند آبرو مرا ‌ ‌ ‌ لب تشنگی فروخت بدستِ سبو مرا

جان بیکسانہ دادم و شادم کہ عمرہا ‌ ‌ ‌ بوداست برمرادِ تو مرگ آرزو مرا

رباعی

از فیض تو ای شافعِ روزِ محشر ‌ ‌ ‌ ہر روز بود عید غدیرِ دیگر

چون جام بود چشم امیدم در حشر ‌ ‌ ‌ بر دست تو ای ساقیِ حوضِ کوثر

رباعی

یکچند عتاب و ناز ظاہر کردی ‌ ‌ ‌ دین عمر دو روزہ بار خاطر کردی

بعد از مردن رہت بخاکم اُفتاد ‌ ‌ ‌ اول بایست آنچہ آخر کردی

(۱۰۷) شاعر- گل محمد معنی یاب خان

از مردم سرکار محمد شاہ پادشاہ است - بعنایت شاہی ممتاز بود - و بہ خطاب معنی یاب خان سرفراز - نسبت تلمذ بخدمت میرزا بیدل درست کردہ - و در تلامذۂ میرزا فائق برآمدہ - امروز منتخب شعراء شاہجہان آباد است و قلمرو معنی یابی بمیامن نظم و نسق او آباد -

گلدستۂ خیالات رنگین چنین می بندد ؎

بگلشن چشم شہلایش چو می آشام مے گردد ‌ ‌ ‌ دُکانِ حسنِ خوبان تختہ چون بادام مے گردد

اگرچہ داخلِ بزمم ولے نیم داخل   جدا ز صحبتِ ہم ہمچو شاخ پیوندم

(۱۰۸) عزلت میر عبد الولی

بن سید سعد اللہ سلونی سورتی کہ ترجمہ اش در فصل ثانی از دفتر اول گذارش یافت از مستعدان وقت است۔ کتب درسی نزد پدر والا گہر خوانده۔ و در معقولات حیثیتی خوب بہم رسانده۔

فقیر را بعد مراجعت از سفر بیت اللہ در بندر **سورت** ملاقات او اتفاق افتاد خوش صحبت است۔ موسیقی ہندی خوب می داند۔

مشارٌ الیہ را اشتیاق سیر **شاہجہان آباد** در حرکت آورد۔ و از بندر **سورت** روانہ شده۔ بعد از طی عرض راه بیستم جمادی الاولی سنہ اربع وستین ومائۃ والف (۱۱۶۴) داخل آن بلدۂ فاخره شد۔ وتا وقت تحریر۔ ہمان جاست

منتخبی از دیوان خود برای مطالعہ فقیر در بندر **سورت** فرستاده بود این چند بیت ازانجا فراگرفتہ شد ؎

نشود مرد کسی کوه گر از جا بر داشت   رستم است آنکہ دلِ دوست ز دنیا برداشت

بہ گرمجوشیِ یارانِ عصر تکیہ مکن   کہ چون معانقۂ عید اعتمادی نیست

دوستان از دوستان محروم ودشمن کامیاب   چیده مقراض ازنہالِ شمع گل پروانہ سوخت

دلم افسرده خواہد ماند یا وا می شود روزے   ندانم غنچہ ام در دستِ گلچین یا صبا افتد

خدا نا کرده گر صیاد از دامم رہا سازد   اسیرِ حلقۂ بر گرد سر گردیدنش گردم

سر برنداشت نگہتِ گلشن ز شرم او   بوی گلے نبود کہ پا در حنا نداشت

(۱۰۹) جرأت[۱] - میر محمد ہاشم

مخاطب بہ **موسوی خان** کہ خطابش ببداہت نظر اصل ونسب نشان می دہد در

[۱] مآثر الامرا جلد سوم صفحہ ۱۱۹۔

سنہ ثمان وثمانین والف (۱۰۸۸) در نزہتکدہ عالم ناسوت خرامید وہلال استعدادش درسنہ چہاردہ سالگی بہ استفاضۂ انوار تربیت والد ماجدش بعروج بدرکامل رسید۔

سلسلۂ نسبش بہ بیست واسطہ بہ سابع ائمہ ہدی علیہ التحیۃ والثنا منتہی می شود جدش سید علی بہ اقتضاء آبخور داز خطۂ گیلان بہ دیار ہند وارد شد پدرش میر محمد شفیع بن سید علی از فنون فضل وکمال آگہی داشت۔ ودر خجستہ بنیاد اورنگ آباد رنگ توطن ریخت۔

موسوی خان نخست دامنِ دولت امیر الامرا سید حسین علی خان گرفت و بہ قلعہ داری دھارور امتیاز یافت۔ وچون امیر الامرا در سنہ احدی وثلثین ومائۃ والف (۱۱۳۱) از دکن جانب ہند حرکت کرد۔ موسوی خان در رکاب امیر الامرا بسیر ہند شتافت۔ وصحبت اکثرے از صاحب کمالان آنجا مثل میرزا بیدل و میر عبدالجلیل بلگرامی دریافت۔ مے فرماید:۔

"ہمیشہ در دکن از زبان امیر الامرا اوصاف کمال میر عبدالجلیل سامعہ افروز بود۔ چون ملاقات واقع شد عجب نسخہ جامعی یافتم۔"

بعد از برہم خوردن طبقۂ سادات از سن سی سالگی تا منتہای سِن انحطاط در نزہتکدۂ ظل نواب آصفجاہ طاب ثراہ اوقات زندگانی را صرف گلگشت بہشت برین نمود۔ وبمنصب دوہزار ویانصدی وخدمت دار الانشا سرافرازی داشت۔

وبعد رحلت نواب آصفجاہ وتمکنِ نواب نظام الدولہ شہید بر مسندِ ریاستِ دکن خدمت انشاء سرکار والاہم بر موسوی خان قرار یافت۔ الحال نیز نزد رئیس دکن قیام دارد۔ وبہ عہدۂ انشاء ومنصب چہار ہزاری وخطاب معز الدولہ فرق امتیاز می افرازد۔

فقیر را بعد ورود ممالک دکن با خان مذکور مجالس مستوفی اتفاق اُفتاد۔ نسیم گفتگویش

گره کشای غنچهٔ دلهاست - وگلریزی تقریرش رنگ افروز چهرهٔ مدعا -

این چند بیت از دیوانش فرا گرفته شد ؎

پاس دل گرمی توانی داشتن سلطان می شوی — این نگین را گر بدست آری سلیمان می شوی

نه بهر آنکه منزل دور و پا لنگ است می نالم — دلم را چون جرس جای طپش تنگ است می نالم

در دیده ام خیال رُخ خوب یار ماند — این نقش بر جریدهٔ لیل و نهار ماند

فارغ از هر دو جهان بندهٔ احسان توام — سرو آزادم و پابند گلستان توام

بسملم کردی و پر سے طپم آزرده مشو — می کنم رقص که در ذیل شهیدان توام

بے بهار خلق شهرت با هنر دمساز نیست — نکهت گل بے شگفتن قابل پرواز نیست

منتهای کار عاشق از بدایت روشن است — شمع را آئینهٔ انجام جز آغاز نیست

شد صرف سوز عشق بیانی که یافتم — مانند شمع سوختت زبانی که یافتم

منظور از نظارهٔ حسنت شهادت است — از قتل بدتر است امانی که یافتم

راز جانان نیز معشوق است باید پاس داشت — بهر این لیلی نباشد بهتر از دل محملی

لذت همه در مناسبتهاست — از شیر دل شکر کشاید

هوس زخم بمهتاب تجلی دارم — کاش عریانی من رنگ کتانی می داشت

توان خدنگ نگاهی بسوی ما افگند — هنوز با تن مجروح نیم جانی هست

آمد اندیشهٔ دُنیا بطلبگاری دل — گفتم آن شیفتهٔ بےسر و پا حاضر نیست

بخاک میکده رندان مست محترم اند — سبوی می چو مرا دید دست بر سر شد

تا در فتند از پی روزی بیکدگر — صف بسته اهل حرص چو دندان نشسته اند

(۱۱۰) رسا - جان میرزا

مخاطب به میرزا خان الحسینی است موطن آبایش همدان - و نسبش به میر

سید علی ہمدانی رحمہ اللہ می رسد۔

از اجدادش میر شاہ طاہر در عہد اکبر بادشاہ وارد سواد اعظم ہندوستان گردید وقبول تمام یافت۔ و پس از چندگاہ متوجہ گلگشت دکن گشت سلاطین عصر مقدمش را گرامی داشتہ بآئین ارباب عقیدت احترام مالاکلام بعمل می آوردند۔ پس ازان اخلافش در گجرات احمد آباد توطن اختیار نمودہ مرجع اہل فضل و کمال بودند۔ و بہ سنت سنیۂ مشائخ عمل می کردند۔ و از چند قریہ کہ اکبر بادشاہ بطریق سیورغال مقرر کردہ بود صرف مایحتاج می نمودند

والدش سید میر خان در زمان خلد مکان خود را در سلک ارباب مناصب منتظم ساخت و بخدمات عمدہ ممتاز بود و از علوم آگاہی داشت۔

مولد میرزا خان۔ حیدرآباد است نشو و نما در لشکر نواب آصفجاہ یافتہ و از مجلسیان خاص نواب بود۔ و در اواخر عہد آصفجاہ بخدمت انشاء سرکار والا قیام داشت۔ و در رکاب نواب سیر شاہجہان آباد کرد۔ وصحبت شعراء آنجا دریافت۔ بسیار خوش خلق۔ رنگین صحبت است۔ و جامۂ میرزائیت بر قامتِ او دوختہ اند۔

فقیر را در دکن یکجہتی فراوان با او صورت بست۔

این چند بیت از بیاضش درین سواد نقش می بندد ؎

خود را ز تنگیِ قفس آزاد می کنم ‏ ‏ این مشت پر تواضعِ صیّاد می کنم

در سراپردۂ دل ہر نفس آوازی ہست ‏ ‏ کہ درین خانہ نہان خانہ براندازی ہست

ز رسم اگر بہ بزمش ز ہجوم نارسائی ‏ ‏ بخیال آستانش من و مشق جبہہ سائی

کہ برد پیام ما را بحریم خوش نگاہان ‏ ‏ رقمی نمودہ آہم دو سہ مصرعِ ہوائی

رحم کن ای باغبان گلدستہ پیشِ من بیار ‏ ‏ مجمعِ یارانِ رنگین یاد می آید مرا

به گلشنِ دلِ پر داغ سیرها دارم | معاشران چمن انتظارِ من مبرید
نمی توان به فلک طرح اختلاط انداخت | مرا ز صحبتِ این سفله ننگ مے آید
خو بغربت کرده را دربیکسی هم عالمی است | بلبلِ ما در قفس کم مے کند یادِ وطن

(۱۱۱) ایجاد۔میرزا علی نقی

از قوم قاچار است۔مولد پدرش نقدعلی خان۔همدان۔وبا شیخ علیخان وزیر شاه سلیمان صفوی قرابت قریبه داشت۔نقدعلی خان از ولایت خود بگلگشت هند شتافت۔ودر عهد آصف جاه مُدتها بدیوانی پادشاہے بلده حیدرآباد سرافراز بود۔وباین علاقه پای توطن درحیدرآباد افشرده۔

محل ایجاد میرزا علی نقی ایجاد دارالسرور برهان پور است۔بمصاحبت نواب آصفجاه رسید و فراوان اختصاص بهم رسانید۔وبعد فوت پدر در سنه اربع و ستین و مائة والف (۱۱۶۴) بخطاب موروثی نقدعلی خان و خدمت دیوانی حیدرآباد نقد امتیاز بدست آورد۔

اول مرتبه در اورنگ آباد دار دفقیر خانه شد و بعد ازان در لشکر نواب نظام الدوله شهید و درحیدرآباد مجالس متوالی اتفاق اُفتاد۔جوهر قابلیت سرمایۂ اوست۔وزیور تهذیب اخلاق پیرایۂ او۔

این چند بیت از دیوانش به تحریر مے آید ؎

بدست یار سپردند اختیار مرا | توان ز رنگ حنا یافت رنگ کار مرا
یار آمد و دمی نه نشست و شتاب رفت | عمر عزیز حیف به این اضطراب رفت
ای مصوّر از لباسِ یار دامانش بکش | بر قیم دست گریبان گریبانش بکش
دلم تو بُردی و من انتظارها دارم | بیا به پهلوے من با تو کارها دارم

پرسند هرچه از تو بگفتن شتاب کن — خود را مثال آینه حاضر جواب کن

خطاست اینکه بگویم به جبهه چین داری — خدا نکرده مگر در گره همین داری

خطِ پشتِ لب وحرفِ تو در دل کرد تاثیری — بقربانت روم ظالم چه تحریری چه تقریری

گفتهٔ دل شکنان به که فراموش کنی — این گهر یمن ندارد که تو در گوش کنی

گیرم که در کفم همه رنگِ حنا شوی — آخر تو رفتهٔ رفته ز من بیوفا شوی

بروی مشهدِ پروانه شمع را دیدم — که چادری ز گُل داغ میکشد امشب

بی خورده دلِ لاله برد داغ ز گلشن — آرام متاعی ست که بی زر نتوان یافت

بالیده بود پر بخود آخر خراب شد — چشم حباب کور شود این سزای اوست

راست می گوید اگر سرو که همدوشِ توام — به سرِ دعویِ خود مصحفِ گل بردارد

دلم از تست میخواهی ببر من پیشکش کردم — بهر صورت ترا آئینه در کار است می دانم

اول ابروی تو دیدیم ز معمورهٔ حُسن — ما درین شهر مبارک شب ماه آمده ایم

دارد همیشه در بر پیراهنِ مُعطّر — مارا از گل خوش آمد این وضع میرزائی

(۱۱۲) افتخار۔ عبدالوہاب دولت آبادی

از خوش فکران این عصر است۔ در ایام تالیف این کتاب ترجمهٔ خود را باشارهٔ فقیر انشاء کرد۔ ونسبت به مؤلف کتاب تکلفی بکار برد۔ هرچند بسباط عذر گستر دم ناطقه را بمُهرِ ابرام بند ساخت۔

نسخهٔ ترجمهٔ این است:۔

"فقیر عبدالوہاب متخلص به افتخار از سادات بخاری الاصل است۔ بسلسلهٔ نسبش از طرفین به "مخدوم جهانیان بخاری قدس سره منتهی مے شود۔ مولد و منشا این نمود بے بود احمد نگر "دارالسلطنه سلاطین نظام شاهیه۔ چون از دواج فقیر با صبیهٔ سید مرتضےٰ خان بخاری حارس

"حصار شهر پناه دولت آباد اتفاق اُفتاد- باین تقریب طرح اقامت در قلعه دولت آباد
"ریخته شد- بعد از ان که حیثیت استفاضه بهم رسید از چشمه سار نکته سنجان بقدر زلالی برداشت
"و مشت خاک خود را بتقویت این آبحیات کامیاب عمر جاودانی ساخت- گویند شخصی این بیت
"تکرار می کرد ے

خدا ناکرده گر آید اجل پیش بامیدِ که بگذارم جنون را

"فرزندی داشت صاحب کمال گفت "بامید من" لله الحمد و المنه که جگر گوشگان اشعارم
"هر یکی بزبان حال ادا نمود که آن شخص بیک فرزند تسلی شد تو خود به عنایت ایزدی چندین
"نتائج ارجمند داری همه را از نظر مؤلف کتاب گزرانیدم و از زیور اصلاح محلی ساختم- سخن
"آفرین تعالی شانه این غریب زادها را بحسن قبول صاحب طبعان رساند و از سواد به بیاض
"بلند نظرتان جلوه گر گرداند ے

بود فیضانِ دیگر چشمهٔ دادِ الٰهی را زماهی قیمت افزون تر بود دندان ماهی را
چو سیرِ غنچه کردم اعتبارِ این چمن دیدم زند بر هم نسیمے منصبِ صاحب کلاهی را
غیرتِ افزای بهار است گلِ رخسارت شمع افروز تماشاست مهِ دیدارت
می کنی جلوه بصد رنگ چو آئی بخرام گردشِ خامهٔ نقاش بود رفتارت
ابرو که بود نازکشِ وسمه نخواهم چون پی بکمانی که دو کار است نچیم
بدوری هم ترا بر من نظرها هست می دانم که چشم دوربین نزدیک بیند دوردستان را
تا چشم باز کرد خدا دید دیده ور اول به بیند آینه آئینه ساز را
سازنده است سروقدش را زمین چشم تا دل دواند ریشه اگر یک زمان نشست
سنگین دل است آن بت و من آبگینه دل دل را بدل رهیست الٰهی تو خیر کن
ابروی دیگران نرسد ابروی ترا هر ماهِ نو مقدمهٔ عیش عید نیست
نگینم بندگیها هیچکس چون من نمی داند بنامی آشنای گردم و با سجده می سازم

او بزلف آنجا گره زد۔ شد دلم اینجا بد ام   می توان دادن سر انجامِ امور از راہ دوٗ

(۱۱۳) امداد۔ شیخ غلام حسین

ہاشمی النسب۔ قادری الطریقہ۔ برہان پوری المولد است۔ کُتب اوائل درسی تحصیل نمودہ۔ ونقش او با مشق سخن درست نشستہ۔ از و می آید ؎

از تو پنہان می کند آئینہ روی خویش را   ہر کسے منظور دارد آبروے خویش را

گل کند از باطنِ صاحبدلان بی قصد فیض   درگرہ بستن نداند غنچہ بوے خویش را

گر بصحرا نگہِ او چمن آرا گردد   شاخ آہو قلمِ نرگسِ شہلا گردد

صندلی رنگ بتی گر سرِ درمان دارد   درد ہم گردِ سرِ ما بہ تمنا گردد

رباعی

رونق دہِ تخت شرع شاہِ نجف است   روشن کنِ آفتاب ماہِ نجف است

شاہی خواہی وگر تو راہے طلبی   شاہ نجف است وشاہ راہِ نجف است

تا اینجا ذکر شعراء غیر بلگرام است واسامی کُتبی کہ ماخذِ این تالیف است بعضے جا در طی کتاب مسطور شد ومقصد استیعاب اشخاصی کہ در کتب ماخذ مذکور اند نیست مبدءِ فیاض کسی را کہ بر خاطر القا کرد بر زبانِ قلم گذشت۔ اکنون بہ تمہید شعراء بلگرام می پردازم وذکر این طائفہ را طراز دامنِ کتاب می سازم۔

تمہید شعراء بلگرام

برصیرفیان نقود اخبار ومبصران جواہر آثار ہوید است کہ چون ماہچۂ رایت اسلام برسواد ہند پرتو انداخت۔ وطلیعۂ غازیانِ کفر شکن کوس کَلِمَۃُ اللّٰہِ ہِیَ الْعُلْیَا نواخت۔ اقسام صاحب کمالان عرب وعجم باقامت این دیار پرداختند وعلوم ابو البشر آدم را علیہ السلام کہ از چندین ہزار سال مندرس شدہ بود تازہ ساختند۔ از انجملہ سخن موزون کہ از ان وقت تا زمانِ حال ماہرانِ این فن شورہا

برانگیخته اند - ورنگها از خامۂ بوقلمون ریخته - امّا در عهد قدیم این طائفه بیشتر در پای تخت سلاطین بوده اند و در اطراف و اکناف ملک کمتر توان یافت مثل ابوالفرج رونی و امیر خسرو و امیر حسن و شیخ جمالی که ہر سہ از شہر دہلی برخاسته اند وغیرہم رحمہم الله تعالیٰ و از عهد اکبر پادشاه سکۂ سخن را رواجی دیگر بہم رسید و اکثر امصار بوجود موزونان معمور گردید - از انجمله شهر بلگرام حَفِظَهَا اللّٰهُ عَنْ حَوَادِثِ الْاَیَّام

منِ سواد خوان نسخۂ نادانی کمترین یاران وطنم - و خادم صاحبان این انجمن اما باثبات مآثر این اعزّہ کرام بر صفحۂ روزگار حق عجیبے ثابت کرده ام و خدمت نمایانے بقدر طاقت بجا آورده - سیما طائفۂ شعراء قدیم و جدید که باصلاح سخن اینها پرداختم نملط کردم خود را از خدمت ایشان ممنون ساختم عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ تَعَالیٰ شَانُهٗ می داند که باعث اظهار این معنی نه برخود بالیدن است و دکان خود فروشی چیدن - بلکه از سرِ عجز و نیاز زبان به تحدّث عطیات الٰهی کشوده ام - ولب به تذکرِ عنایات شاہی واموده - فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ بِنِعْمَتِهٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ وَبِرَحْمَتِهٖ تَنَزَّلُ الْبَرَكَاتُ -

(۱۱۴) ضمیری شیخ نظام بلگرامی

از قدماشعراء این مقام - و نکته سنجان شیرین کلام است - محل سکونت او محله قاضی پوره در دامن بلندی -

پدرش اورا صغیرالسن گذاشته متوجه عالم قدس گردید عمش شیخ سلیمان که از نوکران باامتیاز درگاه اکبر پادشاه بود در حجر عاطفت تربیت کرد -

مشارٌ الیه بعد از تحصیل حیثیات مشق سخن پیش گرفته درین فن رشدی بہم رساند -

ومخدرات صنائع وبدائع را بیشتر بکرسی نشاند۔

هموارہ با اُمراء عهد بسر می برد و به اعزاز واکرام مخصوص بود۔ وایام زندگانی را به تجرد و تفرد گزرانید۔ آخرالامر در قصبۂ سفیدون از توابع دارالخلافه دهلی وارد شد و همانجا به گلگشت نزهتکدۂ آخرت خرامید۔ واین سانحه در سنه ثلث و الف (۱۰۰۳) واقع شد۔ **مبارک خان دهلوی** تاریخ وفاتش درین قطعه بضبط آورده ؎

مالکِ مُلکِ نظم شیخ نظام | شاعرِ نادر و فصیح کلام
در قصیده شُده ظهیر زمان | در غزل گشته خسروِ ایّام
بست رختِ بقا ز ملکِ فنا | کرد آهسته سوی خلد خرام
کردم اندیشه بهرِ تاریخش | خِردم گفت۔ آه آه نظام ۱۰۰۳

دیوانش قصیده وغزل و رباعی وصنائع شعری پانزده هزار بیت است وقصیده به از دیگر اقسام می گوید۔

سید محمد اشرف درگاهی که ترجمه او در فصل دانشمندان از مجلد اول تسطیر یافت۔ فرمود۔ دیوان ضمیری بخط مصنف بنظر من درآمد۔ بر پشت دیوان مُهر خود زده که این بیت نقش داشت ؎

خدایا بحقِ رسولِ انام | پذیرای کارِ ضمیرِ نظام

کلامش بطور آن عصر واقع شده لهذا درین جریده کم گرفته مے شود ؎

جز آئینه در روی تو دیدن که تواند | جز شانه بزلفِ تو رسیدن که تواند
بس مدعیان گوش بر آواز نشستند | در غمکدۂ عشق طپیدن که تواند
آنجا که صبا را نبود بار ز تنگی | جان بخش کلامِ تو شنیدن که تواند
هر گل که به گلزار جمالِ تو بخندد | ای وای بجز دستِ تو چیدن که تواند

صد تیغ کشیدند ز ہرسو بہ ضمیری   پیوند ہوای تو بریدن کہ تواند

آن تُرک شوخ دیدہ خود از دودمانِ کیست   یا رب چنین خراب کنِ خانمانِ کیست

از نالہ و فغانِ من آید جہان بجان   آن سنگدل نگفت کہ آیا فغانِ کیست

این سرو سرفراز کہ خوش می چمد بناز   یارب چنین کشیدہ سر از بوستانِ کیست

ہر تیر بر دلم کہ دو ابروے او کشید   دانستم از طپیدنِ دل کز کمانِ کیست

چون نامۂ نیاز ضمیری رسید و خواند   پرسید بر سبیلِ تغافل از آن کیست

بزمے کہ شوی جلوہ گرای سیمتن آنجا   گویند ثنای تو ہمہ بے سخن آنجا

چشمم کہ بود خانۂ خوش آب و ہوائی   شایستۂ آنست کہ سازی وطن آنجا

خواہم کہ کنم پیش تو دردِ دل خود عرض   لیکن بمقامے کہ تو باشی و من آنجا

تا کرد خریداریِ خاکِ سر کویت   از نقد روان داد ضمیری ثمن آنجا

رباعی

یا رب بدرت نامہ سیاہ آمدہ ایم   وز آتشِ دوزخ بہ پناہ آمدہ ایم

ہر چند کہ ما غرقِ گناہ آمدہ ایم   با قافلۂ عذر براہ آمدہ ایم

در تاریخ گنبد حاجی افضل علیہ الرحمہ گوید ؎

بدورانِ شہِ اکبر کہ گشتہ   خطاب او جلال الدین محمد

چو حاجی افضل از تقدیر حق رفت   ازین دارِ فنا در دارِ سرمد

ز تُردی بیگ سلطان یافت بنیاد   برای مرقدش این پاک گنبد

ضمیری جست سالِ این بنا را   بلفظ پارسی و ہم بہ ابجد

بتاریخش نہان و آشکارا   خرد گفتا سنہ ہشتاد و نہصد ۹۸۰ھ

حاجی افضل — و این حاجی افضل مردے بزرگ معتقد فیہ بود و در بلگرام بر مسند ہدایت و ارشاد بسر می بُرد- و تردی بیگ سلطان از امراء اکبری بخدمت او اخلاص و

اعتقاد داشت - وچون حاجی افضل از قصر مینا بسرا پردۂ کبریا خرامش فرمود و درسواد شہر مدفون گردید- تُردی بیگ سلطان برمرقد او گنبد عالیشانی از سنگ عمارت کرد وقطعہ مذکور را بخط نستعلیق در نہایت خوشخطی برلوح سنگ کندہ در پیشانی باب گنبد تعبیہ نمود- اما این گنبد بنام سالار بیگ کہ میراہتمام تعمیر بود شہرت یافت ونام تُردی بیگ سلطان راکسے نمے داند- شاعرے مناسب این مقام گوید ؎

چون نگین مطلب ندارم غیر کامِ دیگران   می نشانم نقش خود اُمّا بنامِ دیگران

(۱۱۵) شاہدی میر عبدالواحد حسینی واسطی بلگرامی قدس سرہ

دفتر اول از ترجمۂ مفصل زینت یافتہ وخامۂ خوش نصیب شاہراہ سعادت شتافتہ واینجا ہم طریق اجمال می پیماید- وصدر ورق رابرسلۂ جواہر آبدار می آرابد- آنجناب از بیعتیان خاص شیخ صفی سائی پوری است نَوَّرَ اللہُ ضَرِیحَہٗ واز خلفای پیش قدم شیخ حسین سکندرہ رَوَّحَ اللہُ رُوحَہٗ- عمری دراز مسند ارشاد را بجلوس میمنت مانوس زینت بخشید- وسالکانِ مناہج حق پرستی را بسرا ئبستان کبریا رسانید-

تصانیف والا "سنابل" و "حل شبہات" و "شرح کافیہ ابن حاجب" بطور تصوف- وغیرہا متداول است-

احیاناً بنا بر موزونی طبع گوہر قافیہ مے سنجید وطلای خوش عیار سخن برمے کشید- درحل شبہات مے فرماید :-

"این کس درفن غزل تلمیذ خواجہ حافظ شیرازی است قدس سرہ وخواجہ نیز بہ شاگردی خود "مرا قبول کردہ وگویا باین ضعیف ایمائے نمودہ ؎

"ہرکہ درطورِ غزل نکتہء حافظ آموخت — یارِ شیرین سخن نادرہ گفتار من است"

ومیر علاؤ الدولہ قزوینی صاحب نفائس المآثر می طرازد کہ :-

"میر سلیقۂ شعر خوب دارد از واست ؎

"مرو بجنگ چو اول بصلح آمدۂ — دمی بہ لطف نشین تا ز خویش بر خیزم

وشیخ عبدالقادر بداؤنی در منتخب التواریخ مے نویسد کہ "میر طبع نظم بلند دارد"

آنجناب شب جمعہ سیوم رمضان سنہ سبع عشر و الف (۱۰۱۷) بعالم قدس خرامید۔ و در بلگرام مغرب خاک را مشرق انوار گردانید مورخی تحفہ تاریخی بہ روح اقدس گزرانید ؎

چو رفت واحدِ صوری و معنوی گفتم — ہزار و ہفدہ و شب جمعہ ماہ صوم سیوم

مصرع ثانی تاریخ صوری و معنوی است - اما بیست عدد بقاعدۂ جمل افزون میشود آن را بتعمیۂ نازک خارج کردیعنی واحد صوری کہ نوزدہ است و واحد معنوی کہ یک است بر آمد۔

دیوان غزل موجزی از و موجود است۔ وکلامش روشِ زمان خود دارد لہذا بر قلیلی اکتفا رفت ؎

زگریہ خانۂ مردم خراب خواہم کرد — خیال غیر تو نقشی بر آب خواہم کرد

کوتہ چہ کنم قصۂ زلفِ تو دراز است — بو را نتوان بست درین نافہ کہ باز است

دانی کہ خوشنویسیِ ما از برای چیست — مائیم واسطی و قلم نیز واسطی است

(۱۱۶) عشقی- سید برکت اللہ

الملقب بہ صاحب البرکات بن سید اویس بن میر عبدالجلیل بن میر عبدالواحد مذکور بلگرامی قَدَّسَ اللّٰہُ اَسْرَارَ ھُمْ۔

ذات مفیض البرکات پیشتر شمع حلقهٔ فقراست و اینجا انجمن افروز شعرا- در اوائل حال دست بیعت بجناب سید مربی بن سید عبد النبی بلگرامی قدّس اللّٰہ اسرارہما کہ ترجمهٔ هردو در دفتر اول نگارش یافت- داد- و از عنفوان سنِ تمیز تا مبادی ایام کهولت بخدمت سید العارفین میر سید لطف اللّٰه بلگرامی سعادت اندوخت و از فیض تربیت والا جادهٔ سلوک بنهایت رسید و در نزهتکده سَیْرٌ فِیْ اللّٰہِ بخرامش درآمد- و از مشرب خاص آنحضرت حظی مستوفی حاصل کرد- و سند خلافت و اجازت اخذ نمود و به دار الولایة کالپی شتافته از خدمت مخدوم زاده عالیجناب شاه فضل اللّٰه بن میر سید احمد بن میر سید محمد کالپوی قدّس اللّٰہ اسرارہما تیمّناً و تبرّکاً مثال اجازت و خلافت گرفت- و همین سلسله را جاری کرد

و چون مرقد منوّر جد امجد او میر عبد الجلیل قدس سره در مارهره از مضافات مستقر الخلافه اکبرآباد واقع شده- دران مقام رفته رنگ توطن ریخت- و روز عاشورا سنه اثنتین واربعین ومأته والف (۱۱۴۲) عنان از عالم سفلی تافت و باروح مقدس امام علیه السّلام به گلگشت فردوس اعلیٰ شتافت- راقم الحروف گوید ؎

بیدار دلی رفت سوی محفلِ قدس	بربست ز صحرای جهان محملِ قدس
تاریخ وصال او خرد کرد رقم	صاحب برکات واصل منزلِ قدس

همواره چراغ ارشاد می افروخت- و احیاناً لباس فارسی و هندی بر قامت معنی موزون می دوخت- منظور نظر او از نظم و نثر ضبط معانی حقائق بود- و بر قول مولوی معنوی عمل می فرمود که ؎

قافیه اندیشم و آن یارِ من	گویدم مندیش جز دیدار من

دیوان شعر موجزی و مثنوی مختصری مسمی به "ریاض عشق" دارد- این چند بیت از و تیمّناً قلمی می گردد ؎

به دیر پیر مغان باش و می پرستی کن | زلعل ساقیِ ماجرعه گیر و مستی کن
چشم حیرت پیشه را خار و گلِ رعنایی است | دل خرابی دیده را آبادی و صحرایی است
چشم دل داریم دیگر از نگاهِ ما مپرس | گرد کوی خویش می گردیم راهِ ما مپرس
خانهٔ دیده شود رشک پریخانهٔ چین | گر قدم رنجه کند یار بسر منزلِ ما

محل ذکر سید برکت اللہ قدس سرہ مابعد است امابرای اتصال ترجمهٔ او با ترجمهٔ جد امجدش **میر عبدالواحد شاہدی** قدس سرہٗ دریںجا تحریر یافت۔ و نظر این وجه در تقدیم و تاخیر تراجم دیگر ہم ازین فصل منظور است ۔

(۱۱۷) ضیا- حافظ سید ضیاء اللہ بلگرامی قدس سرہٗ

مشارٌ الیه چنانچه در حوزهٔ دانشمندان ورود کرامت آمود نموده در مجمع تلامذهٔ رحمن نیز بطرز موزون جلوه فرمودٗ

در بدایت حال کلام اللہ را با تجوید حفظ کرد۔ و دامن اکتساب کمال برزد و در قصبات صوبهٔ اودھ بطور طلاب این ملک گلگشت نمود و از دانشمندان عصر فنون درسی فرا گرفت و با جناب **سید احمد بن سید محمد کالپوی** قَدَّسَ اللّٰهُ اَسْرَارَهُمَا غائبانه عقیدتی بهم رساند و این بیت بنظم آوردے

کالپی مکه بلگرام یمن | ای تو احمد منم اُویسِ قرن

بعد ازین بادراک رؤیت والا دیده و دل را مظهر تجلی ساخت۔ و در بلگرام محله میدانپوره مسند خدا پرستی و تدریس علوم آراست۔ و عالم عالم طلبه را از حدود بدایت بسر منزلِ نهایت رسانید۔ و در عصر خود بغایت معزز و مکرم می زیست۔ و در نقاوت و طهارت و حفظ حمای سنن نبوی قدمی راسخ داشت۔

انتقال او بیست و پنجم شعبان روز سه شنبه سنه ثلث و مائة والف (۱۱۰۳) واقع

شد۔ وموافق وصیت پایان مرقد خواجه عماد الدین بلگرامی که صاحب ولایت آن مقام است بیرون حریم متصل دیوار جنوبی منزل آرام یافت۔ راقم الحروف گوید ؎

زہے سید ضیاء الله تحریر　　منور ساخت از خود محفل قدس
خرد تاریخ او درخواست از غیب　　ندا آمد۔ ضیاءِ[1] منزلِ قدس ۱۱۰۳

نظمش درثمین است ونثرش ماء معین۔ شعر و انشا دون مرتبۂ آنجناب است و اشعاری که ثبت می شود پرتوی ازان آفتاب ؎

قطرۂ می که لبی بی تو چشیدن گیرد　　بگلو ناشده از چشم چکیدن گیرد
براه دیده دو رویه درختهای مژه　　نشانده ام که خیالِ تو راه گم نکند

رباعی

ای لطف تو آب برسرِ شعلۂ خشم　　چون موم بدست خلق تو خارۂ ویشم
گویا گردد ادب چو آئی به سخن　　بینا گردد حیا چو بکشائی چشم

(۱۱۸) میر طفیل محمد بلگرامی

آفتاب جهان افروز یکتائی است۔ ودر اوج دفتر اول سرگرم جلوه آرائی نسخۂ جامع فنون عقلی ونقلی بود۔ و درتجرد وتفرد وخصائل رضیه وشمائل سنیه بی مثل می زیست۔

اصل والا از سادات اترولی من اعمال آگره است وهمانجا درتاریخ هفتم ذی الحجه سنه ثلث وسبعین والف (۱۰۷۳) شبستان امکان را روشنی بخشید۔ ودر

---

[1] درین ماده همزهٔ ضیاء رایک عدد محسوب است والا تاریخ تام نمی شود ودر اصل سال وفات ضیا این نیست۔ مصنف خود در مآثر الکرام دفتر اول صفحه ۲۴۰ مطبوعه مفید عام آگره ۱۳۲۸ھ می گوید که آخر بتحقیق رسید که تاریخ انتقال مشار الیه سنه اربع ومائة والف (۱۱۰۴) است ومادۂ تاریخ "ضیا بمنزل قدس" ۱۱۰۴

سن پانزده سالگی سنہ ثمان وثمانین والف (۱۰۸۸) بارادۂ کسب علم از اترولی بخطۂ بلگرام تشریف آورد۔ واز فضلاء بلگرام وعلماء جوار فنون درسی برگرفت۔ ودر حوزۂ درس مولوی سید قطب الدین شمس آبادی مسافت تحصیل بنہایت رسانید۔

وبعد از تکمیل تحصیل در بلگرام طرح اقامت انداخت۔ اول بخانۂ سید فیض زمیندار کہ از اعیان سادات بلگرام است سکونت داشت۔ بعد ازان قریب سی سال تادم آخر در محلہ میدانپورہ در دیوانخانہ علامۂ مرحوم میر عبد الجلیل بلگرامی نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہٗ اقامت ورزید۔ ودرین مدت احیانا بجانب گجرات شاہ دولاد کشمیر ومکانہای دیگر بطریق سیر برخاست۔ ودر ہر نوبت بفرصت قلیل معاودت فرمود وقریب ہفتاد سال بر مسند تدریس باحیاء علوم پرداخت۔ وعالم عالم طلبہ را از حضیض شاگردی بہ اوج استادی رسانید۔ از انجملہ ما دو برادریم یعنی فقیر ومیر محمد یوسف کہ ذکرش می آید۔

رحلتِ والا در بلگرام بیست وچہارم ذی الحجہ سنہ احدی وخمسین ومائۃ والف (۱۱۵۱) واقع شد وبروفق وصیت در "باغ محمود" متصل مرقد علامۂ مرحوم میر عبد الجلیل نَوَّرَ اللّٰہُ مَضْجِعَہٗ۔ جانب شرق مدفون گردید۔ مؤلف اوراق گوید ؎

افسوس کہ آفتابِ معنی | از حلقۂ آسمان برون رفت
تاریخ وصال او خرد گفت | علامۂ ازجہان برون رفت

احیاناً بنا بر تشحیذ طبع بہ ترتیب نظم می پرداخت۔ وفرق شعر را بر شعریٰ می افراخت این رباعی نتیجۂ فکر عالی است ؎

گر بوالہوسی نیاز ظاہر آموخت | کی آتشِ سوز دل تواند افروخت
چون صورتِ پروانۂ فانوس خیال | گرد سرِ شمع گشت ویک ذرہ نسوخت

(۱۱۹) واسطی میر عبد الجلیل حسینی واسطی بلگرامی نور اللہ ضریحہ

عندلیب ناطقہ در چمن نخستین زمزمۂ مناقب والا سنجیدہ۔ و گوش ارباب ہوش را شگفتگی یکچمن گل بخشیدہ۔

اینجا ہم بتحریر فصلی از احوال میمنت اشتمال مے پردازد۔ و پیشانی صفحہ را بانوار قدسیہ منور می سازد۔

× × × × × × × × × × × × ×

× × × × ×

آنجناب باتفاق جمہور از خواص اتقیا و اجلۂ علماء عالی مقدار است۔ و در تقدس ذات و جلائل صفات یگانۂ روزگار۔ و از عنایات ایزد کامیاب دولت نشأتین بود۔ و بہ منطوق آیہ فیض پیرایہ وَ اٰتَیْنٰہُ فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ اِنَّہٗ فِی الْاٰخِرَۃِ لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ از جمعیت صوری و معنوی حظی وافر داشت۔

و از مناقب والا اینکہ بیمن طالع بیدار شاہ ولایت کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہٗ را در خواب مے بیند و دستِ بیعت می دہد و در قصیدۂ منقبت زبان بادای شکر می کشاید کہ ؎

دین پناہا تفضل آگاہا — دلِ پاکِ تو شمعِ عرفان است
کردہ ام بیعتِ تو در رویا — این سعادت ز فضل رحمن است
دستم آخر گرفتۂ بکرم — می شناسم کہ این چہ احسان است
من و این رتبہ از کجا لیکن — مور پروردۂ سلیمان است

کتب اوائل از بعض علماء بلگرام و قصبات پورب اخذ نمود۔ و در حلقۂ درس شیخ غلام نقشبند لکنوی قدس سرہٗ سر رشتۂ تحصیل بانتہا رسانید۔ و علم حدیث

ازخدمت میر سید مبارک محدث بلگرامی کہ از تلامذۂ خاص شیخ نور الحق خلف الصدق شیخ عبد الحق دہلوی است سند نمود۔ و در جمیع علوم منقول و معقول خصوص تفسیر و حدیث و لغت و فنون عربیت و تاریخ و موسیقی اقتداری عظیم بہم رسانید۔ وحافظہ بشرف برتبۂ بود کہ قاموس اللغۃ از اول تا آخر از بر داشت

ملاقات آنجناب باسید علی معصوم مدتی در اورنگ آباد دکن اتفاق اُفتاد سید علی می گفت:۔ من در تمام عمر خود جامع غرائب علوم مثل میر عبد الجلیل ندیدم" و شیخ غلام نقشبند لکنوی ہمیشہ تعریف و توصیف مے نمود۔

آنجناب در سنہ اربع و مأتہ و الف (۱۱۰۴) بہ دکن شتافت۔ وعنقریب عطف عنان نمود۔ وکرت ثانی در سنہ احدی عشر و مأتہ و الف (۱۱۱۱) بہ ارادۂ تلاش معاش جادۂ مسافت دکن پیمود و بعد ازطی مراحل در اسلام پور (عرف برہماپوری) از توابع بیجاپور اردوی خلد مکان را دریافت۔ میرزا یار علی بیگ سوانح نگار حضور پادشاہی لوازم قدرشناسی بجا آورد۔ و بملازمت سلطان رسانید۔ پادشاہ بمنصبی شایستہ و جاگیر جیّد از محال سائی پور قریب بلگرام و خدمت بخشیگری و وقائع نگاری گجرات شاہ دولا۔ قرین عنایت ساخت۔ آنجناب در تاریخ خدمت انشامی کند ؎

مرا از جنابِ خلافت عطا شد	زروی کرم خدمتِ عیش افزا
خرد گفت تاریخ تفویض خدمت	وقائع نگاریِ گجرات زیبا

بعد حصول خدمت از دکن محل سفر بخطۂ بلگرام بربست و از انجا متوجہ گجرات شد و غرۂ ربیع الاول سنہ ثلث عشر و مأتہ و الف (۱۱۱۳) گجرات را مورد برکات ساخت۔ وقریب چہار سال ہردو خدمت را بہ دیانت و استقلال تمام سرانجام داد

و در سنه ست عشر و مائته و الف (۱۱۱۶) عزل درمیان آمد- آنجناب در ماه جمادی الاولی سال مذکور بمحروسهٔ بلگرام تشریف آورد-

میرزا یار علی بیگ غائبانه نقش قدردانی زد و هم دران سال خدمت بخشیگری و وقائع نگاری و سوانح نویسی سرکار بھکر و سرکار سیوستان از جناب خلدمکان برای ایشان گرفت و سند حاصل کرده همراه قاصدا جیر روانه بلگرام ساخت آنجناب بعد وصول این بشارت سمند عزم جانب ملک سندھ بخرامش در آورد و ببیست و چهارم رجب سنه سبعه عشر و مائته و الف (۱۱۱۷) سواد بھکر را از پرتو قدوم بر افروخت- و سالها خدمات را به دیانت و امانت پرداخت و بعد رحلت خلدمکان چون قدر و منزلت آنجناب نقش خاطر شاهزادها و جمیع ارکان سلطنت بود درطبقات لاحقه بی آنکه از بھکر حرکت کند ارکان سریر خلافت در هر عصر سند استقلال خدمت روانه ساختند تا آنکه در عهد محمد فرخ سیر بادشاه از نیرنگیهای قدرت الهی در پرگنهٔ جنوبی از اعمال بھکر ریزهای نبات بقدر ژالهٔ خورد از ابر بارید- و به نزول این حلاوه غیبی کام و زبان عالمے شیرین گردید آنجناب درین سانحهٔ غریب رباعی انشا کرده در فرد وقائع معروض بارگاه خلافت داشت که ؎

فرخ سیر آن شهنشه با برکات چرخ از ادب او شده شیرین حرکات
در سند زمین عهد عشرت مهدش بارید سحاب ریزهٔ قند و نبات

میر حملهٔ سمرقندی که دران زمان راتق و فاتق مهمات سلطنت بود و سوانح حضور معلی بلو تعلق داشت- و آخر صدر الصدور جمیع ممالک هندوستان شد بمجرد ملاحظه فرد وقائع بی آنکه حکم به تحقیق کند حمل بر خلاف واقع نموده در اوائل سنه ست و عشرین و مائته و الف (۱۱۲۶) معزول ساخت- آن جناب در همین سال از بھکر

جانب دار الخلافه شاهجهان آباد حرکت کرد و خدمات بوساطت امیر الامرا سید حسین علی خان بحال ساخت۔ و شیخ محمد رضا بهکری را نیابت مقرر فرمود و در سنه اثنتین و ثلثین و مائة و الف (۱۱۳۲) بعد شانزده سال بلگرام را از مقدم گرامی مستسعد ساخت و یک سال توقف کرده به دار الخلافه شاهجهان آباد تشریف برد۔

ولادت با سعادت سیزدهم شوال سنه احدی و سبعین و الف (۱۰۷۱) است وانتقال شب شنبه بیست و سیوم شهر ربیع الآخر سنه ثمان و ثلثین و مائة و الف (۱۱۳۸) در شاهجهان آباد واقع شد۔ نعش مبارک حسب الوصیة بدار السلام بلگرام نقل کرده روز جمعه اول وقت عصر ششم جمادی الاولی سال مذکور در قدم والد بزرگوار ایشان سید احمد مرحوم دفن ساختند۔

راقم الحروف کریمه لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰی وَزِیَادَةٌ (۱۱۳۸) تاریخ یافته در تفسیر بیضاوی گوید:۔ اَلْحُسْنٰی اَلْجَنَّةُ وَالزِّیَادَةُ هُوَ اللِّقَاءُ" و نیز دائرۂ تاریخی به پرکار فکر کشیده و تواریخ لا تعد و لا تحصی بمرکز نشانده۔

دائره این است۔



طریق استخراج تاریخ ازین دائرہ این است کہ از خانہا ے چہاردہ گانہ ہر خانہ را کہ خواہند مبدء قرار دہند۔ و بہر عددی کہ بخاطر برسد شمار نمایند سوای واحد و چہاردہ و اضعافش و اول با آخر بن۔ و بہر خانہ کہ شمار تمام شود عددش بگیرند۔ پس عددی کہ بدان شمار مقرر شدہ اگر فرد باشد باز خانہ منتہی را مبدء گردانیدہ تعداد نمایند مَرَّۃً بَعْدَ اُخْریٰ وَ دَوْرَۃً فَدَوْرَۃً تا آنکہ منتہی مبدء اصل گردد۔ اکنون مقدار عددش بگیرند کہ مجموع اعداد حاصلہ تاریخ شود۔ و اگر زوج باشد خانۂ مابعد منتہی را مبدء گردانند۔ وہمین نمط شمار منجر شود تا آنکہ منتہی خانہ ماقبل مبدء اصل گردد۔ پس بدستور مجموع اعداد حاصلہ تاریخ شود۔

مخفی نماند کہ مراد از اضعاف در اعداد مستثنےٰ مثلین و ۳ مثل فصاعدًا باشد۔ واطلاق ضعف از روی لغت بر ۳ مثل فصاعدًا آمدہ است برخلاف مصطلح علماء حساب فِی الْقَامُوْسِ :- اَلضِّعْفُ بِالْکَسْرِ الْمِثْلُ اِلٰی مَا زَادَ یُقَالُ لَکَ ضِعْفُہٗ یُرِیْدُوْنَ مِثْلَیْہِ وَ ثَلٰثَۃَ اَمْثَالِہٖ لِاَنَّہٗ زِیَادَۃٌ غَیْرُ مَخْصُوْصَۃٍ ۔

حالا خامۂ زبان آور فضائلی کہ تعلق بموزونی طبع اقدس دارد بیان می نماید۔ و لذت جویان معانی را حظوظ روحانی می افزاید۔

میر محمد مراد متخلص بہ لائق جونپوری کہ در عنفوان جوانی بشوق ملاقات میرزا صائب پیادہ از ہند بہ صفاہان رفت۔ و روزگارے بخدمت میرزا بسر بُردہ بہ ہند برگشت۔ و از پیشگاہ خلد مکان مدتی بہ سوانح نگاری دار السلطنت لاہور سرافرازی داشت با علامۂ مرحوم بسیار مرتبط بود و باشارۂ ایشان خمسہ در سلک نظم کشید۔ چہار کتاب از خمسۂ او بنظر راقم الحروف رسیدہ۔ در خاتمہ مثنوی متقابل "مخزن اسرار" تصریح بتکلیف علامۂ مرحوم می کند و زبان بہ ستایش والا می کشاید کہ ؎

راقمِ این نامۂ معنی سواد　　　محو سخن بندہ محمد مراد

بود شبی انجمن آرای فکر | داشت سری گرم زسودای فکر
یافته از قید تعلق خلاص | خامه بکف منتظرِ فیض خاص
از درم القصه درآمد درون | اہل سخن را بہ سخن رہنمون
نشئۂ سرجوش خمستانِ ہوش | از پی تحقیق سخن چشم و گوش
صورت از وگشته بمعنی دلیل | سید علامۂ عبد الجلیل
کرده بموزونی طبع سلیم | طالبِ خویشم چو کلام کلیم
می دہد از لفظ بمعنی پیام | زود تر از نکہت گل بامشام
می برد از طرز بمطلب سراغ | گرم تر از نشئۂ می با دماغ
دید کہ فکرِ سخنم پیشہ است | دل گروِ صورت اندیشہ است
گفت سخن سادہ و پرکار بہ | تاب کشِ سُبحہ و زُنّار بہ
بس بود از بہر سخنور گوا | معنیِ بیگانۂ لفظ آشنا
گفتنِ او فکر مرا تازه کرد | روی سخن را بہ نفس غازه کرد
شد زپری خانۂ دل جلوه گر | خیل معانی زپیِ یکدگر
جرعه کشِ بزم اویسی شدم | پنجۂ درخمسہ نویسی شدم
خامہ بتحریر گرو ساختم | نقش دلاویز بہ پرداختم
از مددِ باطنیِ گنجوی | طرز سخن یافت زفکرم نوی

(ناظم خان فارغائی قمی - در مدح سامی گفته و گوہر حق سفته ؎

چو توئی کجاست شاہے بقلمروِ معانی | بتو ہیچکس نماند تو بہ ہیچکس نمانی

قیمت شناسان لآلی فصاحت می دانند کہ تا دریتیم سخن منظور نظر معنی پرور گردیده بی سخن تا صدف آسمان برخود بالیده - شعر گفتن آنجناب تقریبی بود - مدتہا می گذشت کہ مصراعی موزون نمی کرد - و ہرگاه تقریبی رو می داد پری زادان معانی را باندک توجہ

تسخیر می نمود- طبع معنی آفرین همین معنی دارد- و برهانی روشن تر ازین بر علو قدرت و سمو فطرت نمی باشد- و در اصل توجه فکر عالی جانب شعر محض برای تفنن طبع و استیفاء صنوف کمال بود- والا شاعری را دون مرتبه خود می شناخت- و درین باب جرسی می جنباند ے

مقصودِ من تفننِ طبع است از سخن ورنہ سزای رتبۂ من نیست شاعری

آنجناب از هفوات شاعری بسیار احتراز داشت و فرزندان و تلامذه را سخت تاکید می کرد که زبان را از هفوات محفوظ دارند- سیما نسبت به انبیا صَلَوٰاتُ اللہِ وَسَلَامُہٗ عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْنَ مثل ترجیح معشوق مجازی بر یوسف وطعن عاشق بر صبر ایوب عَلَیْہِمَا السَّلَامُ و هرجا هفوتی از شاعری بنظر می آمد- آیۂ خاتمۂ سورۂ شعرا بر زبان می آورد که سَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ-

و فقیر التزام کرده ام که درین صحیفه هفوات شاعری بر زبانِ قلم نیاید- و کام و زبان از تلوث آن محفوظ ماند آنجناب در ابتدا "طرازی" و بعده بنا بر آنکه سید واسطی الاصل است "واسطی" تخلص می کرد- اما اکثر اسم شریف خود می آورد-

و در زبان عربی و فارسی و ترکی و هندی داد فصاحت می داد- غزل کم گفته و از دیگر اقسام سخن جواهر آبدار به الماس اندیشه سفته- و لاشک سلیقه صاحب طبعان مختلف اُفتاده شخصی واحد را مشاهده می کنیم که بسر انجام نوعی از شعر خوب می پردازد و در نوع دیگر با مقابل سپر می اندازد-

عرفی شیرازی قصیده را بپایۂ اعلیٰ رساند اما غیر قصیده را طرزے که باید بر کرسی نه نشاند-

میرزا صائب در غزل داد سحر آفرینی داده اما در غیر غزل قدم پیش ننهاده- اینجا کمال قدرت الهی تماشا باید کرد و بکمال عجز خود اعتراف باید نمود که این کس هیچ ندارد و

آنچه بر دل وارد می سازند بر زبان می آرد۔

ملاقات میر عبد الجلیل مرحوم با ناصر علی در اورنگ آباد دکن واقع شد۔ خود با فقیر نقل کرد که صحبت خوب بر آمد۔ مردم دیگر را جواب داد۔ و از اول روز تا نیم شب جلسه اتفاق اُفتاد۔ در آن آیام ناصر علی قصیدۂ لامیه تازه گفته بود۔ تشبیب آن در وصف گرماست و گریز به نعت سرور انبیا صلی اللہ علیہ وسلم۔ مطلعش این است ؎

گداخت بسکه هوای تموز مغز خیال	شرر ز سنگ بر آید بصورت تبخال

تمام قصیده بر خواند و استفسار کرد که بیتی خوش آمد۔ گفتم تمام قصیده خوب است باز بجد شد که اگر بیتی پسند اُفتاده باشد نشان باید داد۔ گفتم یک بیت۔ بمجرد استماع این کلمه تغیری در چهره ظاهر شد۔ دریافتم۔ گفتم این همه جواهر ریزه هاست و در مرتبۂ جوهریت همه مساوی۔ اما گاه می شود که آبداری یکی ممتاز می اُفتد۔ ازین حرف رنگ اصلی بحال آمد۔ و پرسید که کدام بیت خوش آمد۔ گفتم این بیت ؎

زبسکه نم بزمین نارسیده مے سوزد	چو شمع بر سر شاخ است ریشهای نهال

ناصر علی تحسین کرد که فی الواقع من هم این بیت را از سائر ابیات ممتاز می دانم۔

و نیز می فرمود که در دو بیت ناصر علی دخل کردم یک بیت از یاد راقم الحروف رفت و بیت دیگر این است که در مثنوی در مدح خلد مکان می گوید ؎

محی الدین محمد زیب اورنگ	فضای شش جهت بر شوخیش تنگ

میر عبد الجلیل فرمود که لقب پادشاه محی الدین است بی تشدید یا از باب افعال۔ ناصر علی اعتراف نمود

باز میر فرمود که درهمین مثنوی جاے در مدح اسپ گفته اید که ؎

بفکرِ لامکان سیرش هم آهنگ	فضای نه فلک بر شوخیش تنگ

مدح پادشاه و مدح اسپ بریک وتیره واقع شده وشوخی نسبت به پادشاه ملایمت ندارد۔ ناصر علی بیت را از مثنوی بر آورد۔ و در اکثر نسخها نیست اما در یک نسخه کهنه بیت مذکور بعینه بنظر راقم الحروف رسیده۔ و در نسخهٔ دیگر بتغیر مصراع چنین دیده شد ؎

شہنشاہِ جہانِ ہوش و فرہنگ   محی الدین محمد زیب اورنگ

میر عبد الجلیل را غلامی بود که در سفر دکن خدمتها کرده وشرائط وفا بجا آورده هنگامی که در لشکر خلد مکان وبا اُفتاد۔ وعالمی بتاراج فنا رفت۔ پیمانه او هم لبریز گردید۔ میر در مرثیهٔ او مثنوی پر سوزی بنظم آورده و با ناصر علی ذکر مثنوی مسطور درمیان آمده مطلعش این است ؎

بیا ای خامهٔ ماتم روایت   پریشان ساز گیسوی حکایت

ناصر علی بسیار محظوظ شد ونسخهٔ استدعا نمود۔ آنجناب نسخه ارسال نمود۔ ناصر علی در جواب این بیت بدیهه بر شقهٔ کاغذ زر افشان نوشته فرستاد۔ و راقم الحروف آن را مشاهده کرد ؎

ندانم تا چها از دستِ ایُّوبِ تو می آید   که بوی خونِ مظلومان ز مکتوبِ تو می آید

شخصی مصراعی از بیت میرزا بیدل در مجلسے خواند که ع

"روزِ سوار شب کند اسپ چراغ پا"

وگفت کسی مے تواند که پیش مصرع بهم رساند۔ علامهٔ مرحوم فی البدیه انشا کرد ؎

غرّہ مشو که ابلقِ ایام رام تست   روزِ سوار شب کند اسپ چراغ پا

ازان شخص بے اختیار آفرین سرزد وگفت حق این است که مصرع شریف به از پیش مصراع میرزا واقع شده۔ میرزا چنین گفته است ؎

با طبع سرکش این همه رنجِ وفا مبر   روز سوار شب کند اسپ چراغ پا

مهارت آنجناب در فن عروض عربی وفارسی بمرتبه نهایت بود۔ میر نور الله احراری

در شرح قول شیخ سعدی کہ ؎

وَاِنْ سَلِمَ الْاِنْسَانُ مِنْ سُوْءِ نَفْسِہٖ فَمِنْ سُوْءِ ظَنِّ الْمُدَّعِیْ لَیْسَ یَسْلَمُ

نوشتہ کہ لَایَسْلَمُ فصیح تر از لَیْسَ یَسْلَمُ می نماید چہ در نسخۂ لیس مصرع زیادہ میشود انتہی

آنجناب برین قول حاشیہ تحریر نمودہ۔ در ینجا کلام شریف بجنسہ نقل کردہ می شود:۔

" مخفی نماند کہ این بیت بروزن دوم از ان اوزان ثلثہ بحر طویل است کہ عروض وضرب آن مقبوض

" می آید و تقطیع مصراع ثانی کہ مناط گفتگوست وموزون بہ آن فعولن مفاعیلن فعولن مفاعلن باشد چنین

" است فمن سو فعولن۔ ءظن نلمد مفاعیلن دعی لی فعولن سَ یسلمو مفاعلن۔ وچون تقطیع

" مذکور معلوم گردید ظاہر شد کہ واجب ومتعین است کہ نسخہ لیس یسلم باشد نہ لا یسلم چنانچہ

" میر گمان بُردہ۔ چہ حرف لام ویا از حرف لیس در تقطیع بالفظ دعی مرکب شدہ بروزن فعولن خواہ

" شد وسین کلمہ لیس بالفظ یسلم منضم گشتہ بروزن مفاعلن خواہد گردید کہ ضرب مقبوض است۔

" ودر صورتیکہ نسخہ لا یسلم بقول میر اعتبار نمایند لفظ لا بالفظ دعی مرکب شدہ فعولن خواہد شد

" ولیسلم بروزن فاعلن خواہد ماند۔ وفاعلن در ضرب بحر طویل نمی آید چنانچہ بر متتبع عروض بیدا

" ست چہ ضرب بحر طویل تام مے باشد یا مقبوض یا محذوف۔ وفاعلن ازین ہر سہ قسم خارج است

" پس آنچہ میر نوشتہ کہ از نسخہ لیس مصرع زیادہ می شود موافق میزان طبع میر است نہ موافق میزان

" عروض طرفہ آنکہ مصراع در صورتیکہ لا یسلم باشد کم می شود۔

" وچہ مناسب این مقام است بیتی کہ خلیل بن احمد واضع فن عروض در مثال وزن دوم بحر

" طویل آوردہ ؎

" سَتُبْدِیْ لَکَ الْاَیَّامُ مَا کُنْتَ جَاہِلاً وَیَاْتِیْکَ بِالْاَخْبَارِ مَنْ لَّمْ تُزَوِّدِ[1]

" وعبارت میر کہ لا یسلم فصیح تر از لیس یسلم می نماید چہ در نسخۂ لیس مصراع زیادہ می شود انتہی

" محل تامل است زیرا کہ منطوق عبارت دلالت دارد برین کہ زیادت مصراع منافی فصاحت است

---

[1] سبعہ معلقہ

"و وزن عروضی را وجوداً وعدماً در فصاحت وعدم آن دخلی هست وحال آنکه هیچ یکی از علماء معانی
"این معنی را در فصاحت کلمه وکلام وعدم آن اعتبار نکرده۔ برفرض تنزل مقتضای عبارت میر
"آنست که بر تقدیر زیادت فصاحت مرتفع می گردد وحال آنکه لفظ فصیح ترکه برای تفضیل است
"دال است برین که نسخهٔ لیس یسلم هم فصیح است پس فصاحت این نسخه با زیادت وزن
"باعتقاد میر چه قسم جمع می تواند شد اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ هَفَوَاتِیْ وَاعْفُ عَنْ زَلَّاتِیْ
"اِنْتَهٰی کَلَامُهٗ

از عهد خلد مکان تا عصر محمد شاہ پادشاہ جمیع امراء عظام اعزاز و اکرام میر بجا می آوردند و تشنۂ صحبت والا بودند سیما امیر الامرا سید حسین علی خان که با ایشان الفتی خاص داشت۔ و اکثر در مجالس خود بر ملا می گفت که میر عبد الجلیل درین عصر نظیر ندارند و لوازم احترام فوق الحد تبقدیم می رسانند لهذا آنجناب از تهٔ دل بمدحت او پرداخته و نام او را زندۂ جاوید ساخته

و آنجناب با امیر خسرو علیه الرحمه تشابه تمام دارد۔ و خود در مثنوی می فرماید ؎

اگرچه میر خسرو بود استاد ‌‌ ‌ ندارد چرخ چون او دیگری یاد
بفکر دور دو پرواز دارد ‌ ‌ نبی نبود ولی اعجاز دارد
در انواع سخن شور جهان است ‌ ‌ بقدرت خسرو صاحبقران است
ولی من هم ازین گلدستهٔ نو ‌ ‌ درین عصرم بجای میر خسرو
کمال از هر نمط دلخواه دارم ‌ ‌ امید تربیت از شاه دارم

تشابه ایشان با امیر خسرو هم از راه جامعیت علم و عمل و هم از جهت مصاحبت ارباب دول۔ چه امیر خسرو از آغاز تا انجام با سلاطین دهلی بسر برد و هفت پادشاه را خدمت کرد۔ طرفه آنکه علامۂ مرحوم هم بلوازم خدمت هفت پادشاه دهلی از سلاطین تیموریه پرداخت یعنی خلد مکان عالمگیر و شاه عالم و محمد معز الدین (جهاندار شاه)

و محمد فرخ سیر و رفیع الدرجات و شاہجہان ثانی و محمد شاہ رحمہم اللہ تعالیٰ اما رفیع الدرجات و شاہجہان (ثانی) ایام معدودی بر سریر فرمان روائی نشستند و از غارت گر اجل فرصت نیافتند۔ قصیدۂ میمیۂ میر که عنقریب می آید بنام شاہجہان ثانی است

اشعار میر اگرچه در مدائح واقع شده اما مدة العمر صلۂ شعر از احدی نگرفت الا یکبار وقتیکه این رباعی از نظر سلطان اورنگ زیب خلد مکان گزرانید ؎

کسری که بعدل بود عالم پرور | بی جرم آویخت پای زنجیر ز در
ذاتت ز کمال عدل تجویز نکرد | آویختن سلسلۂ درہم در کشور

سلطان چہار خریطه از طلای مسکوک دکن که آن را ہون نامند بدست شہزاده کام بخش داد۔ شاہزاده بدست مخلص خان میر بخشی داد۔ مخلص خان به میر رسانید۔ و این یکبار صله گرفتن میر در تمام عمر غالباً برای استکمال تشابه با امیر باشد چه امیر خسرو صلات از سلاطین و امرا قبول می فرمود چنانچه از تتبع تصانیف امیر واضح مے شود

سلطان قطب الدین بن سلطان علاء الدین خلجی جائزه کتاب "نه سپہر" زر برابر وزن جثۂ فیل تسلیم نمود۔ امیر در ان کتاب تصریح مے نماید و از زبان سلطان قطب الدین می فرماید ؎

بتاریخ ہمچون من اسکندری | کند ہر که آرایش دفتری
ز گنج گرانمایۂ بے شمار | دہم بار پیلش نه آن پیلبار
مرا خود درین ره پدر شد دلیل | که می داد زر ہم ترازوی فیل
شناسد کسی کش خرد رہنمون | که از پیلبار است وزنش فزون
چو میراث شد پیل زر دادنم | نه زیباست زین سہل تر دادنم
شہا گنج بخشا کرم گسترا | معانی شناسا سخن داورا

مرا عمر کز شصت بالا گذشت | همه پیش شاہانِ والا گذشت
بسی بندگی کردم از عونِ بخت | کمر بستہ در خدمتِ چار تخت
ز شاہان کسی کا و لم کرد یاد | معز الدنا بود شہ کیقباد
ازان پس ز فیروزہ چرخ بلند | شدم پیش فیروز شاہ ارجمند
ازان پس کہ در شہ ستائی شدم | تونگر ز گنجِ علائی شدم
شد اکنون کہ اقبال ہمدم مرا | نوازندہ شد قطب عالم مرا
چنین بخششی کز توجہ یافتم | در ایام پیشینہ کم یافتم
کنون لابد از سحر سنج زمن | باندازۂ بخشش آید سخن
جرائد کزین پیش پرداختم | چو این نامۂ خاص کم ساختم

مخفی نماند کہ مراد از معز الدنا معز الدنیا است برای ضرورت شعر دنا در آوردہ و آن جمع دنیاست و مراد از فیروز شاہ **سلطان جلال الدین خلجی** باشد چہ نام اصلی او فیروز است

اکنون سلسلۂ مطلب اصلی می جنبانم۔ در عنفوان شباب "امواج الخیال" نام مثنوی در تعریف دار السلام **بلگرام** فرمودہ۔ و درین مثنوی اکثر قواعد موسیقی ہندی ضبط نمودہ باثبات برخی ازان مثنوی روی اوراق رامزکف مے سازم ؎

آب و گلِ من کہ فیض عام است | از خطۂ پاک بلگرام است
سبحان اللہ چہ بلگرامی | کوثر می و آفتاب جامی
خاکش گل نوبہار عشق است | آبش می بی خمار عشق است
از عشق سرشتہ ایزد پاک | از روز ازل خمیر این خاک
ہر لالہ کزین دیار روید | تخم دلِ داغدار روید
ہر گل کہ دمیدہ است زین خاک | خونین جگریست پیرہن چاک

نرگس نبود بصحن گلزار — منصور بر آمداست بردار
گل با سنبل بهم دران خاک — آویخته بسملی بفتراک
خورشید ازان بهار نیرنگ — پژمرده گلیست باخته رنگ
سنبل بچمن بود بصد ناز — زنگی بچهٔ کمند انداز
از فیض هوای آن گلستان — سرسبز شود نفس چو ریحان
ز آتشکده سبزه می زند جوش — همچون خطِ یار از بنا گوش
تا شد چمنش بدیده محسوس — شد پردهٔ چشم بال طاؤس
تابستانش که عیش باراست — چون گرمیِ عشق سازگار است
گرمیِ آنجاست مایهٔ زیست — گوئی که حرارتِ غریزیست
سرما چو دران مقام آید — عنقای هوا بدام آید
هر دود که از جگر کند گل — افسرده شود چو شاخ سنبل
چون موسم برشکال آید — حسنش بحدِ کمال آید
جولانِ سحاب شوخ طناز — چون خیل پری بود به پرواز
درویش هوالبسی نفس سوخت — تا خرقه رقعه رقعهٔ دوخت
وز نشئهٔ ذکر جهر شد مست — تسبیح هزار دانه در دست
شاهنشهِ یکه تاز برسات — ساغرکشِ نشئهٔ مباهات
نقّاره نواز حشمت خویش — مشکین علم سحاب در پیش
از برق نموده تیغ خون ریز — وز ابر سیه سپر دلاویز
ترکش ز تقاطر بهارین — وز قوس قزح کمانِ رنگین
تا روی زمین بدست آرد — بر فوج خزان شکست آرد
باریدنِ ریزه ریزه باران — کرده ورق نشاط افشان

نصّی است ازین بہار مرغوب ظلّ ممدوۂ ماء مسکوب
ہر سو صنمی کرشمہ پرداز از نوکِ نگہ جگر رفو ساز
تا پای کشان کمند کاکل سرمست نگاہ پر تغافل
تا در تتق حیا نشستہ حق از مژہ بر نگاہ بستہ
صفہای مژہ بتر کتازی مشغول نبرد نیزہ بازی
قدی و نہال جلوہ نو خیز حسنے و بہار غمزہ گل ریز
از چین جبینِ ناز تخمیر در پای نگاہ بستہ زنجیر
از وا شدنِ گل تبسّم در خونِ شفق طپیدہ انجم
از سینۂ شان کہ خوش بہار است پیشانیِ صبح داغدار است

دیگر مثنوی گفتہ در جشن طوی محمد فرخ سیر پادشاہ با دُختر راجہ اجیت سنگھ راتھور کہ در سنہ سبع وعشرین ومأتہ والف (۱۱۲۷) واقع شد - جولان فکر عالی ازین مثنوی ہویدا است خصوص در مقامی کہ اسماء پردہای ہندی در ضمن الفاظ فارسی آوردہ - و بے تصنع سحر حلال بکار بردہ - این چند بیت ازان مقام است ؎

چو صیدِ دل نماید حُسن آہنگ پرداز چہرۂ ہر پار سارنگ
در آن محفل کجا بر گوش می زد نوای کان نہ راہ ہوش می زد
اگر شاپور با خسرو بخاک اند پی این نغمہ از حسرت ہلاک اند
مغنی بر نواز آنسان و تر زد کہ از بربط بہار عیش سر زد
شگفتنہای دل دردست تار است کہ آن را نغمۂ گل دیس کار است
نوای نغمہ گرم دلبری بود بنظم گوہری پیکو جری بود
شگفتن آنچنان سر می زد از تار کہ گردے سینہا را صحن گلزار
اگرچہ زہرہ دارد خوش نوائی بداند حال او این سوگرائی

مثل این نغمہ را دانش نمی زد	بر و صد چوب کا و اللہ نی زد
ز بس مدہوش شد زین نغمہ شیاک	ندارد از آکہ یارای رفتار
نوا گوید قوامِ ساحری ام	پیِ تقویم چون من پت جری ام
نوای نغمہ بود از نقصہا پاک	نباشد در نگارِ جور دلیس آگ
چنان در نغمہ باشد دل پذیری	کز افسونِ ترنم دیو گیری
لبِ ہر ساز این معنی ادا کرد	کہ جشنِ شاہ کامِ ما روا کرد
بہ الفت ہمہ گر را دادہ یاری	نوا و ساز از صحبت براری
چنان از نغمہ دل بر بیغمی زد	کہ بی اہمال کوسِ خرمی زد
کسی کو زین ترنم قوتِ جان کرد	ز شادی پیک نیازِ مطربان کرد
باستیفاء لذّاتِ ترانہ	ترا کافی ست این جشنِ شہانہ
جہان شد زندہ ز اہنگ تبیرہ	کزو بر خاست موجی جان وتیرہ
چو منقار ازمیِ آن جشن تر کرد	رہِ احسن گرا بر نغمہ سر کرد
اگر دہلی نماید فخر شاید	نوای زین بہ اگرہ کی سراید
بود در گلشنِ گل ریز ہر لب	سرود خارکن بابیت در آن شب

حواشی ابیات

وتر بفتحتین تار ساز دلیس بکسر دال مہملہ و یای مجہول بمعنی مانند پیگو (پیغو) نام ملکی است کہ جواہر آبدار را بدو نسبت دہند۔ اسدی گوید ع

"ز یاقوت سیصد گہر پیگوی[1]"

الہ بفتحتین سرگشتہ شدن پیت اہار کہ بر کاغذ و جامہ دہند و تقویم از و حاصل آید آگ بالمد عیب پیک بفتح باء فارسی اسبابخانہ تبیرہ دہل ونقّارہ گرا بالفتح مرغ جاری

[1] فرہنگ رشیدی جلد اول صفحہ ۱۸۹ مطبوعہ کلکتہ۔

هرچند حباری مُرغ نواسنج نیست اما مقصود مبالغه است یعنی شادی نوعی عام شد که حباری هم ازمی این جشن منقار تر کرده در نواسنجی در آمد خارکن نام شخصی که نوای خارکن باو منسوب است بابیت شب کننده مشتق از بیتونت۔

واسماء پرده‌های فارسی دوازده مقام وبیست وچهار شعبه وشش آوازه وسی لحن باربد نیز بیان کرده نوعی که بے ملاحظۂ معنی اسمے معانی ابیات تمام است۔ چند بیت برسبیل استشهاد آورده می شود ؎

دلت گر بر مقامِ عیش شیداست | زتارِ ساز راه راست پیداست
کند هر پرده از عشرت فزائی | چو معشوقِ مرقع دلربائی
باین لذت چو زاهد آشنا شد | نمازِ پنج گاه ازوی قضا شد
مغنی نغمۂ چون باده انگیخت | بجامِ باده کحلِ اصفهان ریخت
بهارِ نغمه چون در دل دهی شد | نی از فیضِ نوا سروِ سهی شد
زمطرب هر نوا دُرّ ِ ثمین است | بمعنی گنج باد آورد این است

دفائده آوردن اسماء نغمات هندی وفارسی بکیفیت معهود در خاتمۂ داستان نغمه بیان می نماید ومی فرماید ؎

جگر چون دانۂ یاقوت سفتم | که نام پرده‌ها در پرده گفتم
که تا هر سامعی کز نارسائی | بموسیقی ندارد آشنائی
نگردد گر ز حُسنِ صنعت آگاه | ز حسنِ نظم گیرد حظّ دلخواه
مغل باراگ هندی آشنا نیست | بسحرِ فرس هندی راشنا نیست
اگر آن این وگر این آن نداند | بنظمِ من ز معنی در نماند
درین دریا شناسی ما به بیند | تلاشِ دست وپایِ ما به بیند

(ایضاً از ان مثنوی)

در وصف طائفهٔ رقاصان

گروهی از صباحت غازه بررو   گروهی از ملاحت سبزهٔ جو
یکی از تاب حُسنِ صندلی رنگ   صداعِ شوق افزودی بهٔ نیرنگ
یکی از فیض رنگِ زعفرانی   بهارِ دیده کردے ارغوانی
یکی بُردے زرنگِ سرمئی هوش   بعشقِ ناله زن گفتے که خاموش
گره زن گشته هر شوخِ پری زاد   زکاکل بردل واز نغمه برباد
رخی برهم زنِ هنگامهٔ گُل   نگاهی قبلهٔ کیفیتِ مُل
زموجِ جنبشِ ابروی ایشان   فتاده کشتیِ دلها به طوفان
به ابرو کرده جا دلهای عشاق   تو گوئی شیشها چیدند در طاق
ادایِ گردشِ چشمِ فسون ساز   بچرخ آورده دلهای نظر باز
بسویِ گردشِ چشم آرد آهنگ   تماشائی ببالِ گردش رنگ
نگه دزدِ دلِ هر مستمند است   زخطِ سرمه در دستش کمند است
بگردِ چشمِ مستِ سحر پرواز   نه پُر گرد دیده مژگانِ فسون سا
که تا بسمل کند دلهای خسته   کرشمه آستین را بر شکسته
بود کاکل باین معنی مُباهی   که رنگے نیست بالاے سیاهی
میانِ زلف لعل گوشواره   بهارِ عشق پیچان کن نظاره
کنارے مون لٹین مکتا سو کوندین   گھٹا ہے دامنی ہے اور بُوندین
زمروارید بینی گاه دیدن   چو قطره دل مهیّایِ چکیدن
دران بینی نه مروارید و یاقوت   نگاهے عالمے را کرده مبهوت
سرشکِ قطرهٔ خونِ دلِ ماست   که سرگردانِ حُسنِ حیرت افزاست
دهن سرچشمهٔ گوهر فشانی   تبسّم موجِ آبِ زندگانی

تبسّم را ز برق آخر چه فرق است
که هر دندان بمعنی تخم برق است

مسی زیر لبِ اطرافِ دندان
تو گوئی ظلمت است و آبِ حیوان

تبسّم در مسی دارد بهارے
چو شمشیری که رخشد در غباری

ترنّم از لبِ شان می کند گل
ز برگِ گل شنو آهنگِ بلبل

لب از رنگِ لطافت چهره افروز
شفق کرد است گل از صبحِ نوروز

بگردابِ زنخ مائل جهانی
چو بر چاهی هجوم کاروانی

چنان سیب از زنخ حسرت نورد است
که از فرطِ خجالت سرخ و زرد است

بود گوش از صفا بالای گردن
بلورین قیف بر مینای گردن

دو ترکِ چشم ساغر بر کفِ دست
چنان گشتند از صهبای سیه مست

که هر دو گوش نزدِ صاحب دید
دو ساغر از دو دستِ هر دو غلطید

گلوبندی ندی چون بر نظر زد
خطوطِ آفتاب از صبح سر زد

دو چشم و سینه را با هم بهاری است
چو بیماری که در پیشش اناری است

نمودے موج رنگِ پان ز سینه
برنگِ موج می از آبگینه

خمِ چوری بغایت دل پسند است
بصیدِ هوشها چینِ کمند است

سیه چوری بود چون تار سنبل
که پیچیدند بر گلدستهٔ گل

ز انگشتان مپرس و خونِ بسمل
که ناخن می زند این حرف بر دل

در انگشتان نگین را فتنه کار است
هماتا اخترِ دنباله دار است

نگین در دست گرم دلبری بود
بهم کفّ الخضیب و مشتری بود

سرین کوهی نهان در جوشِ گلشن
دلیلِ آن کمر و انگاه دامن

نظرها در سرین مشغوف دیدار
چو مفلس در طلای دست افشار

نگارین پای زیبِ ساق دلجو
سهی سروی دمیده بر لبِ جو

قدم در رقص زان رو بیقرار است | که بر دلهای گرم او ر الگذار است
برنگ شمع زانها قد کشیدن | برنگ قطره از دلها چکیدن
کمر در پیچ و تاب رقص بیتاب | چو موئے کو فتند در جوش گرداب
بهنگام اشارت چشم و ابرو | کف دست و سر انگشتان و بازو
بنطق آیند در تصویر ایما | قیامت می نماید نطق اعضا
زمین از رقص شان گلزار چین شد | هوا تا چرخ طاؤس آفرین شد

در صفت چراغان

شبی روشن تر از صبح سعادت | مصفا چون دل اہل عبادت
ہزاران شمع ہر سو جلوه گر شد | تجلی پرور نور نظر شد
زده ہر شمع بر سر طرۂ زر | زمرو ارید غلطان جامه در بر
درین شب شمعها را خوش ظهور است | سراسر بزم سر دستان نور است
صف فانوسها چون گنبد نور | با نواع تجلّی گشته معمور
زہر فانوس بیند چشم انصاف | دل نورانی از پیراهن صاف
به فانوس خیالی دیده مانوس | نظر در سیر رنگ بال طاؤس
شعاع مشعل تابان دل افروز | برنگ پرتو حسن گلو سوز
چراغان صف زده چون شانۂ زر | که در ہم داشت شب زلف معنبر
چراغان جمله تن گشته دہانها | فتیله ہای تا سر شد زبانها
دعا کردند بهر شاه چون من | که شمع سلطنت زو باد روشن

در صفت آتشبازی

هوائی عزم سیر آسمان کرد | بهر جانب جریب زر روان کرد
پی تعلیم حرف روشنائی | فلک شد صفحۂ حرف هوائی

زجوش نور مهتاب وستاره — هوا شد چرخ دیگر در نظاره
شجرها از طلای صاف کردند — پرندِ شب مشجر باف کردند
زچرخی شد عیان بر عام وبر خاص — که خورشید اندرین شب گشته رقاص
چنان در دود طالع شد ستاره — که در گیسوی شعاع گوشواره
بنفشه تختهای شعله افروز — سرِ شب را گرفته در بغل روز
نمودی روشنی از جام مهتاب — چو در بوته گداز نقرهٔ ناب

در صفت سقایان

زسقایانِ گوهر پاش درگاه — گروهی پیش پیشِ موکبِ شاه
عرق ریز از جبینِ خوش تلاشی — برنگِ ابر گرم آب پاشی
قدم زن پای هر یک برنگ ابر — دوالِ مشک هر یک چون رگِ ابر
بگرد راه مشکِ شان جدل داشت — که هر یک موج دریا در بغل داشت
چو گرد از آب پاشی شست و شو یافت — زمین هم زین عروسی آبرو یافت
بگیتی محو شد بر وجه دلخواه — غبار از خاطر و گرد از سرِ راه

مخفی نماند که این مثنوی بموانع وقت از نظر پادشاه نگذشت وچون پادشاه عنقریب سریر آرای ملک جاودانی شد- آنجناب دل به تبییض مسودهٔ مثنوی نداده متوجه عالم قدس گردید- بعد رحلتِ ایشان محرر اوراق مسوده را از سواد به بیاض برد وابیات مشکل را حسب الطاقة حل کرده حواشی بقلم آورد- ودرین محل چند بیت مشکل با حواشی در معرض تحریر می رسد که خالی از فوائد نیست-

در مدح پادشاه

وَاِنْ فَاقَ الْوَرٰی فِی الْجِنْسِ لِفَضْلِ — فَاِنَّ الدُّرَّ بَعْضُ الْقَطْرِ فِی الْاَصْلِ

ان شرطیه است وجزاء آن محذوف ای فلا باس معنی چنین است که اگر فائق شد

پادشاہ خلق را در جنس و فصل ماہیت انسانی باک نیست پس بدرستیکہ مروارید بعضی از قطرہاست در اصل حال آنکہ فائق است از دیگر قطرہا۔

این بیت در تتبع ابی الطیب متنبی است کہ در مدح سیف الدولہ ممدوح خود گفتہ[1]؎

وَاِنْ تَفُقِ الْاَنَامَ وَاَنْتَ فِیْهِمْ　　فَاِنَّ الْمِسْكَ بَعْضُ دَمِ الْغَزَالِ

خطاب بہ ممدوح است یعنی اگر فائق شدے خلق را حال آنکہ تو از یشانی پس باک نیست زیراکہ مشک بعضی از خون غزال است حال آنکہ فائق است۔

بر وقت شناسان ہویدا است کہ تشبیہ لاحق از سابق پاکیزہ واقع شد۔

ایضاً در مدح پادشاہ ؎

مثل از دانشِ او گر کند گوش　　فلاطون از مُثُل سازد فراموش

مُثُل بضمتین جمع مثال۔ و مثل افلاطونی بچند معنی است۔ گاہی[1] مراد می شود عالم مثال کہ متوسط است درمیان عالم غیب و عالم شہادت و گاہی[2] مراد می شود صور علمیہ الٰہیہ کہ قائم بذوات خود اند نہ بذات خداوند تعالےٰ شانہ وگاہی[3] مراد مے شود جواہر مجردہ کہ آن را ارباب انواع نامند یعنی از ہر نوع فردی است مجرد از مادہ ازلی و ابدی کہ افاضہ کمالات جمیع افراد آن نوع وابستۂ اوست۔ و آن را بلسان شرع ملک البحار و ملک الجبال وجز آن خوانند

این معانی از حاشیۂ میرزاہد بر امور عامہ شرح مواقف و کتب دیگر بقلم آمد۔

ایضاً در مدح پادشاہ ؎

سپاہش چون عروضی وقتِ تصریع　　کند روشن بر اعدا حرف تقطیع

عروض بالفتح نام علم مشہور است عروضی منسوب بآن و تصریع در لغت انگندن

[1] دیوان متنبی صفحہ ۲۰۷ مطبوعہ کلکتہ ۱۲۵۷ھ

ودر اصطلاح شعرا قافیه آوردن در مصرع اول از بیت یعنی مطلع ساختن و حرف تقطیع
در اصطلاح عروضیان ده اند مجموع درین عبارت "لَمَعَتْ سُیُوْفُنَا" معنی آن
درخشیدند شمشیرهای ما۔

درصفت فیلان

خط قرمز بہ پیشانی فیلان   اگر می دید خنساء سخندان
نمی کردی بشعر خویشتن فخر   بآن نارو علم دربارۂ صخر

تلمیح است بسوی بیت مشہور از قصیدۂ خنسا بفتح خاء معجمہ و نون وسین مہملہ
یکی از مشاہیر نساء سخن طراز عرب کہ در مرثیۂ برادر خود صخر نامی گفتہ کہ ؎

وَاِنَّ صَخْراً لَتَاتَمُّ الْھُدَاۃُ بِہٖ   کَاَنَّہٗ عَلَمٌ فِیْ رَاْسِہٖ نَارٗ

یعنی بدرستی کہ صخر ہر آینہ اقتدا می کنند راہ نمایان باو۔ گویا صخر کوہی است کہ بر
سر آتش داشتہ باشد۔ چہ کوہ کہ در راہنمونی ہویدا است خصوص درحالی کہ بالای آن
آتش افروختہ باشند۔

و درینجا مراد آن ست کہ اگر خنسا خط سُرخ پیشانی فیل می دید بہ تشبیہ کوہ و
آتش فخر نمی کرد۔

درصفت اسپان

چو گام شان بہ تندی آشنا شد   بہر گامی بنا برج العصا شد

عصا نام اسپ جذیمۃ الابرش پادشاہ یمن۔ گویند ہرگاہ جذیمہ در بلاد روم رفت
و بہ دغا کشتہ شد قصیر کہ وزیر جذیمہ بود بر آن اسپ سوار شد۔ اسپ جلوریز برسری
میل خود را رساند و در انجا بول کرد۔ و در ان موضع برجی بنا کردند و برج العصا
نام گزاشتند[۲] کذا فی المحاضرات للراغب الصفاہانی۔

---

[۱] کامل مبرد صفحہ ۷۵۶ مطبوعہ یورپ۔ [۲] (ملاحظہ ہو صفحہ ۲۷۶)

ایضاً در صفت اسپان

وثوبِ شان تعجب آفرین است مثالِ طفرۂ نَظَّام این است

طفره در لغت بمعنی برجستن و نظام بنون و تشدید ظاء معجمہ عالم معتزلی مشہور قائل مسئلۂ طفره - و مراد نَظَّام از طفره این است کہ متحرک مسافت را طی کند بر وجہی کہ از مکانی بمکانی بجہد و مسافت میانہ را اصلا محاذی نگردد۔

معنی بیت آنکہ اسپان از بس سرعت برین روش مسافت طے می کنند و مثال طفرۂ نظام کہ محال است بوجود مے آرند۔

در سنہ احدی و ثلثین و مائۃ و الف (۱۱۳۱) نیکوسیر بن محمد اکبر بن خلد مکان کہ در قلعہ آگرہ محبوس بود واقعہ طلبان او را برآوردہ بر تخت نشاندند ۔ امیر الامرا سید حسین علی خان بالشکرِ جرار از دہلی بہ آگرہ رسید و قلعہ را بعد محاصرہ مفتوح ساخت - میر عبد الجلیل قصیدۂ غرائی در تہنیت انشا کرد۔ نواب پنج ہزار روپیہ و اسپ و خلعت صلہ می داد۔ علامۂ مرحوم بر وفق ضابطۂ خود سر بقبول فرو دنیاورد قصیدہ این است ے

مژدہ ای دوستان کہ در عالم	نقد شد نسیۂ بہار ارم
نونہالِ طرب ببار آمد	گل فشان گشت خاطرِ خرم
دل خوشی نشئۂ رسا بخشید	بہ گل و سبزہ و بہار قسم
باغ از بس شگفتگی پر کرد	ساغرِ گل ز بادۂ شبنم
ابر دامن کشان خرامان است	برق رقصان و رعد گرمِ نغم
نوبہار از برای رسم نثار	ہر طرف از شگوفہ ریخت درم
کہ امیرِ سر آمدِ اُمرا	کرد تسخیر قلعۂ اعظم

(بقیہ حاشیہ) ابن اثیر جلد اول صفحہ ۲۴۸ مطبوعہ یورپ و محاضرات راغب جلد دوم صفحہ ۳۷۵ مطبوعہ مصر ۱۲۸۷ھ

این ظفر از مواهب عظمی است   بر زبان واجب است ذکر نعم

پسر اکبر آنکه در افواه   یافت نیکو سیر بعکس عَلَم

بود در حصن آگره محبوس   همچو مفهوم ممتنع بعدم

داشت عیشی و کنج عافیتی   خاطر آسوده تر ز صید حرم

ناگهان نفس شوم راهش زد   خفیه آمیخت در طعامش سم

دید اسباب بغی آماده   اشتها صاف و لقمه پر ز دسم

زر بسیار و زمرهٔ اوباش   اکبر آباد قلعهٔ محکم

ابروی فتنه زه نمود کمان   زلف آشوب گشت خَم در خَم

از پدر داشت ارث بغی ازان   فتنه انگیخت در کمال عظم

کرد پرویزنی ز چتر به سر   بیخت بر فرق خود غبار الم

چون برید این خبر به دهلی برد   شعله زد خشم داور عالم

خسرو دین پناه شاه جهان   آب و رنگ بهار فضل و کرم

آن ابو المجد و العلا ذو الجود   مسند آرای چار بالش جم

بنده اش کیقباد و کیکاؤس   نوکرش گیو و بیژن و رستم

بخشی الملک را اجازت داد   تا کشد لشکر ظفر پرچم

آن امیر جماعهٔ اُمرا   چون حسین علی هژبر شیم

قرة العین حیدر کرّار   نخبهٔ نسخهٔ بنی آدم

خلف الصدق سوتم الاشبال   پیش او شیر شرزه کم ز غنم

جود او شهرهٔ دیار عرب   تیغ او ضابط بلاد عجم

نازد از نسبتش سمو نسب   بالد از همّتش علوّ همم

می کند با جماعهٔ دلریش   لطف او آنچه می کند مرهم

غوطه در جود او زند دریا | نطمه از دستِ او خورد ضیغم
هست مقیاسِ جود او بسحاب | مثل مقیاس فربهی بورم
درفنِ صرف همتش نبود | ذکری از لا و از لن واز لم
درصفِ جنگ با سرِ اعدا | چون الف گشته تیغ او الزم
دشنه و نیزه اش بجان عدو | می کند کار عقرب و ارقم
تیغ او شد بفرق اعدا غرق | همچو حرفی که می شود مدغم
در دلِ خصم او درآید رمح | چون درآید بر اهل خود محرم
باکمندش سرِ معاندِ او | مثل دلوی است با رسن منضم
ظفر از فوج او شود پیدا | فتح با تیغ او بود توام
کرد نهضت بدولت از دهلی | فضل حق همعنان ظفر همدم
لشکری در رکاب بیش از حصر | دیو از نعرهٔ یلان در رم
همه زور آوران فیل شکوه | که به شیرِ ژیان زدندی بم
کرد اسپانِ فوج نصرت موج | دامن افشان برین بلندِ خیم
آمد و قلعه را محاصره کرد | همچو انگشت و حلقهٔ خاتم
شرح اسباب قلعه گیری ریخت | سرمهٔ عجز در گلوی قلم
چون نهنگان بدور گردابی | توپها گرد قلعه جمع بهم
خصم را سوخت توپ شیر دهان | کس ندیداست شیر آتش دم
اژدهای است توپ غازیخان | کز سرِ هندوان نموده لقم
چه نویسد ز توپ قلعه کشا | اسم او بر تلاش اوست علم
تا براید به قلعهٔ نصرت | سینه گردید فوج را سُلّم
هر طرف شد مرتب از ساباط | دخمهٔ بهر دشمنانِ دژم

زان طرف هم مخالفِ سرکش　　کوششے داشت در ثباتِ قدم
دست و پا زد درونِ قلعه بسی　　چون جنینی که وا جهد بشکم
کرد استقاط این جنین آخر　　صدمۂ توپهائے مستحکم
کار بر اهلِ حصن شد دشوار　　مرگ مقطوع زندگی مبهم
قلعه شُد بر جماعۂ اعدا　　از مصیبت چو حلقۂ ماتم
شد برون آمدن چنان دشوار　　که سخن از زبانِ اهلِ بکم
از برون هم رهِ رسد شد بند　　چون نفوذِ صدا بگوشِ اصم
از سرِ عجز خواستند امان　　بالب خشک و دیدۂ پُرنم
از ترحم بجان امان بخشید　　وقت قدرت خوش است ترک نقم
فتحِ قلعه بزورِ تیغ نمود　　این چنین می کنند اهلِ همم
شد سیه طالعی ز قلعه برون　　هیچو از لفظ دائره ادهم
این معمی کشود فطرتِ او　　ورنه این عقده بود جذرِ اصم
شاد گشتند دوستان یکسر　　عام شد عیش در صنوفِ امم
شرح حالِ منافقان گویم　　که بآن چو حذیفه ام اعلم
سرخی انفعال روی سیاه　　خوش خضابی است از حنا و کتم
نَحْمَدُ اللهَ وَاهِبَ الْآلاء　　حَمْدَ مُسْتَظْهِرٍ بِمَا اَنْعَمْ
کن کتهن کی سکت کهان پاوے　　رسنان لیه جو انیک جنم
رمضان ایچدی بولدی بخشی فتح　　کلدی بوی آی نینگ ابکی پرم
از پیِ هم دو عید گشت پدید　　معنیِ فطر جلوه کرد اعم
هر طرف مجلسِ طرب چیدند　　آن یک از شعر و دیگری ز حِکَم
وان دگر از ترانۂ رنگین　　چنگ و طنبور کرده با هم ضم

نغمہ گویانِ فارسی ز نشاط | کوک کردند زیر را با بم
نغمہ سنجانِ ہند سر کردند | سبت سر در مراتبِ سرگم
نغمہ تا چاک دل رفو سازد | زہرہ از چنگ دارد ابریشم
زین ترنم جہان طراوت یافت | زانکہ در جوہرش بود ترونم
شعرا ہم قصیدہ ہا گفتند | انوری گشت پیشِ شان ابکم
ہر یکی سفت دُرِّ تاریخی | کہ ازو آب شد گہر در یم
من ہم از باغ معنیِ رنگین | گلِ چندی زدم بفرقِ قلم
ورقِ ما بیاض سینۂ حور | سطرہا سلکِ گوہرِ نیلم
شعر گر فضل من نپوشیدی | می شدم در فن سخن اقدم
گر بپرسی ز جامعیتِ من | میر خسرو دہد جواب نعم
کرد عبد الجلیل در تاریخ | "قلعۂ آگرہ گرفت" رقم
بر دعا بہتر است ختم سخن | کہ بہ آئین کند ملک مسلم
چار چیزش نشاط افزا باد | تا بود سبزہ در چمن خُرّم
دست زرپاش و تیغ اعدا کُش | عمر ممدود و دولتِ ادوم

حواشی قصیدہ

موتم الاشبال لقب عیسی بن زید شہید است کہ جد اعلای ممدوح باشد- و ہم جد اعلای مادح- **موتم** بضم میم وکسر تاء فوقانی یتیم کنندہ و **اشبال** جمع شبل بکسر شین معجمہ بمعنی بچۂ شیر یعنی یتیم کنندہ شیر بچّہ ہا- چون اکثر شکار شیر کردی باین لقب ملقب گشت- **ساباط** سقف میان دو دیوار کہ زیر آن راہ بود؎

شد سیہ طالعی ز قلعہ برون | ہیچو از لفظ دائرہ ادہم

تلمیح است بمعمای مشہور بہ اسم ادہم ؎

کشید تنگ چنان نقش آن دہن پرکار　　که دور دائرہ درمرکزش گرفت قرار

دور دائرہ دال وہاست ومرکزش یامرادف ام-چون دال وہا درام قرار گیرد ادہم حاصل شود- و ادہم درلغت سیاہ را گویند-خروج سیہ طالع از قلعہ مثل خروج ادہم از دائرہ بواسطہ تنگ شدن قلعہ ودائرۂ تشبیہ لطیفی واقع شدہ

؎ این معما کشود فطرت او　　ورنہ این عقدہ بود جذر اصم

جذر در لغت اصل را گویند ودر اصطلاح اہل حساب عددی کہ آن را در نفس خودش ضرب کنند اورا جذر نامند وحاصل ضرب آن را مجذور و اصم درلغت کر وسنگ سخت مصمت و در اصطلاح اہل حساب عددی کہ آن را جذر نباشد اصم خوانند مثل احدی عشر ومقابلِ آن را منطق گویند چون تسعہ- و جذر عدد منطق بسہولت حاصل می شود چنانچہ جذر تسعہ-ثلاث است وجذر عدد اصم درنہایت دشواری است حاصل نمی شود مگر تقریباً ولہذا حکما درمناجات خود گفتہ اند:-

"سُبْحَانَ مَنْ لَّا یَعْرِفُ جَذْرَ الْاَصَمِّ اِلَّا ھُوَ"- ودرعلم معقول جذر الاصم مغالطہ ایست مشہور- واضع مغالطہ ابن کمونہ بغدادی علامۂ تفتازانی در شرح مقاصد گوید:-

"وَھٰذِہٖ مَغْلَطَۃٌ تَحَیَّرَ فِیْھَا عُقُوْلُ الْعُقَلَاءِ وَفُحُوْلُ الْاَذْکِیَاءِ وَلِھٰذَا سَمَّیْتُھَا بِمَغْلَطَۃِ جَذْرِ الْاَصَمِّ"

ونیز علامہ درشرح مقاصد بعد تحریر جواب می گوید:-

اَلْکِنَّ الصَّوَابَ عِنْدِیْ فِیْ ھٰذِہِ الْقَضِیَّۃِ تَرْکُ الْجَوَابِ وَالْاِعْتِرَافُ بِالْعَجْزِ عَنِ الْاِشْکَالِ"

ومیر باقر استرآبادی در افق المبین گوید-مختصر عبارت آنجا این کہ:-

"كَمْ زَلَّتْ فِيهِ أَقْدَامُ أَقْوَامٍ وَأَقْرَبُهُمْ إِلَى الصَّوَابِ وَإِصَابَةِ الْحَقِّ مَنِ اعْتَرَفَ مِنْهُمْ بِالْعَجْزِ"

مراد میر باقرار معترف علامۂ تفتازانی باشد۔

معنی بیت آنکه این عقده در اشکال و عدم انحلال مثل جذر الاصم علم حساب بود یا جذر الاصم علم معقول و لفظ اصم بمعنی سنگ سخت مصمت نظر بقلعۂ سنگین مناسب افتاد

ے شرح حالِ منافقان گویم که بآن چون حذیفه ام اعلم

حذیفه نام صحابی مشهور صاحب سِرّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم حضرت او را پنهان از حال منافقان خبر داده بود۔ و درین بیت اشارت است بکمال تقرب و محرمیت خود با ممدوح۔

کتم بفتح کاف و تاء فوقانی گیاهی که بآن خضاب کنند۔

ے ازپیِ هم دو عید گشت پدید معنی فطر جلوه کرده اعم

چون قلعه در ماه مبارک رمضان مفتوح شد دو عید بهم هویدا گشت اول عید فتح که عید مجازی است و دویم عید رمضان که عید حقیقی است و همچنین لفظ فطر بمعنی حقیقی جلوه کرد که کشودنِ روزه باشد و هم بمعنی مجازی که فتح است و آن لازم کشودن روزه باشد۔

پس مراد از معنی اعم این است که مطلق معنی فطر باعتبار هر دو فرد خود که حقیقی و مجازی باشد صادق آمد۔ و می تواند که مراد از اعم عموم مجاز باشد و برین تقدیر معنی چنین مشود که فطر بمعنے مجازی که مطلق کشودن باشد صادق آمد عموماً بحیثیتی که متناول باشد معنی حقیقی و غیر حقیقی را که کشودن روزه و کشودن قلعه باشد۔

و عموم مجاز در اصطلاح علماء اصول عبارت ازین است که معنی مجازی بقسمی باشد که معنی حقیقی فرد او گردد و اللہ اعلم۔

ع سبقت سر در مراتب سر کم۔

اہل موسیقی ہند مراتب آواز ہفت قرار دادہ اند و آن را "سبت سر" گویند یعنی ہفت آواز۔ و ہر مرتبہ را اسمی گذاشتہ اند۔ و از سر ہر اسم حرفی گرفتہ سرکم بدان ترکیب کردہ اند۔ در مین بیت لفظ سرکم اشارہ بہ ہمان مراتب سبعہ است۔ مُعلم بالضم نشان کردہ شدہ۔

الحال نقشے چند از تصانیف والا در آہنگ حجازی بہ تحریر می آید و زبان قلم واسطی نژاد پردۂ گوش نوا نیوشان را بمر غولہ سازی نوروز عرب می کشاید۔

چون خلد مکان در سنہ احدی عشر و مأتہ و الف (۱۱۱۱) بمحاصرۂ قلعہ ستارہ کہ از مشاہیر قلاع دکن است پرداخت و در اندک فرصت مفتوح ساخت۔ آنجناب در یک شب یازدہ تاریخ در السنۂ اربعہ ترتیب دادہ از نظر بادشاہ گذرانید۔ از انجملہ قطعہ تاریخی بزبان عربی کہ از شکل اصابع اختراع فرمودہ و ید بیضائی از جیب فکر وا نمودہ۔ قطعہ این است ؎

لَمَّا تَوَجَّهَ سُلْطَانُ الْاَنَامِ اِلٰی رَبِّ السَّمٰوٰتِ فِیْ تَاْیِیْدِ اِسْلَامِ
اَقَرَّ بِهَامَهٗ فِیْ اَصْلِ خِنْصِرِهٖ لِوِرْدِیَا قَادِرَ افْتَاحِ الْمَامِ
فَصَارَ حِیْنَ افْتِتَاحِ الْاِسْمِ مُفْتَتَحًا حِصْنٌ لِمَنْ عَبَدُوا اَحْجَارَ اَصْنَامِ
نَظَرْتُ فِی الْفَاتِ وَهِیَ اَرْبَعَةٌ مِنْ فَوْقِ اِبْهَامِهٖ مِنْ غَیْرِ اِبْهَامِ
وَجَدْتُهُنَّ لِعَامِ الْفَتْحِ حِیْنَئِذٍ رَقْمًا عَلٰی سَنَةٍ مِنْ مَدِّ اِبْهَامِ
لِلّٰهِ تِلْكَ یَدٌ بَیْضَاءُ قَدْ نَزَعَتْ لِلنَّاظِرِیْنَ فَیَامِنْ مُعْجِزٍ سَامِ
هٰذَا الْبَدِیْعُ مِنَ التَّارِیْخِ اَنْشَاهُ عَبْدُ الْجَلِیْلِ بِتَایِیْدَاتِ اِنْعَامِ

مقصد از ضم کردن سر ابہام بر بیخ خنصر این است کہ شکل لفظ سنہ بہم رسد و چہار الف ہندسہ بالای لفظ سنہ بدستوری کہ معمول کاتبان است پیدا شود۔ و مضمون این تاریخ بزبان فارسی نیز بستہ و قطعہ فارسی بسیار پیشتر اشتہا

یافته ؎

پو شه ابهام زیر خنصر آورد | بورد اسم اعظم در شماره
قلاع کفر شد مفتوح فی الحال | ز تیغ او عدو شد پاره پاره
ز انگشتان شه بر مد ابهام | برابر چار الف کردم نظاره
بعینه بود شکل سال هجری | پی تاریخ تسخیر ستاره
چنین تاریخ گفتن اختراعی است | شد از عبدالجلیل این آشکاره

امیرالامرا سید حسین علی خان هر سال در مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم چراغان مے کرد وشیلان عظمی مے کشید۔ وصلای عام درمے داد وخود آفتابہ گرفتہ بر دست مہمانان آب می ریخت۔ علامہ مرحوم در وصف چراغان مصراع کعب بن زہیر را تضمین کرد کہ ؎

اَضَاءَ رُكْنُ الْاَعَالِي سَيِّدُ الْاُمَرَا | شَهْرَ الرَّسُوْلِ شُمُوْعًا فِيْ غَيَاهِبِهٖ
اَمْسَى الشُّمُوْعُ عَلَى الْحُضَّارِ مُنْشَدَةً | اِنَّ الرَّسُوْلَ لَنُوْرٌ يُّسْتَضَاءُ بِهٖ

ونیز بہ امیرالامرا در تہنیت عید الاضحی نوشت ؎

تَهَنَّ بِعِيْدِ النَّحْرِ يَا مَنْ عَطَاءُهٗ | اَفَاضَ عَلٰى مَنْ حَجَّ جُوْدًا عَوَائِدَا
تَنَسَّكْتَ هَدْيَ الْجُوْدِ فِيْ كُلِّ مَوْقِفٍ | وَاَلْبَسْتَ نَحْرَ الْمُعْتَفِيْنَ قَلَائِدَا

صاحب نہایہ جزری گوید :۔ معتفی بعین مہملہ وفا کسی را گویند کہ طالب فضل و رزق باشد

واین رباعی مستزاد در السنہ اربعہ املا نمودہ ؎

جَاءَ النَّيْرُوْزُ بِالنَّشَاطِ الْاَوْفٰى ۔ فِيْ خَيْرِ قُدُوْمٍ
پھولیں درم بیل لہلہی بن او لہا ۔ تردر رہی جھوم
نیکی کندوز کلدی بزی بولدی یلش ۔ قتلغ بولسوم
چون شہپر طاؤس گل اندر صحرا ۔ آورد ہجوم

در آغاز عہد شباب برخی اشعار ریتیانہ در سلک نظم کشیدہ۔ ترجیع بند ایشان درین طور مشہور است کہ مطلعش این است ؎

منم آن بانکہ و دلیر و اچل　　کز من اُفتاد درجہان کھل بل

ازانجاکہ ارتکاب این اشعار دور از کار محض نظر باستجماع فنون بود۔ وبشان اقدس اصلا مناسبتے نداشت۔ مردم این ترجیع و دیگر اشعار ایشان راکہ ازین جنس است بدیگری نسبت دہند حال آنکہ بلاریب زادۂ فکر ایشان است

دراواخر ترجیع بند اتل تخلص آوردہ۔ و این بیت ہم ازان ترجیع است ؎

شعر بارہ بزاریان دیدی　　ٹھسئہ بلگرام را عشق است

اما حریفان این بیت راہم تغیر دادہ نوعی دیگر ساختہ اند۔

واز اشعار ریتیانہ ایشان است ؎

عدو گر ہمہ تن ز فولاد جکڑد　　ز سرتا قدم ہمچو زنجیر اکڑد
بکف کتی برق بے دھڑکہ پکڑد　　بجز حکم اللہ پشمی نا کڑد

ولہ

ورد خود نام خدا با نام احمد کردہ ام　　دانۂ تسبیح از میم محمد کردہ ام
بجز مژگان ندارد چشم بیمار تو غمخواری　　بلا گردانی برگشتہ مژگانت تماشا کن
شام غم را در سواد نامہ پنہان کردہ ام　　صبح محشر مے دمد از صفحۂ مکتوب ما
بانتظار توای سرو لالہ در گلشن　　ستادہ قہوہ بکف در پیالۂ یاقوت

رباعی

اولاد علی خلاصۂ ابرارند　　چون والد خویش محرم اسرار اند
تحلیل مواد فاسد کفر کنند　　در منفعت مزاج دین جدوارند

رباعی

از بہر محبتِ علی ہستیِ ما ست — گلچینیِ این بہار تر دستیِ ماست

دل ساغر و مہر ساقی کوثر می — از میکدۂ غدیر خم مستیِ ماست

اکنون خامۂ تقریب جو بتحریر احوال سید علی معصوم کہ اسم او در ترجمۂ میر عبد الجلیل ذکر یافت و احوال او در تاریخ نامہا کمیاب است خرامش می نماید

(۱۲۰) سید علی معصوم مدنی

سید علی بن سید نظام الدین احمد بن سید معصوم الدشتکی الشیرازی المعروف بہ سید علی معصوم از مشاہیر اُدبا و صنادید شعرا است۔ مؤلف انوار الربیع فی انواع البدیع و ریاض السالکین شرح صحیفہ کاملہ و حاشیہ قاموس و سلافۃ العصر تذکرۂ شعرا عرب و دیوان شعر۔

خاندان او در شیراز بیت علم و فضل بودہ است و مدرسۂ منصوریہ شیراز منسوب بجد او میر غیاث الدین منصور است کہ از غایت شہرت حاجت بشرح ندارد

و سید علی باضافۂ نام جد قریب خود بہ سید علی معصوم مشہور گردید چون خواہر شاہ عباس ثانی صفوی ارادۂ زیارت حرمین شریفین نمود۔ شاہ عباس۔ میر معصوم را با بیگم ہمراہ کرد کہ بہ تعلیم مناسک حج پردازد۔ در اثناء راہ چون تقریب تعلیم و تعلم درمیان آمد و این معنی بحیلولت ستر بروجہ احسن صورت نمی بست بخاطر بیگم رسید کہ کفوئیت ثابت است چرا عقد نکاح جلوہ گر نشود۔ و حیلولت حجاب برخیزد۔ آخر نکاح انعقاد یافت و بعد زیارت حرمین شریفین از ترس شاہ عباس معاودت وطن متعذر شد و توطن مکہ معظمہ اختیار افتاد۔ و از بطن بیگم میر نظام الدین احمد متولد شد و در مکہ معظمہ نشو و نما یافت۔ و ہمت بکسب فضائل گماشتہ از اقران فائق برآمد

میر معصوم

میر نظام الدین احمد

میر محمد سعید میر جملہ اردستانی وزیر عبداللہ قطب شاہ والی حیدر آباد مبالغ فراوان فرستادہ میر نظام الدین احمد را و سید سلطان را کہ از سادات نجف اشرف بود بہ حیدر آباد طلبید کہ دو دختری کہ داشت آنہا را در سلک ازدواج ہر دو سید کشد- اتفاقاً سلطان عبداللہ را ہم دو دختر بودند سلطان خواست کہ دختران خود را بہ ہر دو سید تزویج کند- میر جملہ بر آشفت و برخاستہ بدرگاہ خلد مکان عالمگیر شتافت- سلطان عبداللہ اول دختری را بہ میر نظام الدین احمد کدخدا ساخت و برای طوی دختر ثانی ساز و سامان ترتیب داد- میر نظام الدین احمد با سید سلطان رنجشے داشت- او و زوجۂ او نمے خواستند کہ ازدواج سید سلطان صورت گیرد- شبی کہ نکاح سید سلطان مقرر شد- میر نظام الدین سلطان عبداللہ را پیغام کرد کہ اگر تزویج سید سلطان واقع مے شود- من بمخالفت شما کمر می بندم- و نزد خلد مکان رفتہ سعی در ہدم بنیان دولت شما می کنم و احمال و اثقال بار کرده مستعد کوچ نشست- سلطان عبداللہ متحیر شد- و ارکان دولت را جمع کرده بمشاوره پرداخت- آخر رای ہمہ برین قرار داد کہ اگر میر نظام الدین احمد می رود فتنۂ عظیم برپا می شود- تزویج سید سلطان موقوف باید داشت- و چون اسباب طوی ہمہ مہیا شده بود- و در تاخیر ضائع می شد ابو الحسن را کہ آخر سلاطین قطب شاہیہ است و با سلاطین قطب شاہیہ قرابتی داشت برای دامادی تجویز کردند- مردم بہ طلب ابو الحسن شتافتند- دران وقت ابو الحسن در تکیۂ بیقیدی نشستہ بود- او را آوردند و بحمام بردند و بخلعت طوی آراستہ نکاح لبستند و موافق ضابطہ توپخانہ را سر دادند- دران وقت سید سلطان در حمام بود- چون صدای توپہا شنید در استفسار افتاد کہ توپہا را چرا سر دادند حاضران کہ ازین ماجرا واقف نبودند جواب دادند کہ سبب ظاہر است کہ امشب شب طوی ست- سید سلطان گفت ضابطہ این است

که تو بخیانه بعد عقد نکاح سر مے دہند- و مردم را برای خبر فرستاد- رفتگان خبر یکه بود آوردند- سید سلطان در آتش غضب اُفتاد- اسباب شادی ہمه سوخت و اسپان را پی کرد- و خود را بدرگاه خلد مکان رسانید-

میر نظام الدّین احمد از دختر قطب شاه فرزندی نیاورد- سید علی از بطن زوجۂ دیگر شب شنبه پانزدہم جمادی الاولی سنه اثنتین وخمسین و الف (۱۰۵۲) در مدینه منوره متولد شد لهذا اورا مدنی می گویند و بکسب کمال پرداخته سرآمد ادباء عصر گردید

وشب شنبه ششم شعبان سنه ست وستین و الف (۱۰۶۶) بقصد حیدرآباد از مکّه معظّمه برآمد و روز جمعه بیست و دوم ربیع الاول سنه ثمان وستین و الف (۱۰۶۸) به حیدرآباد رسید- و باوالد خود ملاقات کرد

وچون سلطان عبدالله از سریر حیات فرود آمد ابوالحسن بر تخت فرمان روائی برآمد و میر نظام الدین احمد ہم بعد یکسال فوت کرد- ابوالحسن در اتلاف متعلقان میر نظام الدین احمد کمر بست و نگاهبانان گماشته راه آمد و شد مسدود ساخت سید علی عریضه بجناب خلد مکان ارسال داشت و ادراک عتبۂ خلافت استدعا نمود- خلد مکان در آن ایام از ہند متوجه دکن بود فرمان طلب سید علی بنام ابوالحسن صادر یافت- ابوالحسن سید علی را با اہل وعیال رخصت داد- سید رخت کوچ بر بسته خلد مکان را در دارالسرور برہان پور ملازمت نمود- پادشاه اورا بعنایات خسروانی نواخت- وبمنصب ہزار و پانصدی سیصد سوار دو اسپه سرافراز فرمود- و در رکاب خلد مکان به اورنگ آباد آمد- وچون رایات خلد مکان جانب احمد نگر ارتفاع یافت- سید علی را بحراست اورنگ آباد مامور ساخت سید مدتے برین خدمت قیام داشت-

پس ازان حکومت ماهور وغیره از توابع صوبه برار تفویض یافت - آخر از حکومت ماهور استعفا نمود و التماس دیوانی برهان پور کرد - درجهٔ پذیرائی یافت - سید در برهان پور رفته بدیوانی پرداخت -

و بعد مرور زمانی از خلد مکان رخصت حرمین شریفین گرفت و با اهل وعیال به اماکن فیض مواطن رفت و از انجا بزیارت عتبات عالیات شتافت و به مشهد مقدس رسید و به صفاهان آمد و سلطان حسین صفوی را ملازمت نمود و التفاتی که مطمح نظر بود نیافت - ناگزیر رخت بوطن اصلی یعنی شیراز کشید - و در مدرسه منصوریه پای اقامت افشرد و عمر را با فادهٔ طلبه بپایان رسانید -

(۱۲۱) شاعر - میر سید محمد سلمه الله تعالیٰ

خلف الصدق حضرت علامی میر عبد الجلیل بلگرامی نور الله ضریحه از وجود همایون سابقا چمن فضلا را بهاری تازه است - و اکنون گلستان فصحا را رونقی بی اندازه

آنجناب در تاریخ چهاردهم شهر ربیع الاول سنه احدی و مائة و الف (۱۱۰۱) به شهرستان امکان رسید - بمنطوق اَلْوَلَدُ الْحُرُّ يَقْتَدِیْ بِاٰبَائِهِ الْغُرّ نسخهٔ جامع اصناف علوم است - و مرآت فضائل و کمالات والد مرحوم خصوص عربیت و لغت و محاضرات که درین فنون رایت یکتائی می افرازد و گوی سبقت از اقران می رباید -

کتب درسی نزد اُستاد المحققین میر طفیل محمد بلگرامی طاب ثراه گذرانید و کمالات کثیره از والد ماجد خود اندوخت -

پدر گرامی را نسبت به فرزند ارجمند ورای شفقت اُبُوّت عنایتی و محبتی خاص بود - درحینیکه علامهٔ مرحوم از بهکّر به دار الخلافه شاهجهان آباد عطف عنان نمود میر سید محمد را نزد خود طلبید و متقارن آن مسرعی را فرستاد که چندی توقف باید کرد - و انتظار طلب

مثنی باید کشید۔ میر در جواب قلمی فرمود کہ " لَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ حَتّٰی یَأْذَنَ لِیْ اَبِیْ "

علامۂ مرحوم ازین جواب حظی کرد۔ واین رباعی رقم زدۂ کلک جواہر سلک ساخت کہ ؎

تا یَأْذَنَ لِیْ اَبِیْ بہ خطت دیدم   گلہای طرب از چمنِ دل چیدم

از غایتِ اہتزاز پروانہ صفت   ای شمع پدر گرد سرت گردیدم

در اواخر عہد محمد فرخ سیر علامۂ مرحوم خود مستعفی شدہ خدمات بھکر و سیوستان را بنام ولد ارشد گرفت۔ جناب میر سید محمد در سنہ ثلث وثلثین ومائۃ والف (۱۱۳۳) بہ محل خدمات رسید۔ ومسند حکومت را از ابتدا تا انتہا بشیوۂ تدین وحسن معاملت رونق بخشید۔ وضیع وشریف آن دیار تا الآن یاد می کنند۔ وسبحۂ ذکر خیر وحسن جمیل می گردانند۔ میر در سنہ ثلث واربعین ومائۃ والف (۱۱۴۳) کاتب الحروف را بہ سیوستان نائب گذاشتہ خود بدار السلام بلگرام تشریف برد وچندی در وطن گذرانیدہ بنا بر تخللی کہ در خدمت راہ یافتہ بود بہ دار الخلافہ شاہجہان آباد حرکت کرد وبتوسل بعضی امرا آن خلل را دفع ساخت۔

ودر سنہ خمس واربعین ومائۃ والف (۱۱۴۵) کرت ثانی بہ سیوستان تشریف آورد۔ وبندہ را در اواسط سنہ سبع واربعین ومائۃ والف (۱۱۴۷) رخصت ہندوستان فرمود۔ وخود بمراسم خدمت مرجوعہ بدستور قیام نمود تا آنکہ نادر شاہ بر دیار سندھ مسلط گردید۔ وسررشتہ خدمات پادشاہی گسیخت۔ اما خدایار خان مرزبان سندھ میر را نگذاشت۔ وباعزاز واکرام تمام در سیوستان نگاہ داشت۔ واز جانب خود خدمتہا بتقدیم رسانید۔

وچون ہنگامۂ نادرشاہیان دران دیار گرم شد۔ واوضاع ملک بر نسق سابق نماند۔ خاطر اقدس از اقامت آنجا برخاست واز خدایار خان نخواہ نخواہ رخصت گرفت وبیست وپنجم رمضان سنہ خمس وخمسین ومائۃ والف (۱۱۵۵) از سیوستان برآمد۔

و از راه مارواړ متوجّه وطن شده - بعد طی مراحل ببیست و هفتم محرم مکرم سنه ست وخمسین ومأته و الف (۱۱۵۶) بوصول **بلگرام** مسرت اندوخت -

میر طبعی وقاد و ذهنی نقاد دارد - وچون از مطالعهٔ کتاب بازمی پردازد عنان اندیشه به وادی سخن عطف می سازد - مهارت زبان عربی وفارسی و هندی از حد افزون است واشعار السنهٔ ثلاثه درخزانهٔ حافظهٔ عالی از حصر بیرون - سخن را اکثرا دفات موزون می کند وجواهر آبدار در سلک نظم مے کشد - این چند بیت از دیوان سامی بتحریر مے آید ؎

فروغِ هاله بخش ای ماه سیما خانهٔ مارا | زنورِ جلوهٔ خود رنگ کن کاشانهٔ مارا

دل در خمِ گیسوی نگار است به بینید | دردام محبّت چه شکار است بینید

نیست درعالم دون غیرِ هوس کار دلت | هست این طول امل رشتهٔ زُنّار دلت

محو گشتم چون حُباب وعین دریا یافتم | چشم پوشیدم ازین عالم تماشا یافتم

دران گلشن که سروِ قامتِ جانان شود پیدا | بجایِ طوق قمری دیدهٔ حیران شود پیدا

پیش مهرِ رخت قمر معلوم | نزد قندِ لبت شکر معلوم

یار دور است و کوه غم حائل | آفتاب آن طرف سحر معلوم

می کُشد غمزهٔ جگر دوزش | پیش تیرِ قضا سپر معلوم

از نگاه دو چشم میگونت | بی خبر گشته ام خبر معلوم

در تمنای وصل او شاعر | حلقه گشتیم پا و سر معلوم

مگر از چشمهٔ آئینهٔ آب خنجرش باشد | که از حیرت طپیدن شد فراموش بسمل مارا

دستم مگیر گرچه ترا بازوی قوی است | پایم رسیده است بسنگی که واه واه

هیچ محبوبی ندارد این قدر رنگِ حیا | بعد سالی می نماید روی خو دیکبار گل

(۱۲۲) **آوارهٔ دشت ایجاد فقیر (میر غلام علی) آزاد**

الحسینی نسباً والواسطی اصلاً والبلگرامی مولداً ومنشأً والحنفی مذهباً والچشتی طریقةً

پیشنهٔ دریوزهٔ گر کوچهٔ فقر است - و ریزهٔ چین مائدہ فضلا - درین مقام خود را بحاشیهٔ محفل سخن سرایان می کشد - و شکستہ ناخنی بتار نفس گسستہ می زند -

من مقیم کوچهٔ نادانی - و آئینہ وار صورت حیرانی - مدتی بر آستانِ سخن نشستم - و کمر در خدمت کلام موزون بر بستم - چندگاه است کہ مرآت ضمیر را از صور خیالی پرداختہ ام و از بیت سخن بابیت الحزن یعنی ما تمکدهٔ هستی خود ساختہ - اما موزونیت فطری احیانا سلسلهٔ فکر می جنبانا - و دماغ از کار رفتہ را بصدائی قلقلی مے رساند - تا بجای کہ در عالم مثال هم گاهی خیال موزونی جلوه می کند چنانچہ در عشرهٔ اخیر رمضان کثیر الفیضان سنہ احدی وستین ومائة والف (۱۱۶۱) مزاجِ بنده را وحشتی بهم رسید - بخاطر اُفتاد کہ از همہ قطع نظر باید کرد و بار دیگر سری بدیار عرب باید کشید - و این داعیہ بمثابهٔ قوت گرفت کہ عنقریب بود کہ از ممکن قوت بجلوه گاه فعل خرامد - ناگاه شب بیست وهفتم ماه مذکور طرف سحر در عالم رویا اندیشہ متوجہ شعر گردید - بیتی موزون ساختم ومعاً از خواب بیدار شدم - بیت بیاد ماند و آن این است ؎

چہ خوش گفت گوینهٔ نامدار مکش دست از دامنِ روزگار

لختی بہ تامل رفتم - دانستم کہ گوینده سروش غیبی است ومخاطب بنده - امتثال امر غیب واجب دیدم وارادهٔ کہ تصمیم یافتہ بود فسخ نمودم - وسرِّ الهام آن است کہ حجی کہ فرض بود بیش ازین بتقدیم رسید - اگر دست از دامن علائق ظاهری می کشیدم و بتحصیل نافلہ شتافتم - چندین حقوق واجب الادا فوت مے شد ع

ترک واجب نتوان کرد پےِ نافلہا

من بی مایہ را چہ شایستگی کہ در صفِ صاحب کمالان سر توانم افراخت - وطرح همزبانی با طوطیان چمن فصاحت توانم انداخت - عمرها در جلو دل دیوانہ گشتم - بجاے نرسیدم سالها در پےِ کاروان نالہ اُفتادم بمقامی سر نہ کشیدم - اما سهارا با وصف کم زبنگی

دربزم کواکب اذن نشستن دہلال را باوجود دریوزہ گری پہلوی آفتاب رخصت کلاہ شکستن ہست۔ باین دستاویز قدم جرأت پیش مے گزارد۔ وحرفی چند از خود بریاران کرم فرماعرض می دارد۔

فقیر حقیر در تاریخ بیست وپنجم ماہ صفر سنہ ست عشر ومائۃ والف (۱۱۱۶) لباس ہستی پوشید۔ ودرریعان آگاہی سررشتۂ تحصیل علوم بدست آورد۔ وکتب درسی از بدایت تانہایت درحلقۂ درس استاذ المحققین میرطفیل محمد بلگرامی طاب ثراہ گذرانید۔ و لغت وحدیث وسیر نبوی وفنون ادب از خدمت قدسی منزلت جدی واستاذی حضرت علامی میر عبدالجلیل بلگرامی طاب مضجعہ اخذ نمود۔ وعروض وقافیہ .... وبعض فنون ادب از خدمت والا درجت میر سید محمد خلف الصدق علامۂ مرحوم مرقوم تلمذ کرد۔

ودرسنہ سبع وثلثین ومائۃ والف (۱۱۳۷) شرف بیعت جناب مستطاب سید العارفین میر سید لطف اللہ بلگرامی قدس سرہ اندوخت۔

ناگاہ بوی از عطر توفیق بہ دماغم رسید۔ وشوق گلگشت حرمین شریفین زادھما اللہ شرفاً وکرامۃً ازجا برد ودرسنہ خمسین ومائۃ والف (۱۱۵۰) مطابق کلمہ "سفر خیر" ازخطۂ بلگرام محمل سفر حجاز میمنت طراز بربست۔ ودرسنہ احدی و خمسین ومائۃ والف (۱۱۵۱) مطابق کلمہ "عمل اعظم" بزیارت حرمین شریفین سعادت نشأتین حاصل کرد۔ ودر مدینہ منورہ علیٰ منوّرِھا الصلوٰۃ والتحیۃ بخدمت شیخنا ومولانا الشیخ محمد حیات السندھی المدنی الحنفی قدس سرہ صحیح بخاری قراءت نمود واجازت صحاح ستہ وسائر مفردات مولانا فراگرفت۔ ودر مکہ معظمہ صحبت شیخ عبدالوہاب الطنطاوی المصری دریافت۔ وبرخے از فوائد علمی کسب نمود۔

شیخ عبدالوہاب الطنطاوی

شیخ عبدالوہاب نوّر اللہ مرقدہٗ سرآمد علماء عصر ونزیل مکہ معظمہ بود۔ وہمیشہ

به نشر لوامع علوم می پرداخت و در سنه سبع و خمسین و مأته و الف (۱۱۵۷) به جنة المأوی خرامید- و در جنت معلی آرامش گزید- شیخ عبد الوهاب علیه الرحمه اشعار عربی فقیر را بسیار تحسین کرد- و هرگاه آزاد تخلص بنده شنید و معنی آن را فهمید- فرمود "یَا سَیِّدِی اَنْتَ مِنْ عُتَقَاءِ اللّٰهِ" و ازین نفس مبارک حضرت شیخ که در حق این سراپا گرفتار سرزد امیدوار یها دارم-

فقیر در فن شعر عربی تلمیذ میر عبد الجلیل است - و شاداب افاضهٔ این سلسبیل برخی از قصائد خود در دفتر اول ثبت ساخته- و با وصف بینوائی قانونی به آهنگ حجاز نواخته-

القصه در سنه اثنتین و خمسین و مأته و الف (۱۱۵۲) مطابق کلمه "سفر بخیر" جانب همت عطف عنان نمود- و از راه بندر سورت سری به دیار دکن کشید- و ببیست و هفتم ذی القعده همان سال وارد خجسته بنیاد گردید- و دست به دامن انزوا زد

بعد چندی دویم رمضان سنه اربع و خمسین و مأته و الف (۱۱۵۴) جاذبهٔ سیاحت از جا در آورد- و قلعه محمد آباد بیدر را دیده چهارم محرم سنه خمس و خمسین و مأته و الف (۱۱۵۵) وصول حیدر آباد سرمایهٔ آرامش رسانید- و نوزدهم صفر سال مذکور از انجا برآمده پانزدهم جمادی الاولی همین سال سواد خجسته بنیاد چشم اشتیاق را سرمه کشید-

و در سنه ثمان و خمسین و مأته و الف (۱۱۵۸) نواب نظام الدوله شهید از جانب پدر والاگهر نواب آصفجاه بصوبه داری اورنگ آباد مامور گشت و نواب شهید را با فقیر ربطی خاص بهم رسید و در سال دیگر نواب آصفجاه از حیدر آباد درایات بند و بست مهمات ملکی برافراخت و عنایت نامه طلب حضور بنام نواب شهید صادر شد- نواب شهید کمندی به تسخیر فقیر افگند- و حسن خلقی بجا آورد که با وصف آزاد بودن اختیار دام محبت لازم افتاد و ببیست و هفتم ذی القعده سنه تسع و خمسین و مأته و الف (۱۱۵۹) توسن کوچ از اورنگ آباد بجولان در آمد- و تا مقام "سری رنگ پتن" که دار الاقامت

راجۂ میسور است تماشا کردہ۔ غرۂ صفر سنہ احدی وستین و مائتہ والف (۱۱۶۱) قدم جادۂ پیمار اگل زمین اورنگ آباد دست داد

ودرین سال گلگشت دار السرور برہان پور وصف عنان جانب اورنگ آباد واقع شد و در سنہ اثنتین وستین و مائتہ والف (۱۱۶۲) کرت ثانی سفر برہان پور پیش آمد۔ وتا کنار آب نربدا سیر کردہ رجوع بہ اورنگ آباد صورت بست۔

وچہاردہم شوال سال مسطور دست قضا سلسلۂ نہضت ارکات جنبانید یک سال وچند ماہ دران الکہ بسر رفت۔ و در ارکات نسخہ ”شمامۃ العنبر فیما ورد فی الہند من سید البشر“ از دریای فکر بساحل قرطاس رسید۔ آخر الامر نواب نظام الدّولہ بہ سعادت شہادت فائز گشت نوعی کہ در ترجمہ نواب سمت گذارش یافت

وبعد شہادت نواب خاطر ازان ملک برخاست وپانزدہم جمادی الاولی سنہ اربع وستین ومائتہ والف (۱۱۶۴) نزول خجستہ بنیاد نشاط را عروجے بخشید۔

فلک ہمیشہ خرام باز تقریب سفر برانگیخت ونہم رجب سنہ خمس وستین ومائتہ والف (۱۱۶۵) خانۂ زین آباد ساخت وہفتم شعبان سال مذکور وصول بہ حیدر آباد نقش بست۔ شانزدہم ذی القعدہ ہمین سال جرس راحلہ صدای رحیل برداشت۔ پنجم ذی الحجہ معمورہ خجستہ بنیاد خاطر را بسرور معمور ساخت

حق سبحانہ علیم است کہ ہلال وار مقصود ازین سیر وسفر تن پروری باشد حاشا و کلا بلکہ مانند بدر منظور شکست نفس بود۔ چندی طریقۂ آب روان اختیار افتاد کہ مشت گیاہی بہ نشو ونما درآید۔ ولختی روش باد صبا پسند آمد کہ غنچہ چند لب بہ تبسّم کشاید اُمیدوارم کہ این سیاحت پای شکستہ را دستگیری کند وقلم وسیر فی اللہ را جادہ مستقیم شود وَمَا ذٰلِکَ عَلَی اللہِ بِعَزِیْزٍ۔

اکنون برخی ترہات از دیوان خود بترتیب ردیف بعرض سخن سنجان مے رسانم و بضاعت مزجاتی از نظر عزیزان مصر مروت مے گزرانم تا عیب را بہ قیمت ہنر گیرند- و مہرۂ گل را بہ بہای گوہر بہ پذیرند عرض بندہ بدرجۂ قبول رساد- و روی ناکامی بہیچ وجہ بیناد-

صاحب نقال حسب حال گوید ؎

تمام عیبم و خوبان خریدہ اند مرا | زحسن خلق بزر بر کشیدہ اند مرا
اگرچہ لالۂ روئیدہ خارج از چمنم | برائی گوشۂ دستار چیدہ اند مرا
جماعتی کہ خزف را بہ نرخ زر گیرند | بچشم مرحمتِ خاص دیدہ اند مرا
کمند جاذبۂ دوستان اسیرم کرد | وگرنہ صورتِ رم آفریدہ اند مرا
عجب عنایتِ ممتاز دیدہ ام آزاد | بداغ بی ہنرے برگزیدہ اند مرا

برار از مد بسم اللہ تیغ خوش مقالی را | مسخر کن سوادِ اعظمِ نازک خیالی را
خیالِ نازک از جوشِ نزاکت راز دل باشد | نباشد جز کرامت فہم کردن فکر عالی را
چوآن زلفی کہ بعد از شانہ کردن یار بربندد | بجمعیت رساند صبر من آشفتہ حالی را
نگاہی ہست چشم یار را با چشم گریانم | کہ مستان دوست می دارند ابرِ برشکالی را
دلِ ویرانۂ آزاد را آباد کن یا رب! | پری زادی کرم فرمای این مینای خالی را

باشد گلِ بہار سخن یادگارِ ما | این لعل بےبہاست چراغِ مزارِ ما
امروز مدح گسترِ ما کیست جز قلم | دم مے زند ز جوہرِ ما ذوالفقارِ ما
ای وای رنگ و بوی چمن کرد عاریت | کم فرصتے ز زندگیے مستعارِ ما
آخر شود کمند غزالِ رمیدۂ | آزاد رشتۂ نگہِ انتظارِ ما

ہمان آغاز باشد منتہای سیر کامل را | تمنای کند بارِ دگر غواص ساحل را
چہ سان راز شہیدان گل کند از سبزۂ تیغش | کہ چون برگِ حنا در خویش دزدد خونِ بسمل را

دهانش جستم و آخر نشستم با زنخدانش | لبِ چاهی غنیمت می شود گم کرده منزل را
سرِ شوریدهٔ من طرفه اوجی داشت در طالع | که در وقتِ جدا کردن بپای افتاد قاتل را
بهارِ این چمن آزاد آخر رنگ می بازد | چو شبنم از جهانِ رنگ و بو بربند محمل را

ای نمک بر زخم دل از لعل خندانِ شما | صبح محشر داغ از شور نمک دانِ شما
تشنهٔ ما را به آسانی توان سیراب کرد | بوسهٔ کافی ست از چاهِ زنخدانِ شما
بر جبین چینِ عتابِ تازه آید در نظر | تا چه رفت از من خطا ای من بقربانِ شما

بر دار از خویش شوخیهای طفلان هوشیاران را | سپاهِ ناز با شد در جلو این نیسواران را
مزاجِ کم کسی بر الفتِ اول بجا ماند | بروزِ بیکسی سنجیده ام بسیار یاران را
قیامت می کند سنگی که از کوهِ بلند افتد | مبادا خشم در جنبش در آرد بردباران را

اگر بخاطرِ عاطر بود شهادتِ ما | ز دست و تیغ تو مردن زهی سعادتِ ما
بشهدِ خنده برآمیخت ترشیِ دشنام | انار میخوشِ او بیش کرد رغبتِ ما
سزای ماست که بیداد می کنی جانان | دلیر کرد ترا شیوهٔ مروّتِ ما
کشود مشتریِ ما گره ز دشنامی | مگر همین ز رنا رائج است قیمتِ ما
گریستیم من و شبنم آنچنان آزاد | که گل بخونِ جگر غوطه زد ز رقّتِ ما

ندانستند خوبان آه قدرِ الفتِ ما را | تلف کردند بی تقصیر حقِّ خدمتِ ما را
سرت گردیم قربانت شویم ای قبلهٔ عالم | که می سازد روا جز آشنا نت حاجتِ ما را

بر خاطرِ وحشت زده حقی ست الم را | صیاد شبانی کند آهوی حرم را

نمودم صرفِ خلاصِ فقیران همتِ خود را | بخاصانِ الهی عام کردم الفتِ خود را
چرا ای گوهرِ شهوار می غلطی بهر پهلو | چنین ارزان نکردی گر شناسی قیمتِ خود را

رفت ز وعده سالها چند کنم حساب را | وعدهٔ سال بیش نیست دورهٔ آفتاب را
مردم عمده بیشتر حرف زنند بکهت | هست سواد یکطرف سرورقِ کتاب را

حالتِ خویش گفتمش از سرِ ناز گفت بس
کو ندهد مرا و من بنده ام این جواب را

نرگسِ او بجا کشید سرمهٔ دلپذیر را
خوب کمند وحدت است مردم گوشه گیر را

شد جاذبهٔ حضرتِ گل داد رسِ ما
آویختهٔ صیّاد ز گلبن قفسِ ما

زطرزِ شوخیِ آن نرگسِ بیمار دانستم
توان کردن بزورِ ناتوانی پهلوانیها

شاخ برهنه تیغ زند موسمِ خزان
یک برگ سبز زیرِ سپر می کشد مرا

تا غلامِ قدِ تو من شده ام
سرو آزاد گفته اند ترا

کار بی اُجرت نمی آید ز دنیا دوستان
می ستاند حقِ خود سنگِ محک هم از طلا

دست و پا گم کردهٔ چون کاروانِ سبحه ایم
هر قدم در ره بزورِ سینه مے غلطیم ما

دارد بباغ جلوهٔ مستانه عندلیب
از دست شاخ گل زده پیمانه عندلیب

هر غنچه خوابگاهِ پری زاد نکهت است
دیوانه شد ز جوشِ پری خانه عندلیب

بروی یار عقیق دهن بود نایاب
ز خامه ماند درین نسخه سرخیِ هر باب

ای عزیزان نرگسِ خوبان زیارت کردنی است
حالتی دارد ز بیماری عیادت کردنی است

برنمی دارم نظر یک لحظه از لعلِ لبت
آنچه می خواهم تو می دانی عنایت کردنی است

حالِ ما آشفتگان تقریر کردن خوب نیست
این پریشان خواب را تعبیر کردن خوب نیست

دور باید داشت از چینها گشادِ جبهه را
بابِ حسن خلق را زنجیر کردن خوب نیست

گرد رخسارِ بتان چون زلف گشتن عارِ ماست
گرد خود گشتن برنگِ چشمِ ایشان کارِ ماست

خوبرویان می توان آزاد را آسان خرید
بیع کردن مفت خود را رایجِ بازارِ ماست

حرفی که آشنای قلم شد جهان گرفت
این طفل نیسوار زمین و زمان گرفت

خلقی ز حالِ گوشهٔ ابروی او گریست
ناحق سر بریده ز تن باکمان گرفت

سرمه آلودهٔ نگاهِ تو عجب عربده جوست
تشنهٔ خونِ دلِ شیر زبانِ آهوست

روز بد حاجتِ اشراف به دونان افتد
تکیه گاهِ سرِ لبریز تفکر زانوست

تجرید دوست راه بآن آستانه یافت — تیری که کند جامهٔ ناوک نشانه یافت

دلی که آینهٔ مهر احمدِ عربی است — درون خانه چراغی و شیشهٔ حلبی است

ریاضتی کش و دریاب لذتِ عرفان — که آب را مزهٔ خوش بقدر تشنه لبی است

ادای طاعتِ روشندلان بسمتِ فناست — که قبله مشرقیان را بجانب غربی است

اگرچه خاک شدم اضطرب من باقی است — که پیچ و تاب رسن بعد سوختن باقی است

مانیِ نازک قلم نقشی زچشمِ مست بست — چون نظر افگند بر محرابِ ابرو دست بست

خاکم تمام سوخت بجای رساندنی ست — این مشت تخم لاله بباغی فشاندنی ست

شب که یادِ ماه سیمائی دلم اندیشه داشت — ریخت هر اشکی که از چشمم پری در شیشه داشت

آن مسی مالیده دندان آفتِ جان بوده است — در تبسم بر سرِ داغم نمکها سوده است

سرفراز آن جهان باشد ذلیلِ این جهان — حرف ختم صفحهٔ تاراج صفحهٔ آینده است

گر نداری نظرِ رحم بمن بر خود کن — مشکن ای جان دلِ آباد که این خانهٔ تست

دوش ما را اگر دلِ بسمل چادرِ کوتاهِ او — می کشیدے از حیا هر سو نمی آمد درست

زده ام بر سرِ جهان پاپوش — بی سبب این برهنه پائی نیست

زتصویرِ مجسم مے توان یافت — که این عالم نمودار است و هیچ است

عروج بیخبران است مایهٔ وحشت — نمی رسند بهم هر دو شاه در شطرنج

می پرستِ من نه از پیرِ مغان گیرد قدح — از کفِ آن نوجوانِ مهربان گیرد قدح

کار دانا نیست در ایامِ غم ناخوش شدن — وقت نرگس خوش که در فصلِ خزان گیرد قدح

ترا ز پرتوِ رخسار خود گریبان سرخ — مرا ز دیدهٔ تر آستین و دامان سرخ

فتاده است بزنجیر آتشین کارم — که زلف او شده از چهرهٔ درخشان سرخ

کسی چه رنگِ اقامت درین زمین ریزد — نشد ز آبلهٔ خار این بیابان سرخ

وجود اہل کمال است زینتِ هر شهر — زفیض لعل بود چهرهٔ بدخشان سرخ

سرکشی سرمایهٔ نقصان دولت می شود　　نیشکر را بند بالا کم حلاوت می شود
ناتوانی خلق خوش را با عبادت جمع کن　　سبحهٔ صندل ز صندل بیش قیمت می شود

چشم بیباک تو بسیار سیه کار افتاد　　آن قدر باده کشی کرد که بیمار افتاد
می شناسد نگهش بسمل خود را از دور　　حیرتم گشت که این مست چه هشیار افتاد
یاد پرواز بگرد دل او پر نزند　　عندلیبی که بدام تو گرفتار افتاد

در بیابان جنون گرم فغانم کردند　　جرس قافلهٔ ریگ روانم کردند
مایهٔ عمر اگر هست برای سخن است　　شمع سان پیکر من صرف زبانم کردند

خانه آرایان دنیا کار بیجا کرده اند　　از کتانها خیمه در مهتاب برپا کرده اند
بی دماغیهای آن گل را نمی دانم سبب　　عندلیبان چمن شاید که ایما کرده اند

تشنهٔ خون چمن قابل کشتن باشد　　که گل چیده ز گلبن سر بی تن باشد
گرچه از صلب قلم نامه شود آبستن　　در قبول سخن شوق ستردن باشد
آهوان را روش ناز که آموخته است　　حسن بی ساختهٔ آزاد چه احسن باشد

روزی که قضا فرصت عمر شررم داد　　تا چشم کنم باز نوید سفرم داد
نقشی ست عجب دائره هندی خطش　　کز سایه خورشید جمالش خبرم داد
والله که من قابل پرواز نبودم　　دل گرمی آن شمع وفا بال و پرم داد

دوش صد دست دعا در هر خم موی تو بود　　لیلة القدری که می گویند گیسوی تو بود
شب زما آواز پا ز دیدنت سودی نداشت　　نکهت گل فاش از خاک سر کوی تو بود

نقش حسن روزافزون ترا مانی کشید　　ساعتی نگذشت تا دیدم پشیمانی کشید
می توان وحشی مزاجان را بنرمی رام کرد　　خامهٔ مو دامن خوبان به آسانی کشید

هر که چون نرگس خوبان در میخانه زند　　می و ساغر همه خود گردد و پیمانه زند
حسن در زینت خود صرفهٔ عاشق نکند　　شمع در جیغهٔ زرین پر پروانه زند

سرِ گیسوی تو گردم بتو نقصانی نیست | دستِ آزاد اگر زلفِ ترا شانه زند

خط برُ رخِ زیبا نه پسندید بجا کرد | این صفحه غلط بود تراشید بجا کرد

خط روشنیِ محسن ترا بود حجابی | مقراض گل از شمعِ تو برچید بجا کرد

شکوهِ خال بروی حبیب باید دید | ستاره سوختهٔ خوش نصیب باید دید

شب که ساقیِ مجلس آرا بر کنارِ آب بود | دخترِ رز جلوه گر در چادرِ مهتاب بود

به پیشِ پای قاصد نامه افگندن ادا دارد | که دستی خاکساری در وصولِ مدعا دارد

نقش و نگارِ دنیا سیرِ بهشت دارد | اما چو پای طاؤس انجام زشت دارد

خطِ مشکین خالِ رخسارِ ترا بر سر رسید | فوج هندستان به تسخیرِ ملک عنبر رسید

مردمِ سر حلقه را حرص فزون تر بود | مقری تسبیح را رشته مکرر بود

این دلِ نو عشق یاد چشم دلبر می کند | طفل نو آموز درسِ صاد از بر می کند

شب از عتاب نرگسِ او دل دو نیم بود | بستم لب از سخن که مخاطب سقیم بود

مرا بحالتِ فقر آسمان نمی پرسد | که تیرِ ریخته پر را کمان نمی پرسد

دل در برِ من چه سان نشیند | او پهلوی دل ستان نشیند

فراهم گشت سامانِ بلا طرحِ قیامت شد | قیامت بر زمین یک سرو قد بالید قامت شد

خبر رساند عزیزی غرور یار نماند | بگفتمش که درست است گفت خط آمد

چون دو یکدل که در آئینه بهم جلوه کنند | صحبتِ ما و تو صد حیف دمی بیش نبود

مرا به عربده کشتی و باز آمدهٔ | فدای ناز تو گردم دگر چه خواهی کرد

بیک کرشمه عجب ناخنی بدل زدهٔ | هنوز ماه نوی بیشتر چه خواهی کرد

حذر ز آفتِ ممنونِ خویش باید کرد | که آفتاب ز بیداد ماه می گردد

مرا ز قبله نما این سخن یقین گردید | که خضرِ راه شود سنگ گر خدا خواهد

مرا آزاد و صبحِ پرتوِ خورشید خوش آمد | سحر گر بر زمینی می نشیند شام برخیزد

زمانه جلوه کند هر نفس بحالِ دگر پیاله نوش و مکش انتظار سالِ دگر
قدِ تو نشو و نما کرد در دلِ خوبان چون آن نهال که روئیده در نهالِ دگر
چه باغبانیِ دلخواه کرد دخترِ رز که داد آن گلِ سیراب را جمالِ دگر
زن بود در زبانِ هندی نار وَقِنَا رَبَّنَا عَذَابَ النَّار

همتِ والایِ زلفِ او تماشا کردنی ست در پریشانی چه خورسند است از عمرِ دراز

در رکابِ محملِ معشوق خاموشیم و بس ناتوانان از کجا یابند فریادِ جرس
این چنین صیّاد ظالم هیچ مظلومے ندید وقت گل پوشید از برگِ خزان روی قفس

مرا در اضطراب طرفه دارد تندیِ خویش که همچون شاخِ آهو پیچ و تابی خورده ابرویش
بقربانت روم پایِ تو بوسم مرحبا ای دل که می آئی ز سیرِ لیلة المعراج گیسویش
زدم بر دست او گر بوسهٔ گستاخ معذورم مرا تعلیم شوخی می دهد تعویذ بازویش

چه می پرسی ز حالِ نسخهٔ دل چیست تحریرش کتابی در بغل دارم که قرآن است تفسیرش
ز ابرویِ تو می آید گرفتن کشورِ دل را نه هر صاحبقرانی مے تواند کرد تسخیرش
درین صحرا سرِ شورافگنی مجنونِ ما دارد توان وا کرد قربانت شوم یکبار زنجیرش
سعادتمند بیند زلف مشکینِ تو در رویا که چون در خواب آید اژدها گنج است تعبیرش
ز قاتل نیست امیدِ رهائی جان شیرین را که می آرد برون مانند طوطی بال شمشیرش
هلاکِ حیرتم از شوخیِ ناز آفرین طفلے کند صد رنگ بازی در زمینِ صفحه تصویرش
سرت گردم شنو از قاصدِ آزاد پیغامے چه مضمونها که ظاهر می شود از طور تقریرش

اشک بیتاب کند در دیده صبح و شام رقص می کند این طفل نادان بر کنارِ بام رقص
گرد بادم کار من دیوانگی آشفتگی است می کنم یکدست از آغاز تا انجام رقص
دُرِّ غلطان وجد در گردِ یتیمی مے کند کار روشن دل بود در کلفتِ ایام رقص
نسبتِ تام است با طاؤس نخچیرِ ترا بال افشان می کند در حلقهای دام رقص

حالِ منِ درویش به سلطان که کند عرض — از مور بیا می به سلیمان که کند عرض
در کوچهٔ این شهر مرا تنگ گرفتند — بیتابی مجنون به بیابان که کند عرض
عمریست که یک خانه نشد قسمتِ پایم — حرمانِ غریبی به مغیلان که کند عرض
از دل شکنی حالتِ ظالم شود ابتر — این حرف بآن زلفِ پریشان که کند عرض
آزاد ازین باغ بچینند گلِ رعنا — یکرنگیِ اورا به عزیزان که کند عرض

در عاشقی ز یار ادا کرده ایم شرط — خود را بخون نشانده حنا کرده ایم شرط

بر روی یار طرهٔ ممتاز کن لحاظ — بسم اللهِ صحیفهٔ اعجاز کن لحاظ
در خاک رفت و چهرهٔ آسودگی ندید — انجام کار گریهٔ غمّاز کن لحاظ
مردان ز خاک هم خبرِ آسمان دهند — فالِ کلام حافظِ شیراز کن لحاظ

سخن روشنگرِ آئینهٔ جان است در واقع — چراغ مشهدِ طوطی نوایان است در واقع
نظر کن صبح نوروزی که افتد روز عاشورا — نشاط و غم بهم دست و گریبان است در واقع
برهمن از درِ بتخانه بے جا کام می جوید — بجای خویش بت هم سخت حیران است در واقع
گل مغرور را گلچینِ منصف سر برید آخر — نگاهِ عجز بلبل تیغ عریان است در واقع

زخال گوشهٔ آن چشم سخت مے ترسم — که هندوئی شده با کافرِ فرنگ رفیق

کسی چگونه شود آشنایِ نشهٔ تاک — غذائی دوزخیان است آبِ آتشناک

دل از خیالِ مهوشان یک شهر سامان در بغل — این شیشه باشد دیدنی دارد چراغان در بغل
روز قیامت هر کسی در دست گیرد نامهٔ — من نیز حاضر می شوم تصویرِ جانان در بغل
تا وا کند بادِ صبا فالی برایِ مقدمت — آمد به گلشن شاخ گل از غنچه قرآن در بغل
شهرِ نکویان دیده ام خوانند درسِ حسنِ خود — جای کتاب آئینه هر طفلِ دبستان در بغل
از دستِ موجِ اولین بی طاقتیها مے کنی — دارد حباب آسمان بسیار طوفان در بغل
از مردیِ طبعِ جهان واماند خلق از کارها — گیرند مردم دستها فصلِ زمستان در بغل

آزاد با این دردِ دل آرد اگر رو در چمن   پوشیده قمری را کند سروِ خرامان در بغل

در عدم از جلوهٔ حسنت خبر مے داشتم   دیده را محوِ تماشایِ کمر می داشتم

کرد آخر ناتوانیها ز صیادم خجل   می پریدم تا قفس گر بال و پر می داشتم

تحفهٔ شایستهٔ احباب از اقلیم فقر   گر نه این دستِ دُعا بودی چه بر می داشتم

از کمانِ بحث کج هر جا خدنگی سر کشید   پیش رو از مُهر خاموشی سپر می داشتم

خاکساری صندلی مالید بر پیشانیم   ورنه از سودای رفعت دردسر می داشتم

حسن او نادیده شورِ عشق در سر داشتم   از عدم مانند گوهر دیدهٔ تر داشتم

هر کسی برداشت چیزی را ز اسبابِ جهان   من ازین دنیای فانی دست را برداشتم

نامهٔ سوزِ مرا حاجت بوا کردن نشد   داغ صد طاؤس بر بالِ کبوتر داشتم

دامانِ وحشتی ز جهان بر کمر زدم   چون بوی گل شکسته قفس بال و پر زدم

تا آمدم چو غنچهٔ نرگس درین چمن   چشمی کشادم و گلِ حیرت بسر زدم

بیادِ چشم او در انجمن دیوانه گردیدم   ز جا برخاستم گرد سرِ پیمانه گردیدم

به پیشِ غیر با من نامناسب دید آمیزش   زاندازِ نگاهی یافتم بیگانه گردیدم

کجا در بزم من آن شمع بی پروا قدافرازد   خیالش در نظر آوردم و پروانه گردیدم

چو سایه در قدمِ سرو سرفرازِ توام   مرید سلسلهٔ گیسوی درازِ توام

من از جناب تو دستِ حمایتی خواهم   چراغ سوختهٔ داغ جانگدازِ توام

نگاهِ تست به آزاد بیش از دِگران   غلام معتقدِ حُسن امتیاز توام

شبی که گم شده آن آفتاب از نظرم   ز اشک ریزیِ مژگان ستاره می شمرم

ز من جُدا شده دل رفت در پیِ دهنش   ازین مسافرِ راهِ عدم نشد خبرم

تو آفتابی و من ماه بی نصیب محاق   بیا درین دو سه شب بیتو داغ شد جگرم

شبِ وصل است گیرد اشکِ شادی راه دیدارم   چه باید کرد- افتاد است با طفلی سرو کارم

دریدپردهٔ حیرت سرشک بیناهم   زپشت آینه بر رو دوید سیمابم
شود چو تیغ به میدان اصالتم روشن   اگر حریف شود سنگ رو نمی تابم

یار را دیدنِ من درعرقِ شرم نشاند   از نگاهِ غلطِ خویش پشیمان گشتم

حقوقِ بندهٔ صاحب وفا رعایت کن   تصدقِ سرِ خود بوسهٔ عنایت کن
غریب شهر توام دردمن تو می دانی   اگر دوا نکنی نوبتی عیادت کن
امیدوار گرفتاریم درین صحرا   ز دام جذبهٔ خود حلقهٔ کرامت کن

گره زابروی خود وا نکرد قاتلِ من   شهید این دو کمان مهره است بسملِ من
چو شیشهٔ که دران نرگس از هنر سازند   خیال چشم کسی جا گرفت در دلِ من
حباب خوش منشم مے زیم بوضع صفا   زآب حرف بنا کرده اند منزلِ من
بحال مجلسیان طرفه گرم دلسوزی است   خدا زیاده کند عمر شمع محفلِ من

سیرِ حسنِ آن ذقن با زلف عنبر فام کن   سایهٔ وچاه است ای دل اندکی آرام کن

می رسد از خانهٔ آئینه سرشارِ جنون   این پری از سایهٔ خود شد گرفتارِ جنون

تیغ توسینه را کرد افگار تا بگردن   این آب کرد طغیان یکبار تا بگردن
همچون نگین نباشد فارغ ز دل خراشی   در زر اگر نشیند زر دار تا بگردن

نگردد محو از لوحِ جهان حرفِ ثباتِ من   که باشد در رقم تیغ قلم آبِ حیاتِ من
دلِ آن شوخ شاعر پیشه آخر سوخت برحالم   که انشا کرد بعد از مرگ تاریخِ وفاتِ من

به دامانِ کسی جز دامنِ خود جا نمی گیرد   برنگِ جوهرِ آئینه گر خیزد غبارِ من

تنها چو برق تا درِ مطلب دویده رو   بی انتظار قافله در خون طپیده رو
لازم بود زکواة مغیلان درین طریق   از خارهای بادیه دامن نچیده رو

نه از خلخال زرین زیور آن سروِ سهی کرده   بپایش بوسه زد خورشید و قالب راتهی کرده

بزرگ وخورد جهان است در نیاز یکی   که هست شاه وگدا در صفِ نماز یکی

نوای نی نوازی بر دلِ من زخم زد کاری — نهان در پردهٔ نے ناخنِ شیر است پنداری
سرِ دنبالهٔ چشمِ تو دارد خال موزونی — کمر بستند با تارِ سیه تعویذ بیماری
به پشتی کار گیرد از صفِ برگشتهٔ مژگان — توان آموخت از چشمِ بتان آئینِ سرداری
دلِ آزاد را خشمِ بتان غمگین نمی سازد — نگردد در هوای آتشین آئینه زنگاری

آئینه وار تصفیه گر آرزو کنی — دل را ز آب دیدهٔ خود شست وشو کنی
گفتم باو - چرا شکنی دل - جواب داد — در ملک من ترا نرسد گفتگو کنی
زیبد ترا اگر به لباسِ برهنگی — از نقش بوریای قناعت اتو کنی
آزاد پیر میکده ارشاد مے کند — در پای خم نشینی و می در سبو کنی

دلربایانه به ویرانهٔ ما می آئی — می توان یافت که از شهرِ وفا می آئی
طرز شوخی نگذارد که نشینی یکجا — به تماشای چمن پا بحنا می آئی
می توان ریخت عبیری ز غبارِ دامن — گر به گلگشت مزارِ شهدا می آئی
بر سرِ مشهدِ آزاد شنیدم امروز — که تو می آئی و بسیار بجا می آئی

نیست در ربطِ دلی حاجتِ قُربِ بدنی — تشنهٔ دشتِ عقیق است سهیلِ یمنی
داد آزاد گهرها قلمِ واسطه را — هست رسمِ شرفا پاسِ حقِ هموطنی

نمود جلوهٔ اعجاز شمعِ مُطّلبی — نماند شوخیِ چشمِ شرار بو لهبی
فدای خاصیتِ وادیِ عقیق شوم — که گرد ریگِ روانش علاج تشنه لبی
زیارتِ تو کند آفتاب هر شب نذر — رود صباح جلو ریز جانبِ غربی
زبسکه ذوق شکستِ تو داشت ساغر ماه — گرفت رنگِ نزاکت ز شیشهٔ حلبی
خوش است حسن تقاضا ز باغبان کریم — نصیب ذائقه ام کن حلاوت رطبی
بآفتاب نبوت رسانده ایم نسب — توان ز ذرهٔ ما دید نور خوش نسبی
بملک هند چو من نیست طوطئ آزاد — که گرد تربیتِ من شکر لب عربی

سلطانِ رسل شمع شبستانِ یقین | پروانۂ او چراغ ماہ و پروین
نخلِ قدِ او درین چمن سایہ نفگند | برق جہانیان نہ بر روی زمین

(۱۲۳) یوسف - میر محمد یوسف سلمہ اللہ تعالیٰ

بن سیّد محمد اشرف الحسینی الواسطی البلگرامی - ولادت او بیست و یکم شوال روز دوشنبہ سنہ ست عشر و مائۃ و الف (۱۱۱۶) دست داد

مشارٌ الیہ سابق واسطۃ العقد فضلاست و حالا بیت الغزل شعرا - صاحب شان عالی است - و عزیز مصر صاحب کمالی - زلیخای دانش را در پیرانہ سری بہ خلعت جوانی نواختہ - و حاصل زراعت علم را در ایام قحط سالی بچہ مرتبہ ارزان ساختہ - طبع دقیقش نشترِ عروق اشکالات - قوت حافظہ اش پر سخانہ فراوان معلومات - عمل کہ ثمرۂ شجرۂ علم است سرمایۂ بوستانش - و حسن خلق کہ گل سر سبد آدمیت است پیرایۂ گلستانش

من شکستہ بال و میر صاحب کمال دختر زادہای حضرت علامی میر عبد الجلیل بلگرامی ایم نوّر اللہ ضریحہٗ و از ابتدای ایام زندگانی تا اواسط ہنگام جوانی درس آموز یک دبستان - و عندلیب یک گلستانیم - کتب درسی از بدایت تا نہایت بجناب استاذ المحققین میر طفیل محمد بلگرامی روّح اللہ روحہٗ گذرانیدیم - و لغت و حدیث و سیر نبوی در خدمت علامۂ بے بدیل میر عبد الجلیل اجلہ اللہ تعالی بسند رسانیدیم و عروض و قافیہ و بعض فنون ادب از خدمت میر سید محمد سلمہ اللہ تعالی اخذ نمودیم -

طریق تحصیل چنین بود کہ پیوستہ دو کتاب یا کتابی واحد از دو مقام بسماعت و قرات یکدیگر مے خواندیم - و شبدیز سعے در مضمار تحصیل می راندیم اگر احیاناً یکی را عارضہ رو می داد سبق دیگری در معرض توقف مے اُفتاد - و در وقت اقامت وطن و کسب علوم جندی اوقات در افادۂ طلبہ نیز صرف گردید -

میر محمد یوسف در سنہ سبع وخمسین و مائۃ والف (۱۱۵۷) در دار الخلافہ شاہجہان آباد از بعض فضلاء آن بلدہ علوم ریاضی ہیئت و ہندسہ وحساب و غیرہا خوانده قدرتی عالی در فنون ریاضی بہم رسانده۔

وبہ ارادت سید العارفین **میر سید لطف اللہ قُدِّسَ سِرُّہٗ** استسعاد یافتہ ہموارہ بطاعت وعبادت وبمطالعہ ومباحثہ کتاب می گذراند۔ وباوصف شواغل معاش تعمیر اوقات از دست نمے داد۔

ومیر کتابی تالیف نموده باسم "اَلْفَرْعُ الثَّابِتُ مِنَ الاصل الثابت" مشتمل بر چہار اصل وخاتمہ در تحقیق مسئلہ توحید کہ تحریرش بسیار متین ولطیف واقع شده و مطالب بلند ومقاصد ارجمند فراہم آورده "شَکَّرَ اللّٰہُ سَعْیَہٗ"۔ راقم الحروف در تاریخ اتمام این کتاب گوید ؎

میر یوسف عزیز مصر کمال ۔۔۔ از خمِ معرفت کشید رحیق
کرد در وحدتِ شہود رقم ۔۔۔ نسخۂ تازۂ بہ فکر عمیق
از احادیث و از کلام اللہ ۔۔۔ کرد اثبات حق زہی توفیق
ہست این نقش دلنشین الحق ۔۔۔ یادگاری ز خامۂ تدقیق
سال تالیف این کتاب خرد ۔۔۔ گفت ۔ شمعِ مجالسِ تحقیق
۱۱۶۲ھ

اکنون سروستان اشعار موزونش بالیدنے دارد۔ ونسائم انفاس ہمایونش خرامیدنے ؎

زجامِ مہر لبود ہمچو بدر ہستیِ ما ۔۔۔ بقدر وصل شود محو یار ہستیِ ما
برنگ نقش نگین از فروتنی آخر ۔۔۔ چہ نامہا کہ برآورده است پستیِ ما
زطرفِ دامنِ پاکِ تو کامیاب نشد ۔۔۔ بخواب ہمچو زلیخا دراز دستیِ ما
ہمین کہ چشم کشودیم صبح چون شبنم ۔۔۔ زآفتاب رخت رنگ باخت ہستیِ ما

دلم ز عرض تحمل ملول شد یوسف
غبار آینه گردید خود پرستیِ ما

از نالهٔ ما در دلِ جانان اثری هست
پیوند سرِ رشتهٔ ما با گهری هست

ای گل خبر از بلبل بیچاره چه پرسی
افتاده به کنجِ قفسی بال و پری هست

قمری به سرِ تربتِ من گرم فغان است
بسمل شدهٔ قدِّ ترا نوحه گری هست

گر نیست نشانی ز دلِ سوختهٔ من
شادم که درین راه مرا چشم تری هست

سوزد جگرم از اثرِ گرمی آهش
دانم که به خاکسترِ قمری شرری هست

پیغامِ من و بادِ صبا این چه خیال است
در کوی تو از آه مرا نامه بری هست

زندانیِ چاهِ ذقن از خود شده یوسف
داند که ترا نیز بحالش نظری هست

مانند شمع از همه آزاده مے رویم
صد جاده سوختیم و بیک جاده می رویم

صورت نه بست در دلِ ما نقش هیچکس
آئینه وار از دو جهان ساده می رویم

در شاهراه عشق نداریم کاهلی
چون شمع در مقام خود استاده می رویم

در دورِ چشم یار شکستیم توبه را
بیرون ز دام سبحه و سجاده می رویم

در راهِ شوق تا سرِ کوی تو عمرهاست
بی دست و پا چو جادهٔ افتاده می رویم

پست و بلند راه ندانیم همچو سیل
یوسف عنان خویش ز کف داده می رویم

از تواضع رتبهٔ صاحب کلاهی یافتم
یوسفم از بندگی اقبال شاهی یافتم

تا تغافل کرد دیدم سیر آن طنّاز را
التفاتِ چشم او در کم نگاهی یافتم

دیده ام دریای شورِ عشق را ساحل نداشت
کشتیِ خود را درین دریا تباهی یافتم

نامهٔ اعمال خود یک عمر یوسف خوانده ام
حرف انجامش همین لطفِ الٰهی یافتم

رباعی

ای در چمنِ پیمبران تازه گلی
در محفل ساکنانِ لاهوت مُلی

یوسف نتواند که کند نعت ترا
آغاز دو عالمی و ختمِ رُسُلی

شاہی کہ لباس نور پیرایۂ اوست خورشید و قمر بہرہ ور از مایۂ اوست
ہر چند کہ ذات پاک او سایہ نداشت اما دو جہان غنودہ در سایۂ اوست

گر مہر رخِ تو جلوہ پیرا نشدی یک ذرہ ز کائنات پیدا نشدی
در نقطۂ نور نگشتی مرکز نہ دائرۂ فلک ہویدا نشدی

خود شافعِ محشر است شاہِ مردان این حرف بسان آفتاب است عیان
زان رو کہ عبادت است دیدن اورا چشمے بکشا بروی شیرِ یزدان

دریاب بہارِ گل و ریحان نبی سبطین کریمین دل و جان نبی
سرمایۂ کونین ازینہا بر گیر کین لعل و زمرد اند از کان نبی

وقتی این غزل بہ مشارٌ الیہ فرستادم ؎

جان می طلبد لقای یوسف دل می طپد از برای یوسف
ای باد صبا نوازشی کن از نکہتِ جان فزای یوسف
آزادم و بودہ ام گرفتار در سلسلۂ ہوای یوسف
از دیدۂ شوق تکمہ سازم وز پردۂ دل قبای یوسف
گیرند بسرمہ خاکِ راہش چشمِ من و خاکپای یوسف
مصرِ دلِ من ہمیشہ آباد از جلوۂ دلکشای یوسف
ہم عمر برادرِ شفیقم از حق طلبم بقای یوسف
بازار محبت است اینجا نقدِ دلِ من بہای یوسف
او قدر شناس بندہ آزاد من شیفتۂ ادای یوسف

مشارٌ الیہ در جواب این غزل طرح کردہ ارسال فرمودہ ؎

سلطانِ جہان گدای آزاد جم مرتبہ بینوای آزاد
پہلو ز کنار من تہی کرد این دل کہ شد آشنای آزاد

شوریده بسانِ قمریم کرد — سروِ قدِ دلربای آزاد
گل را بچمن نمی توان دید — بی چهرهٔ دلکشای آزاد
چون سرمه جلای دیدهٔ من — گردِ سُمِ بادپای آزاد
از طوف مدینه آبرویش — وز دولت حج صفای آزاد
یک عمره بنام من ادا کرد — یک عمر کنم دُعای آزاد
گر جمله زبان شوم چو سوسن — دشوار ز من ثنای آزاد
آزاد شفیق بنده یوسف — من در گرد هوای آزاد

وایضاً این غزل به فقیر تحریر نموده

تا دلم از رهِ تو دُور اُفتاد — چون جرس از فغان ندارد یاد
سنگ را آب کرد گریهٔ من — کوه را داد ناله ام بر باد
دلِ من قمری است زمزمه سنج — سرو موزونِ من قدِ آزاد
که رساند غبار من به درش — کاش بادِ صبا کند امداد
او غلامِ علی و خاکِ درش — یوسفِ ما عزیز مصر و داد
نام او بر عقیق دل کندم — این نگین را چه خوب نقش اُفتاد
به که بر دوستان بیان سازم — ربط اورا برائے استشهاد
من و او ئیم از ازل تو ام — سنهٔ ما یکے ست در میلاد
هر دو بودیم موردِ یک فیض — درس خواندیم پیشِ یک استاد
وقت تحصیلِ ما به بیضاوی — مشترک بود کسب استعداد
چون کمر بست جانب حرمین — بهره اندوز شد ز خاکِ مراد
سعی یک عمره کرد از پیِ من — دلِ او باد از صفا آباد
چه توان کرد شرح احسانش — جز دُعا در جناب ربِّ عباد

در جهان یاد چون تخلص خود　　یارب از قید این و آن آزاد

(۱۲۴) غلام - میر غلام نبی بلگرامی

بن سید محمد باقر بن سید عبد الحمید از اولاد سید محمود اکبر بلگرامی است قدس سرہٗ که در فصل فقرا از دفتر اوّل مذکور شد۔

تولّد میر غلام نبی دوم محرم مکرم سنہ احدی عشر و مأتہ و الف (۱۱۱۱) دست داد و او همشیره زادهٔ علامی میر عبد الجلیل بلگرامی است نوّر اللہ مضجعہٗ۔ هرگاه خبر تولّد او به علامهٔ مسطور که با خلد مکان در نواحی قلعه ستاره تشریف داشت - رسید حضرت علامی خواست که تاریخ تولّد او ضبط نماید - درهمین فکر خواب بُرد - در عالم رویا صورت مولود را دید که می گوید ع نورِ چشم باقر عبد الحمیدم

بعد بیدار شدن چون عدد مصراع بشمار رسید تاریخ کامل برآمد - سه مصراع دیگر فراهم آورده قطعه در بحر رمل مسدس سالم که سه بار فاعلاتن باشد نظم کرد که ؎

چون گلِ خورشید در عالم دمیدم　　نورِ چشمِ میر باقر گفت با من

نورِ چشمِ باقرِ عبد الحمیدم　　سالِ تاریخِ تولد خود بگفتم

۱۱　　۱۱۱۱

و به مردمِ بلگرام قلمی فرمود که این مولود مسعود شاعر خواهد شد - آخر نوعی که از زبان شریف برآمده بود بظهور رسید -

مشارٌ الیه در صفای ذکا و علو فطرت و انواع قابلیت یکتای زمان بود و در فنون عربی و فارسی و هندی ممتاز اقران - تحصیل علمی تمام در خدمت استاذ المحققین میر طفیل محمد بلگرامی طابَ ثَراہٗ نمود -

و سلیقهٔ اُو با ترتیب نظم نهایت مناسب اُفتاد - سیما شعر هندی که درین فن کوس یکتائی می نواخت - و طوطیان هند را دوچار آئینهٔ حیرت مے ساخت - برخی از نورسان

حدیقۂ طبعش در فصل ثانی جلوہ می کند

ونیز در موسیقی وساز ہندی نقش مہارت می زد- با این ہمہ ہنر ہا درمیدان شجاعت دلیر بود- ودر فن تیر اندازی بی نظیر-

پایان عمر در رفقاء نواب صفدر جنگ وزیر انتظام داشت ودر جنگی کہ نواب وزیر را با افاغنہ[۱] پیش آمد میر غلام نبی در معرکہ مفقود گردید- وچون عنقا بسر منزل بے نشانی آرامش گزید- واین سانحہ بیست ودوم شوال سنہ ثلث وستین ومأتہ والف (۱۱۶۳) مابین بیتالی وسہاور از توابع اکبرآباد واقع شد محرر کتاب گوید ؎

وحیدِ زمان سیدِ خوش سخن | بہ فردوس مے زد ز جامِ نبی
قلم گریہ سر کردہ تاریخ او | رقم کرد "ہی ہی غلامِ نبی"

فیما بین میر وفقیر محبت تام بود وسالہا در بلگرام وشاہجہان آباد والہ آباد ہم صحبت بودیم- حیف کہ این چنین ہم جنس صاحب کمال ازین عالم رحلت کرد وانجمن یاران را بی حلاوت ساخت-

میرزا جانجانان مظہر سلمہ اللہ تعالیٰ فن شعر ہندی از میر غلام نبی اخذ نمود-

این چند بیت فارسی یادگار اوست ؎

ہمیشہ در دلِ خود یاد زلف او دارم | فسونگرم کہ چنین مار در سبو دارم
از خرامِ او دری بر خویشتن وا می کنم | عالمِ بالا درین عالم تماشا می کنم
آخر از تیرگیِ بخت نگین کام گرفت | کہ ز لعلِ لبِ او بوسہ بہ پیغام گرفت
بسکہ شد آغوش لیستی منزلِ آرام من | چون نگین در موم ہم بالا نگردد نام من
ہمرہِ خود این رقیبِ بدرگ آوردی چرا | من نہ آن صیدم کہ بگریزم سگ آوردی چرا

[۱] مآثر الامرا جلد اصفحہ ۳۶۶ تذکرہ صفدر جنگ-

خط ز زلفِ تو رُخ بزور گرفت | جای مار این ہجوم مور گرفت
تا نمک ریخت بر جراحتِ من | لبِ شیرینِ یار شور گرفت
درچمن چون گل نباشد آشنایِ عندلیب | کز تنِهٔ دل زر برآرد از برای عندلیب
درچمن گل بر کفِ خود زعفران آورده است | تا بدل با خنده سازد گریہای عندلیب
دوزخِ عشاق باشد بی رخِ جانان بہشت | باغ بی گل می شود ماتم سرای عندلیب
داد از دست نگاہِ تو کہ ہنگام وصال | چون تغافل دہد از دست حیا ساز کند

رباعی

آنہا کہ براہ بی ہراسی شدہ اند | درخلق علم بحق شناسی شدہ اند
درباب کہ این خدا فروشانِ جہان | در ترک لباس خوش لباسی شدہ اند

(۱۲۵) عجیب-سید قریش بلگرامی

از احفاد سید بدر الدّین جد القبیلہ یکی از قبائل اربعہ محلہ سیدوارہ و برادر خالہ زادۂ حقیقی میر جلیل میر عبد الجلیل است۔

خوش خلق وظریف بود۔ وسلیقہ نظمے داشت - در مدح سیدی می گوید ؎

گل ہمان بہ کہ زگلزار پیمبر باشد | مل ہمان بہ کہ ز میخانۂ کوثر باشد
گوہر آن نیست کہ از نطفۂ نیسان زاید | گوہر آن ست کہ از معدنِ حیدر باشد
ای خوشا تازہ نہالی کہ بہ بُستانِ شرف | دست پروردۂ زہراء مطہر باشد
آنکہ از جبہہ او نور سیادت پیدا است | عالم افروز تر از نیرِ اکبر باشد
در زمینی کہ بخندد گلِ خُلقِ حسنش | ہر کفِ خاک بخاصیتِ عنبر باشد
چشم بد دور ز سیمای حسینی نسبی | چمن آرای جہان این گلِ احمر باشد
مدح او را نتوان در قلم آورد عجیبؔ | زانکہ از حوصلۂ خامہ فزون تر باشد

او اخر ایام زندگانی همراه نواب مبارز الملک سربلند خان تونی - جانب گجرات احمد آباد رفت و درآنجا این بیت فارسی و هندی آمیز از طبعش سرزد

اندکی ایڑ گر زنم به سمند　　ٹیلۂ هفت آسمان ٹپ جائے

قضارا بر طبق مضمون بیت در سنہ اربعین و مائتہ والف (۱۱۴۰) خود با اسپ غائب گردید و نوعی توسن را جلوریز ساخت که گردی از هیچ جا بر نخاست - عمرش قریب به شصت سال بود - رحمہ اللہ تعالیٰ

(۱۲۶) بیخبر - میر عظمت اللہ بلگرامی

خلف الصدق سید العارفین میر سید لطف اللہ بلگرامی قدس اللہ اسرارهما گلهائی مناقب والا از چمن اوّل باید چید - و روائحی که مشام ملأ اعلیٰ را معطر سازد باید شنید -

میر بی نظیر از عرفاء شعراست - و از صوفیۂ صاحب لسان - و در ادای حقائق و معارف ممتاز زمان - طرز کلامش به نمکینی ادای خوبان و انداز بیانش به دلنشینی عشوه محبوبان - نکهت خلقش سرمایۂ ختنها - و رنگینی صحبتش ساز و برگ چمنها - خاص و عام راغب مجلس خاص بودند - و درخور استعداد طرفی می بستند -

بیخبر تخلص بجا می کرد که باخبر بیخبر بود - و برقول حضرت لسان الغیب عمل می فرمود که ؎

مصلحت نیست که از پرده برون افتد راز　　ورنه در مجلس رندان خبری نیست که نیست

داورا با میرزا عبد القادر بیدل ملاقات است - در تذکرۂ خود مسمی به "سفینۂ بیخبر" مجلس خود را با میرزا بیدل ذکر کرده - در ینجا کلام او نقل کرده می شود :-

"فقیر را که اتفاق دید وا دید ایشان افتاد- حقا که در کمال خلق ومزه و درد و شوق یافتم- تا که
"نشسته بودم سوای اشعار مقتضی شوق و فقر دیگر حرف بر زبان نراند- بنده گفتم ضیافت طبع فقیر
"می فرمایند گفت ای صاحب بعد مدتی ہمچو شما ہمرنگ را غنیمت یافته ایم- بعد ازان این
"سه بیت فقیر که در ذکر بمقام خود ها خوانده شد نقل گرفته برخاسته رخصت فرمود- ابیات اگرچه
"قابل ایراد اینجا نیست اما بجهت اتمام تقریب نوشته می شود ؎

"این قدر ہرزه چپ و راست دویدن عبث است | چاک کن سینهٔ خود را سرِ راہی دریاب
"بلند افتد چو مقطع پست سازد حسن مطلع را | کشد پائینِ محفل قدرمن بالانشینان را
" خون شدم بیخبر ز دست تہی | جامهٔ فقر رنگ باید کرد

"برین بیت عزیزی گفت میرزا صاحب حسن این شعر معلوم نشد- میرزا فرمود- در فقر
"مرتبه ایست ناخدا کرا نصیب کند- مجملا شرح آن این مصراع بیخبر است که ع
" دولت پاینده در دستِ تہی ست
"وآنچه میرزا از اشعار خود به تقریبها خواند تا کجا در خاطر باشد اما این دو بیت بیاد می
"آید ؎

"بیدل ہمه تن خاک شدی لیک چه حاصل | در خاک نشستی و بران در نه نشستی
"گویند بہشت جای خوبی ست | آنجا ہم اگر دماغ باشد

"داین بیت خاقانی ہم خوانده بود ؎

"ہمسایه شنید ناله ام گفت | خاقانی را دگر شب آمد انتہی

در سنه اربع وثلثین ومأته والف (۱۱۳۴) میر دو فقیر از بلگرام تا شاهجهان آباد
ہم سفر بودیم- و چون کواکب سیاره به شرکت گردون راه پیمودیم- تمام راه بحظ دلخواه گذشت
این چنین سفر بمراتب بر حضر رجحان دارد-

روزی نقل فرمود که ہرگاه این مطلع از من سرزد ؎

ازصف مژگان خونریزش نگاه آید برون چون سواریکه تازی کز سپاه آمد برون

شخصی که خودرا شاعر می گرفت مطلعی درجواب انشا کرد - چون مطلع او از معنی معرا بود یاران گفتند که لطف مطلع بیخبر خود ظاهر است اما لطف مطلع شما مفهوم نمی شود - جواب داد که هنوز لطف گذاشتن باقی ست -

میر خط شکسته بسیار نادر و دلپذیر می نوشت - و در موسیقی هم فهم رسائی داشت -

کلیاتش اقسام نظم قریب هفت هزار بیت است - از دیوانش این اشعار بترتیب ردیف صورت تحریر می پذیرد -

بهائی نیست غیراز نقد تحسین شعر موزون را مده هرگز بجوهرناشناس این در مکنون را
نباشد این قدر آسان بتحقیق سخن رفتن خدارس می شود هرکس رسد انداز مضمون را
مکن جمع آن قدر دولت که گردد باربردوشت فروسنگینی زربرد زیر خاک قارون را
مکن ای صبح ضائع برجبینش صندلِ خودرا که دورانِ سراز دودِ دلِ خلق است گردون را
انیسِ دخترِ رز هرکه شد علامه مے گردد که حکمت منکشف ازخم نشینی شد فلاطون را

سخت زندانی ست هستی ای زخود غافل برآ می شوی پابند آخر بیشتر زین گل برآ
ماغریبان را بزیرِ خاک هم نگذاشتند صبح محشر می کند فریاد کز منزل برآ
تاتوان لیلی شدن حیف است آهنگِ جنون این چنین کز خویش برمی آئی از محمل برآ
عالمے درانتظارِ آن وفا بیگانه مُرد کیست گوید بیخبر کز خانه ای قاتل برآ

تاکے نهی برای صبوحی بباغ پا چشم کسی به بین و بزن برایاغ پا
صد کاروان برو شبنم راه می روند در تیرگی ست گرچه مرا چون چراغ پا
آن راکه زیر خاک کند چرخ مرده نیست چندی دراز کرد به کنجِ فراغ پا
کس نیست بعالم که شود همنفسِ ما ای بیکسی اکنون تو شدی دادرسِ ما

مائیم بصد رنگ گرفتار محبّت   فرقی نتوان کرد ز گلشن قفس ما

کی بود بازیچهٔ شادی و غم آئینِ ما   گردشِ احوال قربان است بر تمکینِ ما
ناخنِ اول در دلِ شاعر زند شعر بلند   تیغ خون آلوده آید مصرعِ رنگینِ ما
در قیامت هم نگردد واز هم مژگانِ او   بشنود فرهاد گر افسانهٔ شیرینِ ما
ما به هفتاد و دو ملت صلحِ کل داریم و بس   جادهٔ دارد بهر مذهب طریقِ دینِ ما
صحبتِ یارانِ موزون سرو و گل از یاد برد   غیرتِ گلزار باشد مجلسِ رنگینِ ما
تا سر از زانوی آن آرام جان برداشتم   نیست غیر از ساعدِ خود تکیه بر بالینِ ما

تا به کی داری چنین حیران و سرگردان مرا   یکدم ای ظالم بگردِ خویشتن گردان مرا
غیر را در بارگاهِ دیدهٔ من دخل نیست   چوب حُجّاب است گردِ چشم این مژگان مرا

سلامت در همان عزلت بود تنها نشینان را   که باشد صد خطر بیرونِ در خلوت گزینان را
بلند افتد چو مقطع پست سازد حسنِ مطلع را   کشد پائینِ محفل قدرِ من بالا نشینان را
نمی بیند میانش را کسی یارب کجا دانم   مگر در چشم افتاده است مو باریک بینان را
بچشمِ عارفان زلفی و رخساری است کفر و دین   جز از حلیهٔ آن ذات باشد پاک دینان را
شود از پیش بینی نقد حاضر نسیهٔ غائب   قیامت بر سر استاده است دائم دوربینان را
زیارانِ لباسی کی نمازِ عاشقان آید   وضو بسیار دشوار است این تنگ آستینان را
در اول گام برپا می کنند ایشان قیامت را   چه سان یک کوچه ره بیند کسی این نازنینان را

کوی رضا گزین ز غمِ خیر و شر برآ   تسلیم کن سرِ خود و از دردِ سر برآ
تا کی اسیرِ هستی موهوم بودنت   دستی بخود فشانده چو آه از جگر برآ

حق ندانستی و در دل نقش بستی باد را   تا کجا در مشت خواهی داشت ظالم باد را
در شبستانی که غفلت فرش راحت گسترد   خوابِ شیرین بهتر از شیرین بود فرهاد را

برنگ آینه کسبِ دگر بود مارا   گذشتن از همه جوهر هنر بود مارا

نه می باقی نه ماند از رفتنت میخانهٔ ما را — خیالی بیش نبود مے کفِ پیمانهٔ ما را

کمندِ وحدت از گردن کشد زُلفت فقیران را — کند مجنونِ صحرا گردِ چشمت گوشه گیران را

جز آه نیست شمع شب افروز سینه را — یک مصرعِ بلند بس است این سفینه را

بسکه دل تنگ آمدست از صحبتِ اخوان مرا — کوچهٔ مصرِ فراغت شد چه و زندان مرا

نباشد منّتِ مُنعم گوارا مفلسِ ما را — ز نامِ کیمیاگر رنگ می گردد مِس ما را

ای بدورِ گردشِ چشمِ تو خوش ایام ما — نرگسِ شهلاست از یادِ تو صبح و شام ما

صبحدم چُون کرد وا آن چشم خواب آلوده را — جام می آمد بکف هر دست بر هم سوده را

در توکل خانهٔ من مسندی درکار نیست — گرم چون گردید جا فرشِ نمد باشد مرا

نمی گویم بلندی برگزین یا سیر پستی کن — بلند و پست عالم دیدهٔ هموار کن خود را

دمی ز شوخیِ نازِ تو کس نیاسود است — نشستنِ و خرام تو می کشد ما را

برگزین حضرتِ دل عزّتِ شاهی دریاب — باش فرشِ درِ خود مسندِ جاهی دریاب

این قدر هرزه چیپ و راست دویدن عبث ست — چاک کُن سینهٔ خود را سرِ راهی دریاب

کیست کز گردشِ چشمِ تو بجائی نرسید — آخر ای شوخ مرا هم به نگاهی دریاب

باده گلرنگ و چمن سبز و هوا دریا بار — لذتِ این همه زاهد به گناهی دریاب

بیخبر هر چه از خانه برون می آئی — باش فرشِ درِ خود مسندِ جاهی دریاب

نمک بچشم شکر خواب می کند مهتاب — پیاله را گلِ مهتاب می کند مهتاب

گرچه بالای سراپا ناز هر دلبر بلا ست — پیشِ مصراعِ قیامت قامتِ معشوق ماست

این جهان و آن جهان تبدیل جاے بیش نیست — آنچه پنداری بقا آخر به تغییرِ فنا ست

شکوهٔ از بیوفائیهاے معشوقم نبود — یار چندانی که شد بیگانه آخر آشنا ست

نشّهٔ دیگر توان در می پرستی یافتن — بیخبر گر ساقیِ کوثر علیِّ مرتضے است

ترکِ محبّتِ منِ ناشاد کرد و رفت — گفتم که من غلام تو آزاد کرد و رفت

خوش آمدی دلم بتو در راه بره نخورد — ای من گواه او که ترا یاد کرد و رفت
پرویز، هم ز قربتِ شیرین نیافت است — از دور آن نگاه که فرهاد کرد و رفت
هر کس که دید مصرعِ برجستهٔ قدش — چشمی کشود و بر سرِ او صاد کرد و رفت
رنگِ ثبات نیست درین گلشنِ دو روز — خوش بلبلی که آمد و فریاد کرد و رفت
دائم بناءِ ببیت سخن می کنم بجا — هر کس تلاش در حقِ اولاد کرد و رفت
دیگر کسی چه در پیِ او بیخبر فتد — گفتم که من غلام تو آزاد کرد و رفت

کیش اگر کفرست دگر اسلام دینی بیش نیست — حاصلِ چندین گمان آخر یقینی بیش نیست
آنکه ما در جلوهٔ او دست و پا گم کرده ایم — آسمان بر خاکِ درگاهش جبینی بیش نیست

آشنائیهائی دریا محنتِ بی حاصل است — گو هرِ مقصود در خاکِ خرابِ ساحل است
نزد این صورت پرستان کز انا الحق منکر اند — حق بآن قدرت اگر منصور گردد باطل است
قامتِ معشوق می روید بجاے نیشکر — دیده ام بندِ محبّت را زمینِ قابل است
نقص خود دریافتن باشد کمالِ آدمی — ورنه هر ناقص که بینی درحقیقت کامل است
یک زبردستی درین عالم ندیدم بیخبر — دستی ار بالای دستی هست دست بادل است

گرچه خلقی دیدم از دامِ تعلق جسته است — بر نیاید تا کسی از خود کجا وا رسته است
سبزهٔ خط نیست بر رخسارِ آن آئینه رو — بسکه آبِ حُسنِ او اُستاد زنگی بسته است

گرچه شب در خواب روزم در قدح نوشی گزشت — این قدر شادم که عمرِ من به بیهوشی گذشت

خواهشِ ملکِ سلیمان ابلهی است — دولتِ پاینده در دستِ تهی است

طفلی که برا حوالِ شهیدان نظرش نیست — مردیم که از شوخیِ خود هم خبرش نیست

هرگز فروتنی نگزیده است بیخبر — خاکِ رہِ کسی نشدی خاک بر سرت

همچو آن شامی که روشن گردد از رنگِ شفق — کاکلت از تابِ رخسارِ تو زنجیرِ طلاست

برنگِ آن ندا کز جانبِ دیگر صدا برگشت — چو برگردید بیرون رفتنم از خود خدا برگشت

کس نشانِ دلِ گم شدهٔ من هیچ نداد — آه ورزلف شکن درشکنش چیزے ہست

خدا را دیده ام اما مپرسید — به قربانش روم یارِ قدیم است

ستم رسیدهٔ غمهای دهر می داند — که ماه نو بکفِ چرخ تیغ عریان است

بی دماغیها مرا شرمندهٔ احباب کرد — خامه ام ازسرگرانی پای خواب آلوده است

به بالِ دیگرے گر می پرد کس — به حیرت می روم کین طرفه مرغی ست

هرگز نبود قابلِ خط صافیِ رخت — شرمِ تو آب ریخت بر آئینه زنگ بست

هزار بار توان کرد با خدا شوخی — ولیک دم نتوان زد به مصطفےٰ گستاخ

این سروها که سر به گلستان کشیده اند — شمشیر بازیِ قدِ اورا ندیده اند

هرچند حسن ازپسِ صد پرده رُخ نمود — ناموس پرده ایست که رندان دریده اند

کردم نگاه صفحهٔ تصویرِ خوش قدان — صورت گران شبیه تو بالاکشیده اند

جمعی که طوفِ کعبه گزیدند بیخبر — بیت المقدسِ دلِ خود را ندیده اند

کیست تا از دستبردِ حسنِ صورت بگذرد — معنیِ بیگانه باید کز عبارت بگذرد

هرقدم مژگان گیرائی ست خارِ این طریق — مردمی باید کزین میدان سلامت بگذرد

بسکه کم گردید تعظیمِ بزرگان از جهان — وقت آن آمد که سید از نجابت بگذرد

کی بود یارب که ناقوسِ خداوندی زنیم — حیف اوقاتی که در قیدِ عبادت بگذرد

بیخبر زین حلقهٔ احباب می باید رمید — بگذرد عمرِ عزیز و در اطاعت بگذرد

یاد می کردم دلِ گم گشته را دلبر رسید — عشق را نازم که بہ جی خواستم بهتر رسید

عاقبت از هرزه گردیها دلم آسوده شد — رفتم از خود این جهان وآن جهان پیموده شد

بی حلاوت نیست عسرت در جهان — نان چو شد کمیاب شیرین می شود

هزار بین شده چشمم ز شوخیِ حسنت — غنیمت است که این احولان دو می بینند

در لباسِ نو است یار مدام — نیست مفلس بچرا کهن پوشد

معنی از دل بر نمی خیزد ز ضعفِ مشتری　　از گرانیهای قیمت گوهرم در بحر ماند
جز چشم کبود او که دید است　　بادام که پسته مغز باشد
کنون که پیر شدی از خود ای فلان بگذر　　ز قدح خم شده چون تیر از کمان بگذر
کسی ز هر دو جهان وکسی ز خویش رود　　نمی روی تو اگر این چنین، چنان بگذر
ما هم اندر پیچ زلفِ او گرفتار آمدیم　　اتفاقِ طرفه افتاد یاران شب بخیر
نه چینی شکند این چنین نه شیشه ز سنگ　　بآن صدا که ز دستت دلم شکست امروز
خوشا جهانِ تهی دستی و غریبانش　　زوال نیست در اقبال بی نصیبانش
فلک تمام شفق پوش شد چه شام است این　　پرید رنگ مگر از رخِ غریبانش
کیست تا از من رساند هم مرا پیغام خویش　　کرده ام از بسکه گم خود را نیابم نام خویش
عاقبت بینی ست لازم چشم چون روشن شود　　پیش پا افتاده می بیند چراغ انجام خویش
خودبینی ست حرفی از خویش　　آیینه پیش کرده رو سوی خویش
دماغِ نازکِ فقرم ملامت بر نمی تابد　　همان واکرده دستار از برای دردسر بستم
گردِ ملال گرز دلِ صد چاک بیختیم　　برداشتیم و بر سرِ مقصود ریختیم
بودیم پای سعی ولی از نهیب خار　　چون سایه در حمایتِ دامن گریختیم
تا آمد است فرد حقیقت بدست ما　　سررشتهٔ حسابِ دو عالم گسیختیم
نشسته ایم بذوقی که درد و داغ نداریم　　بیا دو دوست سلامی که ما دماغ نداریم
به طالبان تجلی بگو عبث نه در آیند　　که مایه کلبهٔ تاریک خود چراغ نداریم
بانگ یکرنگی دگر بر مومن و کافر زدم　　وحدتم در غیرت آمد یکه بر لشکر زدم
سهل نبود زخم تیغ ناز او برداشتن　　بارها زین سرگذشتم تا گلی بر سر زدم
یادت مزه بخشیده دل از رزق بریدیم　　نامم تو گرفتیم و لب خویش مکیدیم
آخر نشود سلسلهٔ حسرتِ عشاق　　آهی نکشیدیم که آهی نکشیدیم

پیریم ولی چارهٔ از زیست نداریم　　این بارگران بر سر خود دیده خمیدیم
یارب چه لطافت بود آن غیرتِ گل را　　جز رنگ ندیدیم و بجز بو نشنیدیم

سرو قدِ تو نهالی ست که من می دانم　　چشم شوخِ تو غزالی ست که من می دانم
آنچه در چشمهٔ حیوان ست خضر می داند　　در لب یار زلالی ست که من می دانم
زاهد از چشم بتان روغنِ بادام طلب　　سرِ خشکِ تو سفالی ست که من می دانم
بارها از سخنِ خویش بوجد آمده ام　　قال را رتبهٔ حالی ست که من می دانم
در دلم زین ره و رسمی که جهان می دارد　　بیخبر سخت ملالی ست که من می دانم

مدتی شد که در خیالِ خودیم　　پر فشاندیم و زیر بالِ خودیم

من بهر وجه آن پری رو را تماشا کرده ام　　همچو گوهر چشم خود بر شش جهت وا کرده ام

بتی کز چشم عالم شد نهان من دیده می آیم　　شود قربان خود گردِ سرش گردیده می آیم

فیض سخن است اینکه بهر بزم رسیدم　　از بال و پرِ مصرعِ برجسته پریدم

بهر تحقیق خود از پیش خدا می آیم　　فکر بسیار بلندم ز کجا می آیم

نیم شبنم که گه در باغ و گه در راغ بنشینم　　توکل هر کجا رخصت دهد چون داغ بنشینم

دستِ طلب به دامن آن خوش کمر زدم　　دیدم که بر تهی ست کشیدم بسر زدم

مرا بر مسندِ جم می نشانند　　الهی بر سرِ آن کو نشینم

زبس صحرای امکان وحشت انگیز است در چشمم　　در اول دیدنی همچون نگاه واپسین جستم

زبسکه تنگ شدم در میانِ هر دو جهان　　رهی نماند که در خود گریختم رفتم

بی نیازی همتی دارد کریمان واقف اند　　ما هم از دستِ ردِ خود چیزها بخشیده ایم

کجا تابِ رُخِ خورشید دارد دیدهٔ شبنم　　تو در بزم آمدی من خویش را سنجیدم و رفتم

درمیانِ بحث ملایان میفگن خویش را　　بیخبر بگذار تا جنگند چندین خر بهم

از صفِ مژگانِ خوان ریزش نگاه آید برون　　چون سوار یکه تازی کز سپاه آید برون

روبسوی آسمان کردی ندیدی پیش پا — یوسفِ مقصود تو شاید ز چاه آید برون
رند می داند که بیرون آمدن از خویش چیست — زاهد ار جرعت کند از خانقاه آید برون
عالمی از بسکه غمگین رفت در زیرِ زمین — وقتِ آن آمد که جائی سبزه آه آید برون
سعی یاران چیست گردیدن طلا یا مس شدن — عاشقان را آرزو نبود بجز مفلس شدن
پاس خاطرها چه باشد احتیاطِ شیشها — درد سر بسیار دارد صاحبِ مجلس شدن
از دو چشم او نگه مستانه می آید برون — همچو مدهوشی که از میخانه می آید برون
گریزانند مردم آنچنان از صحبتِ فقرم — که نشست است غیر از گرد کس بر پوست تخت من
کی شود یا رب که در بزم وصالِ آن پری — من ز خود آیم برون او از نقاب آید برون
دوش یار آمد بسویم تا کشم در بر گذشت — چون کمانِ حلقه بر گردیده ماند آغوش من
شبنمی اما توانی سیل صحرائی شوی — قطرهٔ خود را بجوش آور که دریائی شوی
عقل را در بارگاهِ حسن هرگز دخل نیست — انتظارت می کشد دلبر که شیدائی شوی
کی توان مولی شدن بی دستگاهِ بندگی — باش در کارِ کسی تا کار فرمائی شوی
فیض خودداری چراغِ قطره را روشن کند — آبرویت حفظ کن تا دُرِ دریائی شوی
تا توانی بیخبر تنها نشین و شاد باش — نیست غیر از درد سر گر محفل آرائی شوی
مشاطه نیست محرم از حُسن روستائی — فرش است میرزائی زیر برهنه پائی
دلت پر می طپد بر اختلاطِ صحبتِ دُنیا — مبادا بیخبر بیدا کنی زین قحبه سوزاکی
بغیر در نتوان راه برد در منزل — به مصطفےٰ نرسی تا به مرتضیٰ نرسی

رباعی

ملکم ملکم ارض و سما هم هستم — تنها نه خودم بلکه خدا هم هستم
ای بیخبران که منکر از من هستید — غافل چه نشستید شما هم هستم
حق است دگر چه تقریر کنم — این است بیان کدام تفسیر کنم

تحصیل نمی توان نمودن حاصل　　من خواب ندیده ام که تعبیر کنم

رحلت میر عظمت الله در شاه جهان آباد روز دوشنبه بیست و چهارم ذی القعده سنه اثنتین واربعین ومائته والف (۱۱۴۲) واقع شد- و در جوار مرقد سلطان المشائخ نظام الدین دهلوی قدس سرهٗ مدفون گردید-

جامع اوراق در وفات او قصیدهٔ انشا کرد که هر مصراعش تاریخ است و مطلع و حسن مطلع بیخواست ذو قافیتین اتفاق اُفتاده- پارهٔ ازان قصیده بر نکته سنجان عرض می شود ؎

می زند جوشِ تلاطم بازِ عمّانِ الم　　اشک می ریزد بروی لوح مژگانِ قلم
صفحهٔ احوال ماتم سینهٔ مجروح گل　　سنبلِ زلفِ بیانِ جعدِ پریشانِ صنم
طائرِ آسودگی در سیر پروازِ فنا　　آهوِ هامونِ طاقت برق مهمیزِ عدم
چهره پردازِ ازل گویا بهامون برکشید　　یک قلم چون حلقِ بسمل چشم آهویِ حرم
شعلهٔ اندوه می بالد به صحنِ روزگار　　صبح محشر می زند از مطلعِ آفاق دم
ازحسابِ نوحهٔ گیتی چه می پرسی دگر　　بانگ آهی می کشاید پردهٔ گوشِ اصم
بیدلان در کهنه عالم حلقهٔ شیون زنند　　هر یکی دارد ز سیلاب تحزن دیده نم
لیکن از ادراک کامل سیدِ شیرین بیان　　طرفه بزمی قدسیان چیدند باهم در ارم
شمع بزم اہل بیت و کوکبِ اوجِ صفا　　مطلعِ صبح هدی هم شاعرے نازک قلم
عیسی معجز بیانِ افصحِ شیرین زبان　　زبدهٔ مشکل کشایانِ فصیحانِ عجم
کلک آن دریای جوهر ابرِ نیسانِ بهار　　موجهٔ سیل نزاکت زلف دل جوئی رقم
زادهٔ کلکش بود حرفِ طلسمِ رازِ حق　　نسخهٔ دیوان او دارد پیامِ جامِ جم

(۱۲۷) فقیر میر نوازش علی سلمه الله تعالی

خلف الصدق میر عظمت الله بیخبر بلگرامی قدس سره السامی- مشاطهٔ طبع

همایون در انجمن نخستین جمال عرفان می آراید- و درین محفل برقع از روی پری زادانِ معانی می کشاید-

اکثر سایهٔ التفات بر سر سخنِ موزون می گسترد- و این خانه زاد موروثی را در آغوش فکر عمیق می پرورد- اشعار او از قصیده و غزل و رباعی مدون است ؎

خاک گردیدیم و از ما آه سردی بر نخاست خانهٔ هستی ز پا اُفتاد گردی بر نخاست
در حضورِ شمع جان بی صرفه می سازد نثار از نژادِ عشق چون پروانه مردی بر نخاست

از یار پیام دغلی را چه کند کس این دُرِّ خوشابِ عملی را چه کند کس
بلبل نسَبان قدر شناسند چمن را در باغ دماغ جعلی را چه کند کس

قبای عقل که پودش غم است و تار افسوس اگر ز عشق نشد پاره صد هزار افسوس
برون ز حلقهٔ زنقش قدم چگونه زنم که پای همتت مارا گزید مار افسوس

صفای آینه از شست و شو نمی آید علاج دل ز سیهی از وضو نمی آید

در وجودیم ولی رو به عدم می داریم در گلو این رگِ جان رشتهٔ حب الوطن است

ز پر فشانیِ مرغانِ رُوح شد روشن که در نشیمنِ تن راحتِ قفس هم نیست

دین و دل جان و تن ز دست همه آه بر فرق او فدا چه می کنم

گرچه برجستم فقیر از دام سعیِ مال و جاه احتیاجِ آب نان آخر شکارم کرده است

بعد اتمام تذکره- میر نوازش علی شب دوشنبه هژدهم شعبان سنه سبع و ستین و مائة و الف (۱۱۶۷) به عالم قدس خرامید- و در جنب جد خود میر سید لطف الله قدس سرهٗ مدفون گردید- محرر اوراق گوید ؎

روشندلے سحر نفسے پاک گوہرے وا حسرتا که دامن ازین انجمن فشاند
دل وا طپید و نالهٔ تاریخ وا کشید پیر یگانه میر نوازش علی نماند
۱۱۶۷ھ

(۱۲۸) غریب — سید کرم اللہ بلگرامی

برادر اعیانی میر نوازش علی سلمہا اللہ تعالیٰ۔ تولّد او دوم شعبان سنہ خمس وثلثین ومائہ والف (۱۱۳۵) رونمود

جوانی خوش سیما و نورسی از ریاض آل عباست۔ بہ انواع قابلیت آراستہ و بہ تہذیب اخلاق پیراستہ۔ بیعت بخدمت برادر والاگہر میر نوازش علی سلمہ اللہ تعالیٰ بجا آوردہ۔ و از آغاز تا انجام تربیت در صحبتِ ایشان یافتہ۔ و بحکم وراثت از مذاق صوفیہ صافیہ کامیاب است۔ و در سلیقۂ شعری کامل نصاب۔

اکثر بر دواوین سخن سنجان قدیم و جدید عبور نمودہ۔ و اشعار فراوان در خزانہ حافظہ فراہم آوردہ۔ این چند بیت از وی آید ؎

بسکہ دودِ نالۂ من در سرش پیچیدہ است — ہمچو فانوسِ خیالی آسمان گردیدہ است

لعل با آن سرخی پا وزنِ پاسنگی نداشت — دل بہ میزانِ تامّل ہر دو را سنجیدہ است

بعد عمری آشنا شد دلبرِ نامہربان — میتوان دانست قدرِ آشنا فہمیدہ است

بعد مردن ہم بہ اُمیدِ وصالِ آن پری — چشم من در خود نگاہِ واپسین دزدیدہ است

کرد یادِ نگہِ شوخِ تو بیمار مرا — داروی نیست بجز شربتِ دیدار مرا

بسمل اُفتادہ ام از تیغ فراقش شاید — دل طپیدن برساند بہ درِ یار مرا

دل نہ تنہا از سرِ کوی بتان ناشاد رفت — آہ این مشتِ غبار من ہمہ برباد رفت

نیست شخصی بی گرفتاری درین گلشن مگر — سرو را دیدم کہ آزاد آمد و آزاد رفت

نمی دارم خیالِ ہمکلامی بالبِ لعلش — بگوشِ خویش نامِ خود شنیدن آرزو دارم

دیدمش چون آسمانی چشم پرسیدم کہ چیست — گفت این آہو ز جولان در غبارِ خود گم است

آہ این برگشتگی از طالعِ من کی رود — من ز طفلی خوردہ ام در کاسۂ گرداب شیر

مردمِ چشمِ او دلِ مارا ہمچو زنبور نیشدار گزید

بیک وزدیدہ دیدن خشک مغزی رفع می سازد نگاہش روغن بادام باشد ناتوانان را

چنان بہ شیوۂ دیوانگی شدم مشہور کہ یار نیز مرا دید مرحبائی گفت

ربا عی

شیطان چو در گاہ خدا شد مردود پرسید کسی چرا نکردی تو سجود

گفتا کہ منم محو جمالِ رخِ دوست جز ذاتِ خدا دگر ندانم مسجود

بعد ختم سرو آزاد- غریب ببیست و ہفتم جمادی الآخرہ سنہ تسع وستین ومائتہ والف (۱۱۶۹) رخت بہ عالم سرمدی کشید و در بلگرام مدفون گردید- مؤلف کتاب تاریخ بتعمیہ گوید ؎

شاعرِ خوش گوی صوفی مشربے مُرد در عینِ جوانی یا نصیب

وقت جان رفتن ندا آمد ز غیب بہر تاریخِ وفاتش یا غریب

۱۲ ۲۳
۵۴
۱۱ ۶۹

(۱۲۹) سید غلام مصطفےٰ بلگرامی قدس سرہٗ

بن سید عبد اللہ برادر زادۂ حقیقی و مرید سید العارفین میر سید لطف اللہ بلگرامی قدس سرہٗ- سحاب قلم در دامن بحر پیشین دُر مناقب سامی ریختہ- وجوہریان کشور فقر را بہ خریداری برانگیختہ- درین بساط نیز گوہری چند از واردات قدسیہ می ریزد و لآلی آبلا بگوش معنی پروران می آویزد

میر صاحب مشرب عالی بود- و نشئہ فقر و درویشی دوبالا داشت ہموارہ بہ شیوۂ سپاہ گری کسب معاش ضروری می کرد- و نعل واژون زدہ شبدیز سیر فی اللہ جولان می داد-

در سنہ ست وثلثین ومائۃ والف (۱۱۳۶) مؤلف اوراق در دار الخلافہ شاہجہان آباد زیر سایۂ عنایت حضرت علامی میر عبد الجلیل بلگرامی جا داشت۔ مشار الیہ نیز دران ایّام دران مقام بہ علاقہ نوکری نواب مبارز الملک سربلند خان تونی وارد شد۔ و مثنوی ترجمانِ اسرار قیومی مولانا رومی قدس سرہٗ از خدمت حضرت علامی سند کرد۔

دران نزدیکی نواب مسطور را ایالت صوبہ گجرات احمد آباد از پیشگاہ خلافت مفوض گردید مشار الیہ در رکاب نواب بآن دیار شتافت وچون حکومت گجرات از عزل نواب بہ راجہ ابہی سنگھ مرزبان خطۂ مارواڑ مقرر شد۔ و با نواب و راجہ صورت مخالفت رونمود۔ و در سواد احمد آباد جنگی صعب واقع شد۔ مشار الیہ در آن معرکہ جرعۂ شہادت چشید۔ و در سلک اَحْیَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ منتظم گردید۔ و این واقعہ ہشتم شہر ربیع الاول سنہ ثلث واربعین ومائۃ والف (۱۱۴۳) رو داد۔[1]

بعد انفصال جنگ اجساد جمیع شہدا در میدان یافتند الّا سید غلام مصطفےٰ کہ ہر چند تفحص کردند اثری گل نکرد۔

بچند روز پیش از شہادت رباعی گفتہ بود۔ و از حال آیندہ اخبار نمودہ۔ رباعی این است ؎

در خلوتِ ماورای ما یاری نیست — یعنی کہ بہ عرش و فرش اغیاری نیست
ماروح مجردیم ز آلایشِ مرگ — مارا بہ جنازہ و کفن کاری نیست

سلیقۂ سید در انشاء رباعی مناسب اُفتادہ۔ و دریاہای حقائق و معارف برطرز مولانا سحابی استر آبادی از منبع طبعش جوشیدہ۔ الحق ہر رباعیش چار موجہ ایست از بحر عرفان۔ و ترانہ ایست از پردۂ لامکان۔ ہر نکتہ اش تازیانۂ دلہای آگاہ است۔ و پرتوی از شعلۂ اِنِّیْ اَنَا اللّٰہ۔

دیوان رباعیاتش مدون است۔ و مذاق فقرش از کلامش مبرہن ؎

[1] مآثر الامراء، جلد سوم صفحہ ۸۰۵ تذکرۂ سربلند خان تونی۔

جز دوست هر انچه هست اندیشهٔ ما — چون شعلهٔ آتش است در بیشهٔ ما
ما جام شراب نحن اقرب زده ایم — یعنی همه اوست در رگ و ریشهٔ ما

در عشق که فتح باب کردم همه را — سرمست شراب ناب کردم همه را
مرغان که همی زدند پر هائی دوئی — در نار یکی کباب کردم همه را

این هفت فلک که چون حجاب اند ترا — تا درنگری همه دواب اند ترا
تو پادشهی ولی ز خود بیخبری — پا نه به مه و خور که رکاب اند ترا

هان حال رجال را ببازی مطلب — نا ساخته کار کار سازی مطلب
از آتش عشق تا نسوزی یکسر — توحید حق از سخن طرازی مطلب

هر نشه که هست از مِی ناب من است — جنت چمنی ز باغ شاداب من است
کس را چه خبر ز رُتبهٔ عالیِ من — چون عالم بحت مستی خواب من است

ما را که نه عزت و نه شرف درکار است — نی بحر و نه گوهر صدف درکار است
در دیده ولی بهر شناسائی خویش — خاکِ قدمِ شاه نجف درکار است

این هستی من برون ز آب و خاک است — وز آتش و آب و انجم و افلاک است
چون درک کند زاهد بیچاره مرا — کین هیئت من کُنهِ وجود پاک است

من عاشقم و رمیده از دشمن و دوست — از خویش گذشته نی بد و نی نیکوست
زان مغز زمین و آسمانها شده ام — کز روز ازل دریده ام چندین پوست

ای زنده تمام عالم از فیض دمت — خواهان تو نیست جز وجود و عدمت
از من اثری نماند ای دوست که شد — سر تا قدمم فدای سر تا قدمت

ما عاشقِ ذاتیم صفاتی دگر است — بیرون ز جهاتیم و جهاتی دگر است
ما واجبی ایم ذکر واجب گوئیم — افسانه نویس ممکناتی دگر است

از دیدن رویِ تو رسیدم در خود — یعنی که جمالت همه دیدم در خود

صد شکر که از شوقِ تماشای رخت | چون برق طپیده آرمیدم در خود

هرکس در خود بهار و باغی دارد | در کلبۂ تاریک چراغی دارد
تو غرہ مشو که ماہیِ دریائی | غوکِ لبِ جوی ہم دماغی دارد

زاہد که عبادتِ ریائی دارد | در مجمعِ خلق خود نمائی دارد
ہرچند که الله بگوید ہر دم | والله که الله ہوائی دارد

آن فرقه که خویش را ولی می دانند | بیچاره عوام را بخود می خوانند
الله و رسول بر زبان می رانند | چون در نگری خلیفۂ شیطانند

ہرکس خفاشِ آفتابش باشد | کی محوِ جمالِ بی نقابش باشد
زاہد طلبِ مقامِ تنزیه کند | غافل که ہمان عینِ حجابش باشد

سر تا بقدم چو دیده می باید شد | یعنی که بخود رسیده می باید شد
چون شیشۂ پر شراب با صد مستی | بر طاقِ بلند چیده می باید شد

وارستۂ دردها دوا را چه کند | بگذشته ز خویش مدعا را چه کند
سلطانِ جهان بالِ ہما را چه کند | ہرکس که بخود رسد خدا را چه کند

آنجا که توئی نه راه باشد نه دلیل | نی انجم و مهر و ماه گنجد نه خلیل
در عرصۂ عشق پائی زاہد لنگ است | آری نرسد بجای احمد جبریل

در دہر که غول و رہبرِ خویش منم | یعنی که مقر و منکرِ خویش منم
ہر چیز فتاده است زیرِ نگهم | یک نیزه بلند از سرِ خویش منم

بسیار کتب سند ز اُستا کردیم | بیهوده تمام عمر غوغا کردیم
شُد مشکلِ ما تمام حل آخرکار | چون دفترِ وقت خویش را وا کردیم

بر مشتِ غبارِ خویش آبی زده ایم | یعنی که به بزمِ جان شرابی زده ایم
خفاش مباکه بر درِ خانۂ خود | ہر جا گلِ میخ آفتابی زده ایم

وقت است کہ دل زدہر برکندہ کنیم چون لالہ و گل برین چمن خندہ کنیم
درخلوتِ خویش قحبۂ دُنیا را عریان ہمہ تن شویم و شرمندہ کنیم

بر دست بگیر، ہمچو من پیمانہ تا وا رہی از یگانہ و بیگانہ
آن گل کہ دمیدہ بود بر بام سرا عمریست کہ چیدمش بصحنِ خانہ

عشق است کہ گاہ مہر باشد گہ ماہ ہان تا نشوی چو کور چشمان گمراہ
ہرچیز کہ تو طالب آن می باشی در صورتِ مطلوب تو آید اللہ

بشنو ای دل حقیقت پنہانی ایمان موقوف شد بر انسان دانی
ہرچند بصد سجدہ تو حق را خوانی تا سجدہ بہ آدم نکنی شیطانی

ای آنکہ تراست نسبت پنہانی بیچون و چگون بحضرت سبحانی
ازجسم چہ می ردی بجان رو سویش کس سایۂ بز نمی کند قربانی

(۱۳۰) احمدی۔سید احمد بلگرامی

بن سید عبد اللہ برادر اعیانی سید غلام مصطفٰی قدّس اللہُ اَسرارَہُما
سیدی بود پاک نژاد۔ دست بہ دامن صلاح وتقویٰ زدہ۔ چاشنی گیر لذّت فقر وفنا لنگر بحر وقار وتمکین۔ مریدعم مکرم خود سید العارفین قدس سرہٗ۔

کتب تصوف اکثر مطالعہ می کرد۔ ومثل برادر خود میل بہ رباعی بیشتر داشت۔عدد رباعیاتش زیادہ از چہار صد باشد۔

سید تیر خوب می انداخت و در شجاعت ونبرد آزمائی لواء یکتائی می افراخت۔

چون ہنگامۂ احمد خان ابدالی درسنہ احدی وستین ومأتہ والف (۱۱۶۱) ازطرف قندھار بلند شد۔ و لاہور را غارت کرد۔ ومحمد شاہ سلطان دہلی فرزند خود احمد شاہ را با وزیر الممالک نواب قمر الدین خان۔ ونواب صفدر جنگ

ابوالمنصورخان ودیگرامراء عظام- برای مقابله از شاه جهان آباد رخصت فرمود- میر سید احمد درین یساق همراه نواب صفدرجنگ بود- و در اثناء سفر به بیماری درد جگر مبتلا گردید- ناگزیر در سهرند توقف کرد- و چون شاهزاده از سهرند گذشته کنار دریای ستلج بر معبر ماچهی واره رسید- ابدالی با سی هزار سوار از راه لودیانه بالا بالا داخل سهرند شد- و سیزدهم شهر ربیع الاول سنه احدی و ستین و مأته و الف (۱۱۶۱) آن شهر را تاراج نمود- و هرکه دست به شمشیر برد کشته شد- سید احمد جائیکه اقامت داشت و بحراست ناموس بعضی سادات و شیوخ می پرداخت زخم تفنگ بر شکم خورد- قضا و قدر از درد جگر نجات داده بزخم جانستانی معاوضه کرد- و روز پنجشنبه چهاردهم ماه مذکور مرغ روح او از قفس جسم پرواز داد- روز جمعه در همان حویلی مدفون گردید-

و چون شاهزاده را خبر وصول ابدالی به سهرند رسید عنان توجه جانب سهرند تافت- فوج شرقی غربی شد و فوج غربی شرقی- از پانزدهم شهر ربیع الاول تا بیست و هشتم مه آتش حرب اشتعال داشت-

بیست و دوم این ماه روز جمعه وزیر الممالک نواب قمرالدین خان زیر خیمه نماز چاشت خوانده در وظیفه بود که گولهٔ توپ از جانب مقابل رسید و کار تمام کرد- و راجه ایسر سنگه پسر جی سنگه سوائی و دیگر راجها قریب دوازده هزار سوار از کشته شدن وزیر بی استقلال شده راه گریز بمالک خود پیش گرفتند- لشکر فیروزی با آنکه این دو رخنهٔ عظیم راه یافت پای استقلال افشرده افاغنه را شکست فاحش داد- و بمفهوم آیه کریمه الٓمٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَیَغْلِبُوْنَ فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ- بعد شکست نادر شاهی این فتح عظیم نصیب پادشاه هند شد- تاریخ گوئی "فتح خداساز" تاریخ یافت-
۱۱۶۱ھ

وبعد یک ماہ از فتح۔ محمد شاہ سلطان دہلی بیست وہفتم شہر ربیع الآخر شب جمعہ سنہ احدی وستین ومائتہ والف (۱۱۶۱) برحمت حق بپیوست وپایئن مزارِ سلطان المشائخ نظام الدین دہلوی قدس سرہٗ درون حریم مبارک مدفون گردید۔

راقم الحروف در رحلت پادشاہ ووزیر ونواب آصف جاہ کہ درہمین سال فوت کرد تاریخ بتعمیہ می گوید ؎

گفت تاریخ چون کشیدم آہ ۶ موت شاہ و وزیر و آصف جاہ

۱۱ ۶۷ / ۶ ——— ۱۱ ۶۱

القصہ ہرگاہ فتنۂ جنگ فرونشست بعد یک ماہ از دفن جسد سید احمد را از خاک برآوردند۔ بقدرت ایزد سبحانہ سالم برآمد۔ وبیرون لاہوری دروازہ شہرپناہ سہرند بفاصلہ دو تیر پرتاب از دروازہ جانب جنوب از شاہراہ درمقابر شیخ محمد نامدار خانی بخاک سپردند۔

این چند رباعی نتائج طبع اوست ؎

باقدر تو رفعت ہمہ پست آمد
ہشیار ز ہیبت تو ہر مست آمد
بیخود اُفتادہ ام بگیری دستم
ای آنکہ یدِ تو فوق ہر دست آمد

این بندۂ بی ادب کہ ناہموار است
دانم کہ متاع کاسدِ بازار است
یا از دو جہان بساز اورا آزاد
یا پیش نظر دار اگر درکار است

گر خار بہ گلزار تو باشد باشد
ور قلب بہ بازار تو باشد باشد
ہر چند سیاہ رو نباید این جا
گر نیل بہ رخسار تو باشد باشد

آنکس کہ گنہ نکرد پیدا نبود
او خود خلفِ آدم و حوا نبود
حق است اگر خطا ز انسان نشود
عبد است اگر عفو خدا را نبود

نامند بنامہا خلائق مارا
چون فیل کہ ہست در گروہِ اعمیٰ

مارا نه مقید و نه مطلق خوانند | الّا پیداست این صفتها از ما
امکان که تمام راز در جیب ولیست | مقصود ز یُؤْمِنُونَ بِالْغَیْبِ ولیست
از غیب مراد این شهادت باشد | ایمان آرش که سرِّ لاریب ولیست

گر من عوضِ بخششِ خاصت یا رب | در حضرتِ تو شکر کنم نیست ادب
با تو نه برابری مرا می شاید | شکرِ کرمِ خویش تو از خویش طلب

در عقل بسی حال بشر می باشد | گه خوف و گهی رجا بسر می باشد
خوش آنکه درین دیر خرابات اورا | از خویش و نه از خدا خبر می باشد

در گفت و شنید اوست مشهور منم | دیده شده اوست لیک منظور منم
با این همه خیر و شر بمن منسوب است | می نوشد دیگری و مخمور منم

دل شاد توئی اگر دلی شاد کنی | با خویش کنی بهر که بیداد کنی
هر سود و زیان که از تو باشد بر تست | در یاد خودی اگر خدا یاد کنی

ای دل بسرت قسم که جانانه توئی | سرمایهٔ هر عاقل و دیوانه توئی
با تست خدا و مصطفا و هر چیز | امروز امیر بزم این خانه توئی

مقبول اگر کنی مرا ور مردود | نازم که مرا حضرتِ تو یاد نمود
معشوق به قهر گر بعاشق نگریست | روزی کند از لطف هم او را خوشنود

ای نام تو احمد ست و روحِ تو احد | یعنی که توئی باعثِ هر جان و جسد
از اسم مبارکت چو موسوم شدم | محتاجِ دگر مکن چه از نیک و چه بد

ای احمدِ مصطفیٰ شفیعِ دو جهان | بسپرد بدستِ تو مرا خالقِ جان
الحال بدستِ تست کار و بارم | مختار توئی هر چه بخواهی کن آن

از بهرِ علی ذاتِ خدا شد خوشنود | آدم ز تراب او در آمد بوجود
چون دید رسول اصلِ آدم او را | ناچار ابو تراب کنیت فرمود

در حبِّ علی زجان و دل بر یابی | وز هر دو جهان رتبۂ برتر یابی
حق رمز علین ولی چنین می فرماید | کز لفظ علی ذات مرا در یابی

(۱۳۱) فرد - سید اسد اللہ بلگرامی

برادر زادۂ حقیقی سیّد غلام مصطفٰی و دختر زادۂ حقیقی سید العارفین میر سیّد لطف اللہ و مرید آن خدا آگاه است قَدَّسَ اللّٰہُ اَسْرَارَهُمْ

ولادت او دہم شہر ذی الحجہ سنہ اربعہ عشر و مائۃ والف (۱۱۱۴) رو نمود - بہ صفائی ذہن سلیم و ذکای طبع مستقیم ممتاز بود - و بدقائق سخن خوب می رسید و نثر خوب می نوشت - و چاشنی تصوف بلند داشت و از ہمنشینان راقم الحروف است -

حیف کہ در علین شباب آن قدر امراض مزمنہ عارض او گشت کہ حیات چند روزہ را در نہایت بی حلاوتی گذرانید - و شب شنبہ بیست و دویم جمادی الاولی سنہ تسع و اربعین و مائۃ والف (۱۱۴۹) رخت بدار الامان آخرت کشید - محرر اوراق آیۂ کریمہ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ عَلَی الْاَرَائِكِ (۱۱۴۹) تاریخ یافت قبرش جانب غربی محلہ میدان پورہ بر کنار مقابر اسلافش واقع شدہ -

این چند بیت از مسودات او بدست آمدے

شب کہ آن ماہِ جہان افروز رخصت خواہ شد | آہ من تعظیم کرد و اشک من ہمراہ شد
نگاہِ شوخ چشمم ہر طرف بی باک می اُفتم | نریزد آبروی من اگر بر خاک می اُفتم
سرشکِ طفل طبعم شوخ چشمی در بغل دارم | نہ پیچم سر اگر بر روی آتشناک می اُفتم
بہ پایش بوسہ زد رنگِ حنا سرخی دوبالا شد | دلم خون شد ز حسرت این عجب ہنگامہ برپا شد
نہ ہر کہ تاج بہ تارک زند سری داند | نہ ہر کہ خرقہ بپوشد قلندری داند

دلاورانِ صفِ عشق کشتۂ خویش اند | نہ ہر کہ تیغ بہ بندد سپہگری داند
کسیکہ دولتِ اقلیم نیستی دریافت | شکست آئینۂ دل سکندری داند
چو سرو ہر کہ بآزادگی قدم افشرد | بزیر بار تعلق شدن خری داند
جہادِ نفس بود کار شیر مردان فرد | نہ ہر کہ صف شکند او بہادری داند
بود بعالم تجرید ما لباس دگر | بریدن از دو جہان است قطع جامۂ ما
عروس مقصدم مشاطگی را از خدا خواہد | وگرنہ این حیا پرور دکس محرم نمی داند

(۱۳۲) سید عظیم الدین بن سید نجابت بلگرامی

ایضاً برادرزادۂ حقیقی سید غلام مصطفےٰ ست قدس سرہٗ۔

تولّد او شب چہار شنبہ ہشتم ذی القعدہ سنہ ثلث عشر و مأتہ والف (۱۱۱۳) واقع شد۔

سیدی بود صاحب خلق عظیم و میزان طبع مستقیم۔ از آغاز سن وتوف بہ تتبع شعر پرداخت و قماش نظم و نثر را خوب می شناخت۔ و بنا بر مناسبتی فطری گاہی خود ہم سخن موزون می نمود۔ و درِ فکر بر روی خود می کشود

بسعادت ارادت سید العارفین کامیابی داشت۔ و در کوچۂ تصوف رایت بلند می افراشت۔ معہذا در وصف شجاعت سرخیل دلیران بود و در بیشۂ پُردلی نی در ناخن شکنِ شیران۔

او آخر عمر نوکری نواب صفدر جنگ وزیر الممالک اختیار کرد۔ و در جنگی کہ نواب وزیر را با افاغنہ[۱] بیست و دوم شوال سنہ ثلث وستین ومأتہ والف (۱۱۶۳) مابین بتیالی و سہاور صورت گرفت میر عظیم الدّین و میر غلام نبی کہ ذکرش نگارش یافت۔ در عرصۂ کارزار تلف گردیدند۔ وجز داغ حسرت لالہ اثری ازین

[۱] مآثر الامرا جلد اول صفحہ ۳۶۷ مطبوعہ کلکتہ۔

زمین گل نکرد- راقم الحروف گوید ؎

میر عظیمُ الدّین والا گہر | زادۂ طبعش ہمہ دُر یتیم
شیر دلِ عرصۂ مردانگی | در صفِ ہیجا قدمش مستقیم
بر سرِ میدان سرِ جان گذشت | در چمنِ خلد برین شد مقیم
فوز عظیم است ازین خاکدان | رخت کشیدن بریاضِ نعیم
خامہ ازین راہ گذارش نمود | سال وفاتش "ہمہ فوز عظیم"
۱۱۶۳

وقتی کہ این بیت قاسم کاہی پیش او خوانده شد ؎

چون زعکسِ عارضش آئینہ برگِ گل شود | گرد ران آئینہ طوطی بنگرد بلبل شود

بسیار خوش کرد- در ہمان ایام حسب الطلب والد خود سیّد نجابت بہ گجرات احمد آباد رفت و بعد انقضاء مدّت پنج سال از احمد آباد بوطن اصلی معاودت نمود شبی بافقیر گفت آن بیت چہ بود- فوراً بیت مذکور خواندم- تعجّب کرد کہ بمجرد سوال حرف پنج سالہ چہ طور بیاد آمد- گفتم این قدر در خاطر بود کہ وقت خواندن این بیت شمارا پسند اُفتاد-

این دو سہ شعر نمونۂ فکر اوست ؎

داغ بر دل دارم و چون لالہ سیرابم ہنوز | آتشم اما چو صہبا عالمِ آبم ہنوز
عالمی پروانہ شد آن شمع قامت را بہ بین | در دلِ شب جلوۂ صبحِ قیامت را بہ بین
خواب و بیداریِ چشم تو عجب معجونی است | بہم آمیختہ از مستی و ہشیاریہا
شادم بہ قتلِ خویش کہ از کوثرِ لبت | یک جرعہ خون بہای شہیدان نوشتہ اند

(۱۳۳) محب- سید غلام نبی بلگرامی

فرزند صغیر سیّد غلام مصطفےٰ مذکور قدس سرہ- جوانی بود صاحب السیف والقلم

ؔ نتائج الافکار صفحہ ۳۶۶ مطبوعہ مدراس ۱۸۴۳ء-

در صف بزم و رزم پیش قدم - تیغ زبانش جوہردار حسن بیان - مد سنانش بسمای صفحه میدان - بارہا در معارک صفہا شکست و بزنجیر جوہر فولاد پای تہمتنان بربست در ریعان تمیز میل سخن بہم رساند - و دواوین سخن سنجانِ نو و کہن را سَیر کرد و باخوشگویان عصر مثل شیخ عبدالرضا متین صفاہانی و آقا عبدالعلی تحسین ملاقات نمود -

و در عالم نوکر پیشگی بصوب بنگاله رفت و از انجا برگشته در سلک نوکر وزیرالممالک صفدر جنگ در آمد - و چون نواب وزیر کرت ثالث لشکر بر سر افاغنه کشید - و افاغنه در دامن کوه مدار یه که شعبه ایست از کوه سوالک پناه گرفته مستعد پیکار شدند و بعد محاربات صلح انعقاد یافت - و در ایام جنگ بیست و ہفتم صفر سنه خمس و ستین و مأته و الف (۱۱۶۵) میر غلام نبی بزخم تفنگ نقد زندگانی در باخت - حیف که این چنین جوان قابل و فرد کامل در عین شباب از دست روزگار ضائع شد - و واماندگان را داغی که علاج پذیر نیست بر دل نشاند - محرر سطور گوید ؎

در فنِ سخن بلند تقریر محب | در معرکه آبروی شمشیر محب
تاریخ وفاتِ او ز دل پرسیدم | فرمود "بهشت محفل میر محب" ۱۱۶۵

شجاعت ارث خاندان اوست - و اکثر مردم ازین دودمان ساغر موت احمر چشیده اند و گلگونهٔ شهادت بر رو مالیده - از انہا جمعی که بموزونی موصوف بودند درین انجمن جلوه نمودند -

چند بیت از محب برہمان سخن ملتمس می شود ؎

دل از مژگان و خالِ پشت چشم او حذر دارد | که ترکِ چشم او مستانه شمشیر و سپر دارد
به بزم می پرستی عشرت رندانه شب کردم | نقابِ شیشه وا از چهرهٔ بنت العنب کردم
ز فیض نیست بردن سیر بینوائی ما | به فرق خار نهد گل برهنه پائی ما

بسکہ از دیوانگی باشد بسامان کار ما — سنگ طفلان گل زند در گوشۂ دستار ما

زسبزہ بر رُخِ او کرد گل بہارِ دگر — بہ پای دل زسرِ نو خلید خارِ دگر
دلم بذکر تو شاد و سرم بفکر تو خوش — دل و دماغ ندارم بکار و بار دگر

قدم برون نگذارم ز آستانۂ خویش — شدم چو جوہرِ آئینہ نقش خانۂ خویش

زمن نگار بایماء بپیام گفت و نگفت — بسینہ دست نہاد و سلام گفت و نگفت
مقام صیدِ دلِ خود زیار پرسیدم — نمود کاکل پر حلقہ دام گفت و نگفت
سپرد تیغ نگہ را بدست مردم چشم — بہ عاشقان جہان قتل عام گفت و نگفت
خطِ صحیح بر آورد خواجۂ حسنش — مرا ز بندہ نوازی غلام گفت و نگفت
ببین کہ ساقیِ کوثر محب صادق را — اشارہ کرد سوی حوض جام گفت و نگفت

امشب ای شمع درین بزم نیاز آمدۂ — آفرین باد کہ پروانہ نواز آمدۂ
غیر محراب دو ابروی بتان سجدہ مکن — عشقبازانہ اگر بہر نماز آمدۂ
جرسِ شوق درین دشت بجنبان از دل — گر تو با قافلۂ عجز و نیاز آمدۂ
قصۂ شوق مکن در شب ہجران کوتاہ — اگر ای شانہ ازان زلف دراز آمدۂ
ہیچ جز وصف علی نیست بشعرِ تو محب — آفرین باد کہ خوش مدح طراز آمدۂ

(۳۴۱) قابل۔ سید عبد اللہ بلگرامی

از بعض طبقات سادات بلگرام ساکن محلّہ میدان پورہ۔ پیشتر در طبقۂ فضلا ممتاز است و حالا در گروہ شعرا بی انباز۔

تخلص او اسمی با مسمی بود۔ و در فضل و کمال و تحریر ہفت قلم و فنون سپاہگری و ورزش اسلحہ و اکثر صناعات اہل حرفت وقوف عالی داشت۔ و در صفت کبری مشارٌ الیہ انامل می زیست۔

ہموارہ روزگار قرین اعتبار گذرانید وبیشتر برفاقت نواب مبارز الملک سربلند خان تونی بسر برد۔ وبخدمت عدالت معسکر می پرداخت۔

وچون کرت اولی سربلند خان در سنہ اربع وعشرین ومائۃ والف (۱۱۲۴) ناظم صوبۂ گجرات احمد آباد شد۔ سیّد عبد اللہ را منصب صدارت احمد آباد تفویض نمود۔ سیّد با ارباب وظائف سلوک پسندیدہ کرد۔ وغربا وضعفا را باحسان نواخت آخر الامر در دار الخلافہ شاہجہان آباد بیماری استسقا عارض شد۔ بہمان حالت بہ بلگرام آمد۔ وبعد چندی موافق سنہ اثنتین وثلثین ومائۃ والف (۱۱۳۲) جان بجہان آفرین سپرد۔ وسمت غربی باغ محمود در مقابر قبیلۂ خود مدفون گردید بعد انتقال آن مرحوم کتابخانۂ او شیرازہ جمعیت گسیخت۔ واشعارش بتاراج حوادث رفت۔ ہمین یک بیت بدست آمد ؎

مگر بسرمہ اثر کرد ضعف طالع من   کہ بی عصا نتواند بچشم یار رسید

(۱۳۵) واحد میر عبد الواحد ترمذی بلگرامی

ترجمہ اب والانسب او نظر پروردہ لطف الٰہی سیّد محمد اشرف درگاہی در سلک فضلا از دفتر اول انتظام یافت۔

میر عبد الواحد صاحب طبع لطیف وذہن شریف بود۔ وسراپا بہ حلیۂ مکارم اخلاق وجلائل اوصاف آراستگی داشت۔ اختر نجابت از جبین مبینش می درخشید وعطر خلق محمدی از گل عنصرش می تراوید۔

شعر بزبان فارسی وہندی می گفت۔ وجواہر زواہر بمثقب اندیشہ می سفت سخن شیرینش بہ گلوسوزی نبات است۔ وشعر آبدارش بہ گوارائی آب حیات از یاران میر عظمت اللہ بیخبر بود۔ ونسبت بہ فقیر شفقت فراوان می فرمود۔

آبا میکرد والد ماجد او سید محمد اشرف بحکومت موضع راهون از اعمال دار السلطنه لاهور می پرداخت او را با کفار آن نواحی جنگ رو نمود- میر عبد الواحد در معرکه جرعهٔ شهادت چشید- و همانجا این آفتاب دل افروز خاکپوش گردید- و این واقعه دوم محرم روز جمعه بعد نماز عصر سنه اربع و ثلثین و مأته و الف (۱۱۳۴) واقع شد- عمر شریفش از پنجاه متجاوز بود-

نگارندهٔ سطور در تاریخ شهادت آن مغفور قطعهٔ نظم کرده و یک عدد زیاده را بحسن تعمیه بر آورده ؎

میر عبد الواحدِ شیرین سخن — از زبانش آب حیوان می چکید
سیّدِ والا گهر صاحب هنر — تا ثریا نظم و نثرِ او رسید
والدِ او حاکمِ راهون شُدہ — در رکابش رخت آنجانب کشید
خطهٔ پنجاب را از مقدمش — آبروی تازهٔ آمد پدید
با زمینداران کافر رزم کرد — از شهادت جرعهٔ صافی چشید
در سخن واحد تخلص می نمود — لفظ ذوقی هم تخلص بر گزید
چون که واحد رفت سالِ رحلتش — کلک خونین زد رقم "ذوقی شهید"

۱۱۳۵
۱
۱۱۳۴

صیّادِ فکرش وحشیان معانی فراوان صید کرده اما از عوارض روزگار مقید رشتهٔ شیرازه نساخته لهذا اکثری از آن به پرواز آمد- برخی از اشعار که در بیاضها مثبت بود درین سواد سفیدی می کند ؎

امروز بر جبینِ تو چین دیده ایم ما — صد رنگ ناز را به کمین دیده ایم ما
گر بود رہ یک قدم بی رهنما دور است دور — بی اجل نتوان رسیدن گرچه منزل زیر پاست
سوختم در آرزویش کاش ای صورتگران — گردهٔ تصویر او سازید از خاکسترم

آگہ زدل شکستنِ بلبل نۂ ہنوز طرفِ کلاہ خود مگر ای گل ندیدۂ

عمریست در رُخِ تو تماشائیِ خودیم آئینہ است بسکہ ترا از صفا جبین

نباشد از گدازِ دل محبت نامہ ام خالی چو بکشائی سرِ مکتوب من طوفان شود پیدا

آتشی پیچیدہ ام در نامۂ پرُسوز خویش گر سمندر نیستی مکشای مکتوبِ مرا

نیستم محتاجِ خضر از فیض سوزِ خویشتن اخگرم خاکسترِ خود شیم بہ از آب بقاست

رباعی

تا کی بہ ہوا و حرص مائل باشی زان رہ کہ بریدنی است غافل باشی

اکنون کہ گذشتہ را تلافی خواہی از خنجرِ انفعال لبسمل باشی

داور انسخۂ ایست مسمی بہ "شکرستان خیال" مشتمل بر نظم و نثر در وصف حلویات غزل و رباعی و قطعہ و مثنوی و مخمس و ترجیع بند بدستور دیوان مرتب دارد و در خاتمہ نکات شیرین آوردہ۔ و درین نسخہ بمناسبت شیرینی ذوقی تخلص می کند۔ و اشعار ہندی ہم درین رسالہ می آرد۔ برخی ازان در فصل ثانی می آید انشاء اللہ تعالیٰ۔ در خطبہ این نسخہ گوید:۔

"مخفی نماند کہ از تصنیف و تالیف این رسالہ و اظہار میل و رغبت با شیرینی سببی و واسطۂ

"مظنون ارباب قیاس خواہد بود اما قسم ؎

"بموزونیِ قامتِ نیشکر کہ اصلِ ہمہ آمد آن مفتخر

"بعشقِ زلیبیِ خاطر پسند کہ انداخت در گردنِ جان کمند

"بحلوای تر آن فرح بخش جان بمقراضی آن غم تراشِ جہان

"بہ پرُ مغزیِ پستۂ خندہ رو کہ چون سبز ہند است زیبندہ رو

"بآن نرمیِ مجلۂ بلگرام کہ شبنم نزاکت ازو کردہ وام

"ندارم سرِ بنگ باور کنید کہ دارم ازو ننگ باور کنید

"به تریاک هم نیستم آشنا — هم از تهمتِ کو کنارم رها
"کنون به که تمهید کمتر کنم — غزل خوانیِ مدعا سر کنم

آنانکه پرده از رُخِ لوزینه وا کنند — آیا بود تواضعِ صحنی بما کنند
نان از تنور بهر مُربّا جدا شده است — لازم بود که حق غریبی ادا کنند
در کارِ خیر حاجتِ هیچ استخاره نیست — اهمال در تناولِ فرنی چرا کنند

انجیر را ز شاخ درخت ار جدا کنید — پنهان ز چشمِ بد به لبش آشنا کنید
یکبار پوست را ز تنش بر کشیده اید — بارِ دگر به کیله ندانم چها کنید
هنگام آن شده که اسیران انبه را — بر کام دل ز محنتِ زندان رها کنید
آورده ام برای شما شربتِ انار — نوشش کنید و مخلص خود را دعا کنید
گر خاطرِ شما ز اننّاس خوش نشد — چون ذوقی از شریفه و تربز غذا کنید

شیرین نشدی ذائقه شکر نشدی گر — چشمم نشدی سیر مزعفر نشدی گر
فائق نشدی خشکه بدین سان به حلاوت — یاری ده او روغن و شکر نشدی گر
چندان به ادب دوست نمی داشتمش من — با شیر و شکر حُبِّ پیمبر نشدی گر
حلوا نفزودی به دماغ این همه قوّت — ذوقی همه اجزاش برابر نشدی گر

نقل بگیر بر زبان یک دو سه چار و پنج و شش — ریزهٔ قند در دهان یک دو سه چار و پنج و شش
در قدحِ بلور کن شربتِ قند با گلاب — بهِ چچه بزن دران میان یک دو سه چار و پنج و شش
پیدهٔ دلفریب را اگرچه تُقبّل گفته اند — لیک ندارد ت زبان یک دو سه چار و پنج و شش
شاهد انبه ام بکف گرفته از کمالِ شوق — بوسه دهم بروی آن یک دو سه چار و پنج و شش
صحن پُر از مزعفر و کاسه پُر از برنج و شیر — خوب نمایدم به خوان یک دو سه چار و پنج و شش
مصرع نغز اطعمه وه چه خوش است ذوقیا — خربزهای خوش بنان یک دو سه چار و پنج و شش

نه تنها دل ز ذوقِ برفیم بیتاب می گردد — که از یادِ زلابی محو پیچ و تاب می گردد

ببین بسوی چپاتی بدیدۂ انصاف | که بی وصالِ شکر حالتِ نزاران چیست
غرض ز موسمِ برسات اوله و بوندی است | وگرنه این همه تمهید برق و باران چیست
چرا نه پیشکر از خرمی نخود بالد | که آل او همه مقبول آمد و منظور
درتمنای ملاقات شکرای ذوقی | آب گردید دلِ شیر بُلفت سوگند

(۱۳۶) ایما - بندگی سید محمد حسن بلگرامی

برادر صغیر میر عبد الواحد ذوقی بلگرامی - گل سرسبد چمن استعداد بود - ونهال سربلند قابلیت خدا داد - مصوّر ازل حسن صورت را با حسن سیرت آمیخته - ورنگ حیرت در دیدۂ تماشائیان ریخته -

درصغر سن مصحف مجید را از بر کرد - و در پانزده سالگی فنون عربی و فارسی و هندی را فراهم آورد - شعلۂ آوازش دل سنگ می گداخت - وحسن قراءتش ایمان سامعه را تازه می ساخت -

از انجا که کسب هوای زندگانی وتحصیل اسباب کامرانی مقتضای عهد شباب ست درعنفوان عمر از وطن مالوف بر آمده شاهزاده عظیم الشان بن شاه عالم را ملازمت نمود و بمنصبی سرافرازی یافت (پدرش) سید محمد اشرف درگاهی دران وقت نوکر شاهزاده محمد اعظم بن خلد مکان بود

چون خلد مکان رایت عزم بملک جاودانی افراخت - وشاه عالم از کابل و محمد اعظم شاه از دکن بداعیۂ محاربه شتافتند - و در میدان دهولپور بر مسافت دوازده کروه از اکبر آباد تلاقی فئتین رو نمود - و محمد اعظم شاه درمعرکه نقد زندگانی درباخت ونسیم ظفر برپرچم الویۂ شاه عالم وزید - بعد فراغ جنگ سید محمد حسن که جوان نازنین بود و سلاح در بر داشت - تاب حرارت هوا نیاورده به خیمۂ خود

آمد- و با حاضران گفت سلاح از من بگیرید که تاب و طاقتم نماند- همین که دراز کشید- چراغ حیاتش خاموش شد- و مردم خاک حسرت بر سر انداختند و بعد تجهیز و تکفین بر دروازہ دھول پور دفن ساختند-

چون راہ آمد و شد و اشد سید درگاہی بملاقات پسر شتافت- او خود زیر خاک رفته بود- بیطاقتیہا کرد فائدہ نداشت-

جنگ سلطانی بیستم شہر ربیع الاول واقع شد- سید محمد حسن بیست و یکم ماہ مذکور سنه تسع عشر و مائة والف (۱۱۱۹) برحمت حق پیوست- آیه کریمه "اِنَّمَآ اَشْکُوْا بَثِّیْ وَحُزْنِیْٓ اِلَی اللّٰہِ" (۱۱۱۹) تاریخ رحلت اوست که علامهٔ مرحوم میر عبدالجلیل بلگرامی یافته و بگرفتار حالت یعقوبی سید محمد اشرف درگاہی تحریر نموده

این چند بیت تذکرۂ ایماست ؎

جمالش بسکه در بزم تخیل جلوه پیرا شد	سویدای دلم چون مردمک محوِ تماشا شد
مرکز گردشِ ما نیست بغیر از دلِ ما	محمل ما دلِ ما ہم دلِ ما منزلِ ما
وصفِ تو اگر بر لبِ دریا گذر آرد	از گوش صدف پنبهٔ گوہر بدر آمد
نگر در یاد ماہِ من ز بلبل ناله می خیزد	که مد شاخ گلها در چمن چون ہاله می خیزد
انتخاب از ناز خوبان نیست جز حسن کلام	وای بر بلبل که از گل یک سخن نشنیده است
کشادِ کارم از جمعیتِ خاطر نمی آید	نشد چون غنچه بی چاکِ گریبان فتح بابِ من
رسید قاصد و واشد گره ز غنچهٔ دل	ہوای بالِ کبوتر نسیم باغ من است
ز تمکینِ تو ای ظالم فغانم جوششے دارد	سکوتِ گل زند ناخن دلِ مسکین بلبل را
نیاز و ناز را بایکدگر خوش جلوه می بخشند	درازیہای دست از من از و دامن کشیدنہا

(۱۳۷) آگاہ- سید علی رضا سلمه الله تعالیٰ

خلف الصدق میر عبدالواحد ذوقی مذکور- ہمعمر و یار دلپذیر این فقیر است و

بحکم ارث گلدستۂ اخلاق حمیدہ و نسخۂ جامع اوصاف پسندیدہ۔
کتب مختصرات درسی تحصیل نمودہ و در فارسی استعداد شایستہ بہم رسانده۔ بد قائق
شعر خوب می رسد۔ وگاہی خود ہم فکری می کند۔ این رباعی زادۂ فکر اوست ؎

ہر چند بود ضمیر پاکت روشن | بی راہبری گام درین راہ مزن
پیداست کہ شمع پیش پای خود را | بی شمع دگر نمی تواند دیدن

(۱۳۸) عارف۔ محمد عارف بلگرامی

از اولاد مخدوم محمد رکن الدین بلگرامی است قدس سرہٗ کہ ذکر شریفش در دفتر اولیاء اللہ گذارش یافت۔

تولد محمد عارف روز جمعہ نہم ذی القعدہ سنہ اثنتین وعشرین ومائۃ والف (۱۱۲۲) دست داد۔ جوانی است سنجیدہ۔ وعندلیبی است نورسیدہ۔ اول شخصی از دودمان مخدوم رُکن الدین کہ چراغ سخن افروخت۔ وطرز موزونی از مبدء فیاض آموخت۔ اوست

از عنفوان شعور بہ گلگشت کوچۂ سخن خرامید۔ و در فن فارسی وہندی کمالی بہم رسانید سیما شعر ہندی کہ این فن را خوب ورزیدہ وغزالان تازہ در دام کشیدہ۔ برخی از سبزان ہند در فصل ثانی نقاب از رُخ می کشایند۔

با فقیر محبّت تمام دارد۔ وہمیشہ بہ نامہ وپیام مرہمی بر دلِ ریش می گذارد۔

این چند بیت ثمرات فکر اوست ؎

گرمیِ محفلِ من از رخِ صہبا باشد | رشتۂ شمع من از پنبۂ مینا باشد
قطع این راہ توان کرد بیک قطع نظر | خار پایت مژۂ دیدۂ بینا باشد
بسکہ نیرنگی حسنت بنظر جلوہ نمود | مژۂ من پر طاؤس تماشا باشد

نیست معلومم که چشمِ زخمِ من چون می پرد ‏ شاید از مژگان او آمد پیامِ بوسۂ

مشو برای کبابے بآتشی محتاج ‏ چو سنگ از جگرِ خویشتن شرار طلب

چون صریرِ خامہ نبود نالہ ام را آفتی ‏ سرمہ می سازد بلند آوازِ فریادِ مرا

رباعی

ختم آمده منشورِ ولایت بر تو ‏ انجام صحیفۂ ہدایت بر تو

تعقیب خلافتِ تو برجا باشد ‏ چون ہست مدارِ ہر نہایت بر تو

ای دل کردی چہ کار یادِ تو بخیر ‏ رفتی بتلاش یار یادِ تو بخیر

در حسرتِ دیدار کسی خاک شدی ‏ ای بسملِ انتظار یادِ تو بخیر

صوفی گوید کہ ما خدائیم ہمہ ‏ زاہد گوید کہ با خدائیم ہمہ

این ہر دو بکار خویش ضدی دارند ‏ مائیم خدا و با خدائیم ہمہ

(۱۳۹) صانع۔ نظام الدین احمد بلگرامی

ہمین نام تاریخ تولّد اوست۔ مطابق سنہ تسع وثلثین ومأتہ والف (۱۱۳۹) جوانی است از عشیرۂ قضاۃ عثمانی مہذب و مؤدب۔ در حداثت سن کلام اللہ را یاد گرفت۔ و در خدمت میر نوازش علی سلمہ اللہ تعالیٰ تربیت یافت۔

مشق سخن از خدمت میر می کند۔ وطبع سلیم و ذہن مستقیم دارد۔ و از قبیلۂ قضاۃ عثمانی اول کسیکہ شعر درست انشا کرد۔ ولآلی دلپسند بہ غواصی فکر بر آورد اوست۔ ایزد سبحانہٗ عمرش بیفزاید۔ وپایۂ سخنش را ترقیہا کرامت نماید

این چند شعر نتائج طبع اوست ؎

نقش روی یار را مانی بہ پرکاری کشید ‏ چون نظر بر چشم او افگند بیماری کشید

تو ان زائل نمود از بخت عاشق تیرہ رنگی را ‏ کند گر صنعتِ مشاطہ زیبا روی زنگی را

بحرفی کشتگان را زنده سازد کافر حشمت	مگر دادند اعجازِ مسیحا این فرنگی را
داغ احسان برنتابد همتِ والای ما	از حنا رنگی نگیرد دست استغنای ما
هرگز از دورِ فلک عشرت نصیبِ ما نشد	سرکشد از شور بختی باده در مینای ما
در جهان امروز از بس قدر اہل زر بود	می زند پہلو به عیسی هر که صاحب خر بود
گردِ کین از جانبِ ما بسکه در دلها نشست	درمیان ما و یاران سدِّ اسکندر بود
در جهان از بسکه باشد صلح کل آئین مرا	می شمارم آفرین هر کس کند نفرین مرا
در بهارستانِ غفلت ایمن از غارتگرم	غنچۀ تصویریم و نبود غمِ گلچین مرا
بسکه هر شب سبزۀ خطِّ تو می بینم بخواب	سبز همچون بال طوطی شد پرِ بالین مرا
مپوش چشم خود از روی نوخطان زاهد	کسی که منکرِ مصحف بود مسلمان نیست
هیچ بی برگ و نوا نیست ز فیضش محروم	گر زنی نغمه گرفتند شکر بخشیدند
آنچه باید در خورِ هر شخص سامان می کند	دخترِ رز را بود گهواره از پیمانها
تنگ چشمان را ز دولت خِسّت افزون می شود	مشت بر بندد صدف هرگه گهر آید بدست
شادمانی می کنند از مرگ خود روشندلان	شد مرا این نکته روشن از لبِ خندانِ برق
نامِ آبا روشن از فرزند صاحب جوهر است	حرمتِ دیگر به عالم از گهر دارد محیط
اہل همت را چه باک از خصمیِ بدگوهران	سنگ نتواند کسی بر شیشۀ گردون زدن
به مستی داد جانان وعدۀ یک بوسه ام صائغ	چه سازم گر خدا ناکرده از اقرار برگردد
از هجوم داغ ناپیداست دل در سینه ام	در سوادِ خویشتن این شهر پنهان گشته است
چرا ز عشق خود آگاه کردمش صائغ	اگر حجاب نماید ز من سزای من است

(۱۴۰) سخنور[۱] - شیخ محمد صدیق بلگرامی

پدرش قاضی احسان الله امروز به منصب قضاء شهر قیام دارد - سخنور کلام الله

۱؎ نتائج الافکار صفحہ ۲۲۴ -

را از بر کرده مختصرات کتب درسی گذرانید مشق سخن در سایهٔ تربیت میر نوازش علی
می کند و فکری صحیح دارد - از وست ؎

تا به گلگشتِ چمن آن سرو قامت می رود | بر سرِ قمری چه آشوبِ قیامت می رود
می شود سرمایهٔ ناز آن سپاهی پیشه را | آنچه از جنسِ نیازِ من بغارت می رود
بی دماغانِ جنون از فکر صحرا فارغ اند | از خراب آباد دل طرحِ بیابان ریختند
در چمن آید اگر آن غنچه لب بلبل ز شرم | زیر بالِ خود کند چون بیضه پنهان غنچه را

(۱۴۱) ثمین - شیخ غلام حسن بلگرامی

خواهرزادهٔ قاضی احسان الله مذکور - جوان خوش طبیعت است - گاهی فکر شعر
می کند و از میر نوازش علی اصلاح می گیرد - از وست ؎

از بسکه سودم از سرِ افسوس کف بهم | دستم رساند آبلها چون صدف بهم
ز سنگهای جفا مشکن ای پری پیکر | ترحمی که ترا منزل است شیشهٔ دل

(۱۴۲) وامق - نواز محی الدین بلگرامی

پدرش شیخ غلام محی الدین فاروقی تن بخشی نواب مبارز الملک سربلند خان تونی
بود و وامق ذهن درستی دارد - و با کتب درسی اشتغال نموده حیثیتی بهم رسانده
و مشق سخن از میر نوازش علی استفاده می کند - از وست ؎

گر به بینی تو مرا بر سرِ راهی گاهی | چه شود گر بنوازی بنگاهی گاهی
بسکه در ماندهٔ هجرم ز خدا می خواهم | وصل هر روزه اگر نیست بماهی گاهی
یاد روزی که گزر داشت به کویش وامق | بود با او نظرِ لطفِ تو گاهی گاهی
بسکه حیرانِ تماشای تو گر دیدم نماند | در چراغِ دیده ام چون دیدهٔ بسمل فروغ

(۱۴۴۳) محزون ـ سیّد برکت اللہ بلگرامی

از اولاد سیّد محمود اصغر بلگرامی است کہ ذکرش در دفتر اولیاء اللہ سمت تحریر یافت ـ جوان شایستہ است ـ اکثر بہ دواوین و کتب فارسی وارسیدہ و اخذ آداب و مشق سخن از میر نوازش علی نمودہ ـ از وی می آید ؎

عاشقم وصل یار می خواہم عندلیبم بہار می خواہم
بہر یک بوسہ نا اُمید مکن کز تو این یادگار می خواہم
یا علی بہر قتل دشمن دین مددِ ذوالفقار می خواہم
با گناہِ ز حد فزون محزون رحمت از کردگار می خواہم

دعوی یک بوسہ از لعلِ لبش می داشتم خط برون آورد و مارا کرد آخر لاجواب

سپاس چمن آرای ازل کہ نوبہار فصل اول بہ مراد رسید ـ و دل و دیدۂ تماشائیان را سرمایۂ نشاط بخشید ـ قلم گرم رفتار عرقہا افشاند تا بہ شادابی این چمن پرداخت ـ و زبان آتشین گفتار شمعہا گیراند تا عرصۂ این سواد را روشن ساخت ـ اکنون طوطی ناطقہ فاتحۂ ختم می خواند ـ و تاریخ اختتام بہ عرض موزونان نکتہ سنج می رساند ؎

ز نوکِ کلک من نقشی ترا وید کزو تصویر حیرانی است بہزاد
اگر تاریخ این تالیف پرسند بگو "تحریر عالی کرد آزاد"

۱۱۶۶

فصل ثانی در ذکر قافیہ سنجان ہندی جزاہُمُ اللّٰہُ بجائزۃِ الخیرِ

من ہیچدان با زبان عربی و فارسی و ہندی آشنایم ـ و از ہر سہ میکدہ بقدر حوصلہ قدحی می پیمایم ـ در عربی و فارسی عمرہا مشق سخن کردم و نو رسان معانی را در آغوش فکر پروردم ـ مشق سخن ہندی ہرچند اتفاق نیفتاد ـ و فرصت تسخیر سبزان این قلمرو دست بہم نداد ـ امّا سامعہ را از نوای طوطیان ہند حظی وافر است ـ و

ذائقہ را از چاشنی شکر فروشان این گلزمین نصیبی متکاثر۔

معنی آفرینان عربی و فارسی خون از رگ اندیشہ چکانیدہ اند۔ وشیوۂ نازک خیالی را بہ اعلی مراتب رسانیدہ۔ افسون خوانان ہند ہم درین وادی پای کمی ندارند بلکہ در فن "نایکا بھید" قدم سحر سازی بیش می گذارند۔ کسی کہ زبان فارسی و ہندی ہر دو ورزیدہ۔ و با سفیدی و سیاہی آشنائی کامل بہم رسانیدہ۔ بہ تصدیق سخن فقیر می پردازد۔ و سجل دعوی خاکسار را بہ مُہر شہادت مزین می سازد۔

موزونانِ زبان ہندی در بلگرام فراوان جلوہ نمودہ اند۔ و دماغہا را بہ روائح صندل تر تازگی و شگفتگی افزودہ۔ لہذا فصل این جماعہ علیحدہ بہ تحریر رسید و شمامۂ معطری بہ دست بوشناسان حوالہ گردید۔

(۱) شیخ شاہ محمد بن شیخ معروف فرملی

عشیرۂ فرملیان بلگرام در روزگار اکبر پادشاہ عمدگی و اعتبار داشتہ اند و لوای فوقیت بر افراشتہ۔

شیخ شاہ محمد در ان عہد صاحب ثروت و اقتدار بود۔ و بحکومت احصار قیام داشت۔ و او در نظم ہندی اُستاد کامل بود۔ و گوی نکتہ سنجی از اقران می ربود جمیع ماہرانِ این فن امروز استادی او را تسلیم می کنند۔ و سخن او را بجان خریداری می نمایند۔

آوردہ اند کہ در سرزمین ریری چندوار حکومت محلی داشت۔ روزی با فوج خود بہ عزم شکار بر آمد۔ اتفاقاً از فوج جدا اُفتاد و عبورش بر سر دہی واقع شد در سواد آن دیہ دُختری صاحب جمال را دید کہ سرگین گاو را پاچہ می سازد نام دختر "چنپا" بود۔ و در ساعد خود زیوری داشت کہ آن را در ہندی

"نایت" گویند- و ابریشم سیاه دران تعبیه کنند-

شیخ شاہ محمد اشارہ بآن زیور کردہ گفت :-

"چہ خوب بھنور بر کنول نشستہ است"

بھنور زنبور سیاہ و کنول نیلوفر را گویند- ابریشم سیاہ را بہ زنبور و دست را بہ نیلوفر سُرخ تشبیہ داد کہ در موزونان ہند مستعمل است- و عشق زنبور سیاہ بر نیلوفر نیز نزد نکتہ سنجان ہند مقرر چنانچہ عشق بلبل بر گل و عشق قمری بر سرو نزد اہل فرس -

چنپا بزبان شکستگی جواب داد کہ :-

"بھنور نیست گوبرندہ است"

یعنی جعل کہ در سرگین پیدا می شود-

شیخ شاہ محمدؒ ازین جواب محظوظ شدُ- و لطافت طبع او را دریافت - و او را بر اسپ گرفتہ در ربود- و بخانہ آوردہ تربیت کرد- و او در نظم ہندی فائق و در لطافت و ظرافت و بدیہہ گوئی یگانہ بر آمد تا بحدی کہ در نظم ہندی از شیخ شاہ محمد سبقت برد-

دوہا فراوان در سوال و جواب شیخ شاہ محمد و چنپا بین الجمہور مشہور است- اکثر سوال از شیخ شاہ محمد و جواب از چنپا است - و این دلیل افزونی قدرت چنپا است کہ سوال را فی البدیہہ جواب بہم می رسانند-

روزی شیخ شاہ محمد و چنپا بر کنار دریائے نشستہ بودند-

شیخ شاہ محمد مصراعی گفت :-

"دھوم جو اوتہت ترنگ مون یہ اچرج مم آہ"

چنپا فی البدیہہ پیش مصراع بہم رساند :-

"ادنل روپ کوئ کامنی مجن کر گئی ساہ"

شبی در ایام برشکال کرم شب تاب در ہوا می رفت-

شیخ شاہ محمد آن را دیدہ گفت :-

"سیام رین مین کیتھ اورین چمکن کوٹ دس"

چنپا بداہتہً جواب داد :-

"من متھ باری دیٹھ بن پیہ تنیہ کھو جت پھرے"

وقتی شیخ شاہ محمد از سفر بخانہ آمد- چنپا چشم پر آب کرد- چنانچہ از نرم دلی رسم زنان هنود است-

دران حالت شیخ شاہ محمد گفت-

"کم درگ ڈھری سنار مم آیو بھایو نہین"

چنپا در جواب گفت :-

"لینھین نین پکھار ملن ہتی تو درس بن"

شیخ شاہ محمد در آخر عمر استعمال افیون اختیار کرد- و اکثر اوقات در شعر بالحج افیون می پرداخت- و چنپا قدح افیون می کرد- روزے این دوہا نوشتہ در محل سرا بپیش چنپا فرستاد و افیون طلبید :-

جل بھنبھن بیراگ رپ ہاری باہن سوئے
چنپا دی پرہٹائے یہ جوری تہاری ہوئے

چنپا جواب گفتہ با افیون فرستاد کہ :-

روپ گنواون جگ ہسن تیجی کام کی کہاد
ہون تہہ پہو نچون ساہ یہ کہان بساہی بیاد

شیخ شاہ محمد در آخر حال بہ قنوج رفتہ اقامت اختیار کرد و ہمانجا ازین عالم انتقال نمود- از منظومات او چند نسخہ متداول است-

برخی از نتائج طبع او سمت تحریر می یابد :-

پچھپ دشت اور کونج من سہج پریوا ہنت
بھرنکی ہوئی کہت سنچری تب بھینتی بھگونت

کیج چھوٹی تیہ سیس سون بب کیج رہی اتنگ
مانھہ کچن کلس تین امرت بیوت بھونگ

بھپ ترا ین چھرنس مانگ نک گج راہ
بدن چند دن دیکہت ام کر بھو لو ساہ

اِل مالا بپین گیئن آہ کل دری پتار
مرگ مد کرنن کو چھوئی برن پاس تو یار

تل بنکٹ بھرکٹی ملن سو سو بھا جیہ جاگ
ادہر دہنک منون شرکہہ کی پانک پسارت کاک

میٹ میٹ بدہ بدہ سچت تو مکھہ ایمان لک
جگ بیتی ہنچت سچت بھیو نہ مکھ سمک

تو مکھ پانپ امیہ ندہ دیکہت نیت نہ کات
بین بچتر اکہت بب بیوت ہون نہ اگہات

پریتم نین ترنگ چڑہ چہانہہ جو میلت آئی
من پارا گہٹ کوپ تین ابھر دو ہون دس جائی

مرگ نینی مرگ راج کٹ مرگ باہن مکہہ جاہ
مرگ انگ مرگ مدنلک مرگ دبجہت سرتاہ

این سہ دوہا از چنیا نوشنہ مے شود

ساہا انک دن یون ہنسے چتون کہنچی اکاس
بھیو کہٹولن کو سمی ایک ایک نہہ پاس

تاہ نہ ساہ بسارئے یا ادہا جیونت
ہم کمدن تم سر دسس کر یا کرن سومت
برہ اُساس جرت اب تیہ کمت بن نا نہہ
منون سراوت تن تپت پرت جای وہ مانہہ

(۲) سید نظام الدین المتخلص بہ مدہنایک

بن سید علاؤالدین بن سید حمزہ بن سید صدر جہان بن سید علاؤالدین بن سید فاضل بن سید فتح محمد بن سید بدہ بلگرامی قدس سرہ کہ ذکر شریفش در دفتر فقرا تحریر یافت۔

سید نظام الدین شہرۂ روزگار و در موسیقی ہندی یگانۂ ادوار است۔ در عصر خود ممتاز و مکرم می زیست۔ وصفت مروت و سخاوت بہ مرتبۂ کمال داشت و ہموارہ حلق خاتمی وجود حاتمی را رنگی تازہ می بخشید۔ و در صحبت نکتہ سنجی و لطیفہ گوئی میر مجلسی بہ او مسلم می شد۔

ابتداء حال ذوق بہ نظم و نثر بہم رساند۔ و این فن را از اُستادان عصر سند نمود۔ و در ناظمی سر آمد بر آمد۔ و کتب معتبرۂ فارسی را مستعدانہ درس می گفت۔
آخر طبع شریفش بہ علوم ہندی مائل گشت۔ و در شہر بنارس کہ بناء رس است کتب سنسکرت و بہاکا کسب نمود۔ و مہارتی عظیم پیدا کرد۔ و در موسیقی ہندی از علم نادوتال و سنگیت سازیکتائی نواخت۔ و محقق و مدقق این فن و نایک وقت شد۔ ازینجاست کہ مدہنایک تخلص می کند۔ و دو کتاب تصنیف کرد یکی نادچندرکا دوم مدہنایک سنگار۔

ماہرانِ فن موسیقی ہندی دران عصر از اطراف دور دست بخدمت او می رسیدند

ومشکلات را به حل می رسانیدند۔

نقشهای او مشهور است۔ وخوانندها در وقت ذکر نام او گوش می گیرند و این ادبی است مصطلح اہل ہند۔ ودر کلام میرزا صائب گوش گرفتن بر سبیل تعظیم بنظر درآمد ازینجا مستفاد می شود که در اہل ولایت ہم این رسم معمول است۔ میرزا می فرماید؎

آتش نفسان گوش بہ تعظیم بگیرند ہر جا که من سوخته را نام برآید

خواندن او کیفیتی داشت۔ بعض اوقات وحوش به استماع آن در مقام مستی و حیرت فرو می ماندند۔ تا به انسان چه رسد۔

اُستاد المحققین میر طفیل محمد بلگرامی طاب مضجعه فرمود که وقتی امساک باران شد۔ سید محمد فیض بلگرامی که ذکرش در دفتر فضلا رفت بخدمت سید نظام الدین عرض کرد که از نایکان پیشین تصرفها به عالم ظهور رسیده که بر زبانها دائر است درین ایام که قحط باران وکار خلق خدا تباه است اگر توانند تصرفی به ظهور رسانند۔ و به فریاد خلائق برسند۔ فرمود بنده عاجز است وتوانای مطلق جل شانهٗ بر همه چیز قادر۔ وصندلی طلبیده در صحن دیوان خانۂ سید محمد فیض گذاشت وبر صندلی نشست۔ وراگ میگھ خواندن گرفت تا آن زمان که مقداری از ابر تنک پیدا شد وحال آنکه بقول مشهور "ما فی السماء قدر راحة سحابا" ابری بقدر کف دست در آسمان پیدا نبود سید محمد فیض عرض کرد که خدمت گرامی بسیار تصدیع کشیدند۔ وبرای متحقق شدن تصرف این قدر ابر کافی است۔ برنخاست تا آن زمان که ابر پهن شد واطراف آسمان را فرو گرفت وآن مقدار باران بارید که روی زمین طوفانی گشت سید محمد فیض معذرتها کرد وخلائق به دعاء خیر تر زبان گردیدند۔

سید را با هندو دختری سندر نام عشق بهم رسید۔ دختر نیز به جذب عشق کامل دل از دست داد۔ رفته رفته راز گل کرد۔ قوم دختر به پرخاش برخاستند۔ ازانجا که سررشتۂ

محبت از ہر دو جانب مستحکم بود۔ سید معشوقہ را گرفتہ بہ شاہ آباد برد و زیور اسلام پوشانیدہ درحبالۂ نکاح درآورد۔ نواب کمال الدین خان بن نواب دلیر خان افغان صاحب شاہ آباد مراسم اعزاز سید فوق الحد بجا آورد و مدت اقامت آنجا لوازم مہمانداری نوعی کہ باید تبقدیم رسانند

بعد چندی شورش ہندوان فرونشست۔ و سید بہ وطن اصلی معاودت فرمود وسالہا بر مسند زندگانی کامرانی کرد۔ وغرۂ رمضان المبارک سنہ تسع وتسعین و الف (۱۰۹۹) بہ گلگشتِ روضۂ رضوان خرامید و در بلگرام مدفون گردید رحمۃ اللہ علیہ۔

چند کبت ازو نقلم می آید:۔

:۔سکیا برنن:۔

سنگ لاگی ڈولت مکر سرسا کرن چنون پان کو چرہ ترکا ہو چنیو
للت رسن دب بولت کلت دنت ایکدہ ہسن ادہرن ہیبت ہنیو
اوکت ہوت نہ سر پر کنتی سار چھیر کنت مکھ کہتا کو کتھن کہو کہہ تبیو
روس ہون سورس ال سنپت نلن جبین دیوس مکھ دیکھ کہنسار کا ننہی رتیو

:۔سکلا ابھارکا:۔

چندادی چلی چند مکھی تن گورہ چندن کہو رن کہو رین
دونیہ جوت بڑہی جت جو نھہ مانو پای مینکہہ کو رین
جانی نجات جتی چلی جات چھپی نہہ بات سگندہن جو رین
ہاتھ لیبین سر پچن کون سوکیو سر پنچ پر پنچھ تو رین

:۔نیین برنن:۔

کاری کجراری انیاری جگ موہنی کون تن نچ تاری ات ترل تریری ہین

جیسی ہین ساوک جاوک جل بھرین بھرکین سوکیسہون رہت نہ گھیری ہین
لال مدہنا ایک سومیر و من موہنی کوں پٹ پنجری پنجر رہت نہ ہیری ہین
سالوکی سدہار سوبہاجہا اوہکار ایسی ہین کی کھلونان کدہون ہین پیاری تیری ہین

-: چکھ برنن گھونگھٹ مین :-

جو چترانن چیت چدہی نہ بدہی بدہ بیدن گرنتھ نہ گائی
بہار تھی بھوری کری بہرمین چپ جوگن جوگ انیتھ گنائی
جو تکھہ جوت جگی نہ تھکی مدہنا ایک گھونگھٹ چنچل تائی
جھین دوکول چھبی جھلکی ابچھ براجت اچھ رجھائی

-: چند کی سیامتا برنن :-

کوئی کہی چند کی مرکنک انک دیکھیت کوئی کہی چھایا چھت بھوتل پرکاس کی
کوئی کہی اندہکار بیوہی سو دیکھیت کوئی کہی کالمان کلنک انیاس کی
مدھ کہی ساہر لینون کرتار سب تاہی کی سنواری بھامان کانھ کی بلاس کی
تادن تین چھاتی چھید پری ہین چھپاکرکی وار پار دیکھیت نیلتا اکاس کی

(۳) دیوان سید رحمت اللہ

بن سید خیر اللہ بن دیوان سید بھیکہ بلگرامی از اولاد سید محمد صغری است
کہ ترجمہ او در دفتر اول بہ زبان قلم حوالہ شد و او سوای قبائل اربعہ مشہور سیدوارہ
است و نسب او بہ سید محمود عرف بڈہن می رسد کہ اسم او در ترجمہ سید عمر بلگرامی
درہمان دفتر مذکور شد۔

دیوان سید بھیکہ
دیوان سید بھیکہ از عظماء عہد بود۔ و در سخاوت و شجاعت و مروت و نیک طینتی
شہرۂ روزگار می زیست و وجاہت صوری را با وجاہت معنوی فراہم داشت۔ و در

سرکار نواب احتشام خان و نواب محتشم خان عالمگیری و نواب مرتضیٰ خان والاشاہی عالمگیری صاحب اعتبار و عظیم الاقتدار بود

ہنگامی کہ ہندول بیانہ در علاقۂ نواب مرتضیٰ خان در آمد۔ زمینداران قطاع الطریق نلوہای پادشاہی را از دست قاصدان بغارت بردند۔ نواب مرتضیٰ خان بنابر آنکہ سرکشان بہ تمرد و جرئت مشہور بودند متامل شد تا کرا حکم تدارک کند۔ دیوان سید بھیکہ این معنی را از چہرۂ نواب دریافت۔ و با برادران خود سوار شدہ بر سر مفسدان رفت۔ و بہ ضرب شمشیر راجۂ آن ضلع را با اہل و عیال دستگیر کردہ پیش نواب آورد۔ و نلوہا مسلم بدست آمد۔ نواب مرتضیٰ خان نلوہا را بہ حضور خلد مکان فرستاد۔ و تردد دیوان سید بھیکہ معروض داشت۔ دیوان مورد تحسین و آفرین شد۔

دیوان تا سی و یک[۳۱] سال از طرف نواب اخلاص خان خویشگی عالمگیری بہ حکومت سیوندہ وغیرہ محالات جاگیر نواب مسطور از توابع صوبۂ اودہ قیام داشت۔

بعد ارتحال نواب اخلاص خان محالات مذکورہ بہ نواب مرتضیٰ خان مقرر گردید۔ و نواب مرتضیٰ خان بنابر ارتباط سابق و بواسطہ آنکہ نقش میر سید بھیکہ از مدتی دران الکہ خوب نشستہ بود۔ بہ آرزوی تمام میر را طلبید و حکومت محالات تفویض نمود۔

قضارا بعد یک ماہ ازین قضیہ نواب مرتضیٰ خان از منصب حیات معزول گشت و حامد خان پسر نواب مرتضیٰ خان کہ در آن ایام حکومت خطۂ بیسوارہ داشت برای محاسبہ پنج سوار از کچہری خیر اندیش خان دیوان لکھنؤ بہ احضار میر سید بھیکہ تعین نمود۔ سید ضیاء اللہ بلگرامی کہ در فصل اول ذکر یافت سفارش

میر سید بھیکہ بہ خیر اندیش خان تحریر فرمود۔ نامۂ سید درینجا ثبت می کنم کہ شمۂ حوال میر از ان بوضوح می انجامد۔ نامہ این است :-

"از ان مدت کہ تشریف شریف باین ملک اتفاق افتاد - چون حقیقۃ سکنہ این دیار از وارد
"و صادر بسمع شریف رسیدہ باشد می رسد چہ احتیاج کہ در اظہار وقائع بلگرام تکرار پرداختہ
"دردسری بتحصیل حاصل رود لیکن بمقتضای ضرور کہ لازمۂ بشریت است تکرار اظہار ناچار شد۔
"حقیقت حضرت قبلہ گاہ دیانت پناہ سیدی میر سید بھیکہ کہ از مشاہیر کبار این دیار است
"یقین کہ مسموع شریف گشتہ باشد کہ آن بزرگ بعد از آنی کہ بچل سالگی رسید از وطن برآمدہ
"مدت پنجاہ سال در خدمت امرا و ملوک گذرانیدہ حق گذاری و دیانت داری را بحدی رسانید
"کہ مدار علیہ ہر سرکار و صاحب اختیار ہر کار گشتہ سزای تحسین و آفرین شد۔ بالفعل کہ سال
"وی بہ نود کشیدہ و قوای خود را از خدمت بزرگان معطل دیدہ چارۂ کار بی آنکہ آمدہ بوطن
"نشیند نیافت۔ مرتضی خان مرحوم را چون بر دیانت و کمالات او اطلاعی تمام بود غرض خود
"خود را بر قصد سید مقدم داشت۔ چون الحاحی بغایت کرد۔ انکار سید پیش نرفت۔ بعد از آنی
"کہ عازم این پرگنات شد چل روز تمام نگذشت کہ مرغ روح نواب بہ آشیانۂ علیین پرید مردۂ
"پرگنہ کہ ازین واقعہ متنبہ شدند پیش از انکہ میر از حویلی برآید کوچہا بر بستند از انجا کہ غلبہ اسلام
"یقینی است برادران ہمراہ کہ آہن خائی بہ عادت داشتند در کاب میر را نگذاشتہ خجالت بخش
"ہر مایۂ فساد شدند۔ میر را چون طاقت عود بدہلی نبود ناچار قصد وطن نمود حرکت بی آنکہ تمسک
"بہ عصا کند متعذر شدہ بالفعل حالت پیری این و تخلل نوکری آن و شدت افلاس کہ نتیجۂ دیانت
"است زیادہ از آن۔ و طلب کچہری کہ باغوای حامد خان شدہ علاوہ بر آن۔ اکنون بجز
"خدا پناہی نیست ؎

"در چار موج حادثہ یکتا خدا بس است چون ناخدا مدد نرساند خدا بس است

"مسموع است از حدیث شریف کہ ابن ثمانین از عتقاء خدا است۔ اکنون بندہ ہای خدا می خواہند

"که ابن تسعین[۹۰] را معتق ندانسته بقید حساب کشند و تقصیر خدمت یک ماه اهانت آن بی گناه

کنند جای وحشت است والسلام."

چون این نامه به خیر اندیش خان رسید۔ میر سید بهیکه را از مطالبه معاف داشت لیکن سید رحمت الله ابن الابن میر مسطور که محاسب ممتاز بود به رغبت خود رفته به کچهری حاضر شد و بعد حساب فارغخطی حاصل کرده خود را بخدمت جد بزرگوار رسانید۔

میر سید بهیکه به جناب میر سید طیب بن میر عبد الواحد اکبر بلگرامی قدس الله اسرارهما بیعت داشت۔ و بعد خانه نشینی اوقات را به طاعت و عبادت معمور می داشت تا آنکه نهم شهر ربیع الاول روز پنجشنبه سنه اربع و تسعین و الف (۱۰۹۴) در جوار رحمت آسود۔ و پائین مزار میر عبد الواحد مدفون گردید۔

اما سید خیر الله بن دیوان سید بهیکه همراه پدر خود می بود سید بهیکه عبد الرحیم نامی را متبنی گرفت و او را سر فوج ساخت۔ سید خیر الله را این معنی گران آمد۔ و از پدر جدا گردید۔ و این قضیه یاد از قضیه اسامه بن زید رضی الله تعالی عنهما می دهد۔ سید خیر الله

سید خیر الله در سرکار قباد خان عالمگیری و امراء دیگر نوکری می کرد تا آنکه سید بهیکه وسائط بر انگیخته سید خیر الله را طلب فرمود و او فرمان پدر را امتثال نمود و در جنگی به زخم تفنگ جرعهٔ شهادت چشید۔

اما دیوان سید رحمت الله بن سید خیر الله دختر زادهٔ سید لطف الله بن سید حسن بن سید نوح بلگرامی است۔ ذکر سید حسن در دفتر فضلا گذشت

سید رحمت الله در خدمت جد بزرگوار تربیت یافت۔ و به نیابت او بسر انجام خدمت می پرداخت۔ چون دیوان سید بهیکه را پیری در یافت سید رحمت الله

عرض کرد کہ حضرت حالا در خانہ نشینند و من خدمت بجا می آرم جد بزرگوار ملتمس اورا قبول کرد۔

سید رحمت اللہ بحکومت جاجموؤ و بیسوارہ وغیرہ می پرداخت و در دیانت وراستی دقیقۂ از دقائق فرونمی گذاشت۔ و مدبر و شجاع و صاحب عزم و عالی ہمت بود و اکثر مواضع قلب را تسخیر کرد و سرکشان را مطیع و منقاد ساخت۔ و از سرکار خیراندیش خان عالمگیری و از سرکار عبدالصمد خان روشانی و امراء دیگر نیز محالات فراوان داشت و باوارد و صادر سلوک پسندیدہ می کرد۔ و دست جود و احسان کشادہ می داشت۔

سید حبیب اللہ

بعد رحلت جد بزرگوار با برادر اعیانی خود سید حبیب اللہ جانب دکن بہ اردوی خلد مکان رفت و پادشاہ را ملازمت کرد۔ روز ملازمت خلد مکان بادشاہزادہ محمد اعظم شاہ فرمود کہ این خانہ زاد قدیم ماست و پدرش نلوہار را از قطاع الطریق بہادرانہ بدست آورد۔ سید رحمت اللہ بہ منصب دوصدی و جاگیر از محال سائی پور و سید حبیب اللہ بہ منصب صد و پنجاہی سرافرازے یافت۔ بعد چندی سید حبیب اللہ در دکن فوت شد۔ و سید رحمت اللہ بہ جاگیری کہ یافتہ بود اکتفا نمودہ بوطن رسید۔ و برای تربیت برادر زادۂ خود سید کرم اللہ بن سید حبیب اللہ بہ سلیم پور رفتہ اقامت گزید۔ تزویج سید حبیب اللہ با دختر سید پیاری حسینی واسطی انامی شدہ بود و سید پیاری سید حبیب اللہ را خانہ داماد ساخت۔ ازین جہت اولاد سید حبیب اللہ در اُنام می بود۔ اُنام بروزن حُکام از توابع لکھنو است و سلیم پور یکی از قرای اُنام است۔

آخر سید رحمت اللہ در سلیم پور سیزدہم شہر ربیع الآخر سنہ ثمانیہ عشر و مائۃ و الف (۱۱۱۸) بہ رحمت حق پیوست۔ نعش او را در بلگرام آوردہ بہ خاک سپردند۔

سید رحمت اللہ در ہندی اُستاد عصر بود۔ علامۂ مرحوم میر عبد الجلیل بلگرامی تعریف خوش فہمی او بسیار می کرد۔

در ایام حکومت جاجمؤ باد فروشی از تلامذۂ چنتامن شاعر مشہور ہندی آوازۂ کمال دیوان سید رحمت اللہ در فن ہندی شنیدہ خود را بہ حاشیۂ محفل دیوان رسانید روزے دوہۂ از منظومات چنتامن در ''اننیا النکار'' پیش دیوان خواند۔ درین مقام اول ''اننیا النکار'' را بر نگاریم بعد از آن سر رشتۂ مقصد اصلی بدست آریم۔

''اننیا'' بہ ہمزۂ مفتوح و نون اول مضموم و نون ثانی مشدد مکسور و یای تحتانی مفتوح آخر الف بہ معنی بی شبہ و ''النکار'' بر وزن چمن کار صنعت فن بدیع۔

و ''اننیا النکار'' آن است کہ مشبہ و مشبہ بہ یکی باشد۔ فقیر را بنظر تتبع نرسیدہ کہ کسی از ادبا عرب و فارسی این تشبیہ را استخراج کردہ باشد حال آنکہ فی نفسہ موجود است چنانچہ در کلام فارسی شاہدی از دیوان ملا ظہوری ترشیزی بر آوردم کہ ؎

چون ظہوری بجز ظہوری نیست　　　در محبت یگانہ می باشد

و در منشآت میرزا جلالای طبا طبا ہم بیتی یافتہ شد کہ ؎

آب رُخ آئینۂ جم منم　　　ہمچو منی گر بود آن ہم منم

و خود ہم در سلک نظم کشیدم ؎

ترا می رسد ناز ای دِلستان　　　توئی چون تو خیل خوش طلعتان

و در عربی نیز بہ ادای این تشبیہ پرداختم کہ ؎

رأت کثیر حسانٍ فی الوریٰ مقلی　　　ما لاح مثلك الا انت یا املی

محرر کلمات گوید: ۔ علماء عرب و فارس این تشبیہ را در فن بیان آوردہ اند و اہل ہند در فن بدیع تحقیق مقام آنکہ در صورت اتحاد مشبہ و مشبہ بہ تنزیہ است در صورت تشبیہ۔ چہ علما تشبیہ را تعریف کردہ اند کہ ''ھُوَ الدَّلَالَۃُ عَلٰی مُشَارَکَۃِ

اَمْرٍ لِاٰخَرَ بِالْکَافِ وَنَحْوِہٖ" وازینجا دریافت شد کہ وجود تشبیہ بی مغایرت مشبہ ومشبہ بہ متصور نیست۔ وتشبیہ راسہ رکن است مشبہ[1] ومشبہ بہ[2] ووجہ شبہ[3] پس مقصود قائل از وحدت مشبہ ومشبہ بہ تنزیہ ممدوح از تشبیہ واثبات یکتائی اوست بہ تفنن عبارت چہ عبارت "چون تو کسی نیست" و "چون تو توئی" ہر دو یک مآل دارد کہ آن تنزیہ باشد۔

وصنعتی دیگر ازین قبیل در کلام ملا ظہوری یافتم کہ مفضل ومفضل علیہ یکی باشد اگرچہ این صنعت با مطلب کتاب کار ندارد اما برای مزید فائدہ تحریر می یابد کہ ؎

نتوان گفت ز خوبان دگری می باشد ہم توئی از تو اگر خوبتری می باشد

بخاطر می رسد کہ نام اول "تَمْثِیْلُ الشَّیْءِ بِنَفْسِہٖ" ونام ثانی "تَفْضِیْلُ الشَّیْءِ عَلٰی نَفْسِہٖ" گذاشتہ شود۔

القصہ دوہۂ چنتامن در "انڈیا النکار" کہ شاگردش نزد دیوان سید رحمت اللہ خواند این است ؎

ہیو ہرت ارکرت ات چنتامن چت چین
وامرگ نینی کی لکھی واہی کیسی نین

دیوان دخل کرد کہ این مثال "انڈیا النکار" نمی تواند شد زیرا کہ نایکا را مرگ نینی گفت۔ ومشابہت چشم او با چشم آہو ثابت شد۔ شاگردش این دخل را مسلم داشت۔ وہرگاہ نزد چنتامن رفت دخل مذکور را نقل کرد چنتامن ہم اعتراف نمود۔ ودوہہ را تغیر داد ؎

واسندر کی مین لکھی واہی کیسی نین

واین چنتامن ساکن کوڑہ جہان آباد است ودو برادر او بہوکن و چنتامن شاعر ہندی
مترام نیز شاعر خوش فکر مشہور اند۔ چنتامن در علم سنسکرت سرآمد اقران بود۔ و

و در سرکار شاه شجاع بن شاهجهان بادشاه با عزّت بسر می بُرد و او را تصنیفی است "کبت بچار" نام که در میان سخن سنجان متداول است ودبه مذکور در انتیا النکار در کبت بچار داخل است۔

الحاصل چنتامن بعد استماع آن دخل مشتاق دیوان سید رحمت اللہ شد و بہ تقریب غسل دریای گنگ که از تحت جاجموٴ می گذرد با قبائل خود به جاجموٴ رسید۔ و دیوان را دریافت۔ دیوان لوازم مهمان نوازی نوعی که باید به عمل آورد۔ چنتامن مدتے نزد دیوان اقامت کرد۔ و به مناسبت موزونیت صحبت گیرا اُفتاد۔ و کبتی در وزن "جهولنا چهند" در وصف شجاعت و جوان مردی سید رحمت اللہ نظم کرد۔ کبت این است ؎

"گرب گہہ سنگھہ جیون سبل گل گاج من پربل گج باج دل ساج دہایو"
"بجت اک جمک گہن گہمک دندبهن کی ترنگ کہر دہمک بهو تل ہلایو"
"بیر تہہ کہت ہیہ کنپ ڈر جو رسن سین کو سور چهون اندر چهایو"
"کہو چل پائی تج ناہ سناہ یہ رحمت اللہ سرناہ آیو"

دیوان زری نقد و خلعت زرین سنگین صلۂ کبت بخانۂ چنتامن فرستاد او بعض رسانید که می خواهم در حضور دالاقامت مباہات خود را به آئین خلعت آرایم۔ دیوان زبان به معذرت کشود که این لائق شما نیست۔ غائبانه قبول باید کرد۔ آخر چنتامن درحضور دیوان آمد۔ و سرمجلس کتب را خواند و خلعت پوشید و انعام برگرفت۔

کبت مذکور در نسخه "کبت بچار" بعد کبت مدح سلطان زین الدین محمد بن شاه شجاع ثبت است۔

دیوان سید رحمت اللہ کتابی دارد "پورن رس" نام۔ این چند بیت دوہا ازان کتاب کسوت تحریر می پوشد ؎

کاری سٹکاری کری کہری سرس سکمار
لوٹن ہاری جگت کی لوٹن ہاری بار
سوہنت بینی پیٹھ پر جہینین پٹ کی بہائ
لوٹت ناگن کنول دل انگ پراگ لگائی
مانگ سہاگ بہری الی ہب پاٹی چہب چہائے
سیام منون گھنسیام مین چیلا لیک لکھائے
بہونہہ کمان سمان کی کت تکیت انکھائے
کدھ من سوتن تورکی تہارو پیارو پائے
آن بان کو کہت ہین نینن بان سمان
دی لاگت سالت جو یہ دیکہت بیدہت پران
ہوئی ترچھی ترچھی تکیو بہتو بہامنی بہیر
چبھ چیتون چت مون کئی کاڈہت بادہت پیر
سندر مکھہ چوکا حمک اپمان کو برنی نہ
آنند مندر مین جڑی ہیرا جڑیا مین
کراچائی جہائی تیہ دہاری بہج انھ بہائی
منو چیلادوئی توک ہوئی گری بہوم پرآئی
سوبرن رنگ مہندی رچو چہلا جڑاؤ ساتھ
ہاتھی دئے ساتھی کیو موہن من آون ہاتھ
ادپمان سندر نکہن کی من آوی نہین اور
اندبدہوار یند کی کلن بہئین سرمور
چہلا چہیلی چہانگین بب چہب مل اک ساتھ

چھلت چھیل منکو کرت چھلا کلا کی ہاتھ
اوورلسیت ردماولی موہن موہن بہانت
مانو سبرن پان پر کام منتر کی پانت
ناہہ کوپ ناگن نکس چلی کنول مکھ چاڈہ
ٹہٹ کی دیکھ میور کریو کچھ گر کی گراڈہ
گوری بھوری گورٹی تھوری بنیں سہائی
بھوری بھوری بات سون چورت من کو آئی
لست سیت پچھتوریان انگ کیسری رنگ
کنک بیل سی جھلملی بال چاندنی سنگ
پیہ تیہ رت بپریت کون پگ گہہ کر منہار
ہٹت ہمنست ستہرات ورگ للچاوت رجھوار
بھج اُچائی انگڑائی ہین پہم جنائی جمہائے
چیٹ پیٹ ہر ہرنی کٹی ٹھگ لاڈو دکھرائے
ہر ہرلی ہر کی لیئے دہری اروج بنین
راگ رنگی پربین تیہ کری ہی پربین
کہیلت پہاگ ہلاس سون بہاگ بھری لکھہ ناہہ
موٹھی داڑہ گلال کی من کیو موٹھی ماہہ
جھنگ جھنک کہیلت ہی للی جھوم سکھن سماج
جھوم جھوم من جگت کی پرت پگن پرآج
بہونہہ چڈ ہائی جنائی رس جھونٹھ مان جنائے
انہت ہی پیہ من بھنو الو تہن اینٹھ بنائے

گھٹ لئے گھاٹ چلی الی نٹ کی سنمکھ ہوت
گھٹ پٹ کی سدھ گھٹی مٹکی مکھ کی جوت

للن چلن کی نام سن گری گھوم کی بھوم
پیارن پیاری لکھ پیا پران دئی مکھ چوم

پھاگن مانس نہ آئی ہو پیارے پرانن ایس
کھوری ہوری لپٹ سنگ کہہ ہین پران اسیس

کہہ کہہ اٹھت جری جری گھری گھری وہ بال
چل کی نیک بلو کئی انھین ہت کوہال

کہت سبیس کر دھر سنون سیام بام پرانیس
کنٹھ نکٹ سالنسک رہی سو وکرت اسیس

(۴) میر عبدالجلیل بلگرامی نور اللہ ضر بحہ

پیشتر نی قلم واسطی نثرا دگوش مستمعان را از تصانیف والا چہ حجازی وچہ عراقی نواختہ۔ اینجا شکر ہندی می افشاند وطوطیان ہند را غذاے روحانی می رساند۔

رتبۂ عالی ازان برتر بود کہ لب بہ ترہات شاعری سیما منظومات ہندی کشاید وزبان مختاط را بہ گفتگوی دور از کار آلاید لیکن احیاناً اگر تفسیدہ جگرے التماس معالجہ می کرد بنا بر جامعیت فنون تباشیری از نی ہندی بر می آورد چنانچہ خود می فرماید ؎

شعر گر فضل من بنوشیدی   می شدم در فنِ سخن اقدم
گر بپرسی ز جامعیتِ من   میر خسرو دہد جواب نعم

اکرشاعر

مصر دو اکر بن مصر ہر بنس کہ از برا ہمۂ معتبر بلگرام است و در فنون سنسکرت و بہاکا مسلم خاص و عام۔ و علامۂ مرحوم ورا بہ ملازمت امیر الامرا سید حسین علی خان رسانید و در سلک ندماء نواب منسلک گردانید۔ دوہۂ در مرثیہ آنجناب نظم کردہ و بیان واقع بہ عالم اظہار آوردہ کہ ؎

"ہوا نہے او ہوے گا ایسو کنین سو سیل"
"جیسو احمد نند جگ ہوئ گیو میر جلیل"

از غرائب اتفاقات آنکہ چون این دوہہ را عدد کردہ شد بی زیادت و نقصان تاریخ بر آمد۔ رحلت آن جناب بیست و سوم ربیع الآخر سنہ ثمان و ثلثین و مأتہ و الف (۱۱۳۸) واقع شد۔

از منظومات عالی "سکھ نکھ" در وزن بھیروی ست۔ این چند گل ازان چمن چیدہ می شود ؎

الہ نام پوتہی پر لکی ایبخہ بھائی ۔ جیون جڑائی کو ٹیکو بہال سہائی
کیس پاس کی پھانس پھانسو لوگ ۔ ایک سیام تم او یری الگ سنجوگ
پہلواری گہونگہٹ کی یاتین جات ۔ سمن باس بن چہانین نہیں سہات
واکیول سرمل تین دہ بن ہار ۔ پرت انت جہونٹی کی مکھ چہار
دانتل ویکہی تیرن باڈ ہت جوت ۔ دت چیکنون دیکہی ہلست کوت
لکھ کپوت واکریوان اتہہ ابہرام ۔ ہوئی اتیت گرڈاری سیری سیام
شکھہ نا نہہ جیو موری دہون گیا کہوئی ۔ گری لاک جہان بچھرو یت تہان جوئی
نکھ جھلک مہندی سنگ یوبن دت دین ۔ چنین لال ترجیین ڈاک نوین
بہاد نا بہہ کی تر کو کہو نجات ۔ کنول کلی لو موندی بہلی یہ بات
بینی پیٹھ دو دل متو جو کین ۔ لابنی چکلی باتن من ہر لین
چگل جنگھ سو مومن اٹکو جاے ۔ انت باندھیت گنہی کہنین لاے

کنول سانجھ موندت نہیں کوس سکور واچرن کو بندت انجل جور

واز منظومات والاست این چند دوہہ

پہلواری جگ مین سے سیچنت لی لی باس
سوکہی روکہہ پلاس کون رُت بسنت کی آس

رجنی سجنی یہ سنگ پاؤن روپ بہات
اب پریتم بچھری بہئ پاؤن پک کی بہانت

تونا ساکی ڈاہ کی کیر لگی جیہ کونچ
رہر کہو نٹو نت کری کہی دیت ہی چونچ

پیاری تیری چرن کی کہون کہان نو بھید
چہن بچہرت جا کی ہری جہاوان پہاتی چھید

(۵) سید غلام نبی بلگرامی

ہمشیرزادۂ میر عبدالجلیل بلگرامی - ترجمہ او در فصل اول جلوہ پیراست و درین فصل نیز بہ اداہای نازک ہوش ربا

اگرچہ حکمش در قلمرو سخن فارسی و ہندی نفاذ دارد - اما بہ تسخیر سواد اعظم ہندی نوعی پرداختہ کہ سرکشان پای تخت سخن رایک قلم از اوج غرور انداختہ - الحق ہیچ طوطئ در ہندوستان بخوبی کلکش شکرافشانی ننمودہ - وہیچ طاؤسی درین بوستان بہ نیرنگی فکرش بال و پرنکشودہ - جوہر تیغ ہند از نیزۂ خطی بہ این حسن وانمودن جز او کہ می داند - و چاشنی نیشکر ہندی از قلم واسطی باین لطف مہیا ساختن ہیچ او کہ می تواند -

میرزا محمد امین چون قصائد عربی فقیر و اشعار ہندی میر شنید - حظی کرد - داین

قطعه در سلک نظم کشیده

درین زمانه که ارباب فضل کمیاب است — زبلگرام دو شخص اند در سخن اُستاد
یکی امام زمان سیدِ غلام علی — کسی به شعر عرب مثل او ندارد یاد
دگر جهانِ هنر سیدِ غلام نبی — رساند فطرتِ او شعر هند را به مراد
نگاهدار الٰهی همیشه ایشان را — بمُرسَلِ عَرَبِیٍّ وَّ اٰلِهِ الْاَمْجَادِ

میرزا جانجانان مظہر دہلوی سَلَّمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی فن شعر ہندی از میر غلام نبی اخذ نمود۔

از نتائج فکر او "سکھہ نکھہ" صد و ہفتاد و ہفت دوہا است که آن را "انگ درپن" نام گذاشته و دیگر "نایکا برنن" که در سنه ۱۱۵۴ ہزار و صد و پنجاه و چہار ہجری تصنیف کرده و مطابق این سال دوہا در خاتمهٔ کتاب درج نموده و "رس پربوده" نام مقرر ساخت معنیش آنکه ازین کتاب تسلّی و خاطر جمع در بیان رس می شود۔

مخفی نماند که نزد اہل ہند مقرر است که تغیر و کیفیتی که در انسان از دیدن یا شنیدن چیزی پیدا شود۔ و بعد از آن استغراق کامل دست دہد آن را "رس" گویند و آن نه حالت است۔ و کتاب "نو رس" که ملا ظہوری دیباچه آن نوشته این معنی ہم دارد۔ نو در ہندی نه را گویند۔ از ان نه حالت

اول۔ "سنگار رس" که عبارت از کیفیت کمال محبت است که مرد را از دیدن زن یا شنیدن اوصاف او پیدا می شود و ہمچنین کیفیتی که زن را از دیدن مرد یا شنیدن اوصاف او بہم می رسد۔

دوم۔ "ہاس رس" که عبارت از کیفیت کمال ضحک است۔

سوم۔ "کرن رس" که عبارت از کیفیت کمال غم است۔

چہارم۔ "رودر رس" که عبارت از کیفیت کمال تہور است۔

پنجم۔ "ببیررس" کہ عبارت از کیفیت کمال شجاعت وسخاوت وغیرہ است

ششم۔ "بھیانک رس" کہ عبارت از کیفیت کمال خوف است

هفتم۔ "ببیبھتس رس" کہ عبارت از کیفیت کمال کراہت است

هشتم "اوبھت رس" کہ عبارت از کیفیت کمال تعجب است

نہم "سانت رس" کہ عبارت از حالتی ست کہ دران حالت ہمہ لذتہا محو شود و ہمہ نیک وبد یکسان نماید۔ واصل منشاء این حالت ترک وتجرید است۔

و درین کتاب اکثر مقامات را کہ از مصنفین پیشین کم کسی بہ تحقیق آن رسیدہ میر بہ دقت ونازکی تمام آن مقامات را حل نمودہ مثلاً فرق درمیان اقسام دھیرا وکھندتا و فرق درمیان بچن بدگدہا وسوین دوت وفرق درمیان کریا بدگدہا و بودھک ہا۔ وسبب جدا شدن انبہ سبنوک وکہتا دکرتبا و مانی از ہشت نایکا با وجود شریک بودن این مجموع درا وستہا بھید کہ مراد از اقسام حالات است خوب بیان کردہ۔ ودیگر مقامات کہ تفصیل آنہا اطالت می خواہد بوجہ احسن ضبط نمودہ۔ و درا یجاد و اختراع مضامین دقیق وخیالات نازک چہ قدر قوت فکری صرف کردہ۔ تمام نسخہ از اول تا آخر تمثیلات تام وارد۔ ومجموع کتاب انتخاب وسحر حلال واقع شدہ۔

وسوای این دو کتاب کتب متفرق متضمن مضامین لطیف بسیار دارد "رسلین" تخلص می کند۔ لین بمعنی محو است یعنی کسیکہ در رس محو باشد۔

درین مقام صد و بیست و پنج دوہا از ہر دو نسخہ بہ مراعات ترتیبی کہ در کتاب است انتخاب زدہ۔ وچند کبت چیدہ ثبت می شود۔

اول۔ از انگ درپن

-: منگلا چرن :-

سو پاوت یا جگت مون ہر س نیہ کو بھاے

جون تن من تین تلن لو بالن ہاتھ بکاے

-:جورا برنن:-

چندمکھی جورد چتی چت لیتہون بہچان
سیس اٹھایو ہی تمرسس کو پاچھو جان

-:ارن مانگ پاٹی جت برنن:-

تیین مانگ نہ ارن کن مدن جگت کون مار
است پہری پرئی دہری رکت پہری تروار

-:بھونہہ اینٹھ برنن:-

اینٹھن ہون او ترت دہنک یہ اجگت کی تان
جیون جیون اینٹھت بھرودہنک تیون تیون جڈہت ندان

-:کرن مکت برنن:-

مکت بھئی گھر کہوئی کی بیٹھی کان جاے
اب گھر کہوت اور کی کیجئی کہا ادپاے

-:نتر برنن:-

ترنگ دیٹھ آگین دہرین برنین دل کے ساتھ
تیوری چکہہ مکہہ کی جگت کیو بہت سب ہاتھ

-:کاجر برنن:-

ری من ریت بچترہ تیہ نیبنن کی چیت
بکہہ کاجرنج کھائی کی جیہ اورن کی لیت

-:کاجر کورین برنن:-

تیہ کاجر کورین بڈہی کیہ پورن کب بچھ

لکہیت کہنجن اچھ کین پچھ الکچھ پر پچھ

-:نتنرن کی لال ڈوری برنن:-

انجن کی دورت نہین لوین لال ترنگ
کورن پک دورن لگت تور پورن کو رنگ

-:ناسکا برنن :-

چھاک چھاک تو ناک سون یہ پوچہت سب گانو
کئی نواسن ناس کی لھیو ناسکا نانو

-:لتکن برنن:-

تھک لتکن نتھ پاس لئی پائی ناسکا ساتھ
مار مروریو جگت تیو نٹ نٹ دولت ہاتھ

-:پناری برنن:-

للت پناری کلت یون لست ادہر سکمار
منون اہی بہاست پریو چنھہ انگری بہار

-: ادہر برنن :-

تیرس دتیا دوہن سس ایک روپ نجہ ٹہان
بہور سانجھ کہہ ارنئ بہئی ادہر تو آن

-: مہندی برنن :-

بارہ منگل راس کن سوئی سب مل آئی
ابھیہ دوہتھیرن دس نکہن مہندی بہئی بنائی

-:سکمارتا برنن:-

لگت بات تاکو کہان جاکو سیجہم گات

نیک سانس کی چھوک مین پاس نہیں ٹھہرات

-: روماول برنن :-

امل اودروا سگھربین روماول کی بھیکھہ
پرگھٹ دیکھیئی سانس کی آواگون مین ریکھہ

-: پیٹھ کی نال برنن :-

نہین پناری پیٹھ تو کینھو دیٹھ بچار
دھسک گئی بہہ بہار تین بینی کی سکمار

-: کٹ برنن :-

سنیٹ کٹ سچھم نپٹ تکت ندیکھت نین
دیہہ مدہ یون جانئی جیون رسنا مین بین

-: جنگھا برنن :-

سیس جٹا دھرمون گہہ کھڑی رہین ایک پای
اپنی نپ کدلی تیو لہین نہ جنگھہ سبھای

-: پگ تل برنن :-

لکھہ پگ تل کی مرولتا کب برنت سکچانہہ
من تین آوت جیبھ لون مت چھالی پرجانہہ

-: نکھ برنن :-

دوت واوت نکھن کی بھنی کون کب ایس
پای پرت چھت جاہ کو بھیو چندپیہ سیس

-: ترتب انگ برنن :-

مکھہ سیس نرکہہ چکورا ورتن پانپ لکھ مین

پگ پینگج دیکھت بھنور ہوت نین

دوم - ازرس پربودہ

:- پریت بھاو :-

توہت نو تریتھ کو اپجیو ہر ہیہ آئی
سرت سلل سینچت رہت پہل ہون کی جائی

:- سکیا :-

دھرت نہ پچو کی نگ جٹی یا تین اربین لائی
پچھانھ پری پرپرکھ کی جن تیہ دھرم نسائی

:- الکرت جوبنا مگدھا :-

یون بالا جوبن جھلک ارجن ہین درسائی
جیون پرگٹت من کو بچن بیہ پترن مین آئی

:- نوجوبنا مگدھا :-

جیون بیہ تنتھ باڑہت کلا جوبن سیس ادہکات
تیون سمستانس تمر گھٹ چھب دُت پھیلت جات

:- پنجم :-

السِت ہین تو ارج ازنکسنت جھلک سبھائی
اُکس نکس سب تین کی یہری جین ہین آئی

:- گیات جوبنا مگدھا :-

سکھن کنت لون تیہ نین کج نک بھس لجات
مانو کمل کلین پتنی الین ہلس رہ جات

-: اگیات جوبنا مگدہا :-

دادن باندہی سانس مین ہو رسکہن سون لائی
سو میرے بن بیہ تہور ہوئی ہیہ مین اسی آئی

-: نیو دہا مگدہا :-

سکہن کہین لال آبہرن نیک نہ بہرت بام
من ہین من سکچت ڈرت. بہرم لال کی نام

-: بشربدہ نیو دہا مگدہا :-

ہنست ہنست رت بات لہہ یون روئی کہہ تیہہ
دہک دہک جیون دامنی ناجہین برسی مینہ

-: پنچہہ :-

نیہ اگیان ارگیان بین پریم نہ دیت جائی
جمن گنگ یہہ بائی کی رہی سرستی بہائی

-: مگدہا کی سرت آنت :-

یون مینجت کو اوللا ابلن انگ بنائی
ملی پہپ کی باس لون سانس نہ پائی جائی

-: مدہیا :-

پیہ تیہ پلن کپاٹ کٹ نرکہہ لیہہ درگ کور
کہلت پریم کی جور ہین مندت نیم کی جور

-: پنچہہ :-

رمنین من یادت نہیں لاج پریت کو انت
دہون اورا اینچو پہرے جیون بب تیہ کو کنت

-: مدھیا انت کاما :-

یون تیہ نہین لاج مین لست کام کی بہائی
میو سلل مین نیہہ جیون اوپر ہین درسائی

-: مدہا کی پیرت :-

کان پیرت مرگ لون پری مرچھہ للن کی پران
کنٹھ ٹھہنک نوپر جھنک دہن لئی جب تان

-: مدھیا کی بپریت :-

رمت رمن بپریت یون لاج مدن میں پھاک
جیون رتھہ ہانکت سارتھی دہون لیک کون تاک

-: پروڑہا :-

جب بنتا برکھ راس مین رب جوبن چمکائی
مدن تہین پیرت دیوس مدہ لاج سیت گہٹ جائی

-: پروڑہا کی سترانت :-

ڈھرک پری کہون اربسی نکھہ کچ سیس سہائی
نرن چھپیو منون کر سکھر دوتج نکس درسائی

-: مدھیا دھیرا :-

لکھت ہتی درگ کمل لئی چور بدن رب اور
اب اٹھہ انن چند ہت کربو نین چکور

-: مدھیا ادھیرا :-

بھی بڈ آئی تم رکھی میری ہت ٹھہرائے
ہاٹھہ پیرت ہو اور کی پاین پیرت ہو آئے

-: مدہیا دہیرا دہیرا :-

کت بنولیت نٹھر کی یہہ پونچہت گہہ ہاتھ
دہن آنسوا گہن بوند لون جھری بات کی ساتھ

-: پرورہا دہیرا :-

پاگ دہرین پیری کہری پیہ مکھہ پری بنہار
پہول جھری کر ہین دہری آنکھ بہری جھجھکار

پرورہا دہیرا دہیرا

نین لال تنک رس دری کچھو نہ بولی بال
بانہہ گہت ہین لال ارہنی تورا رمال

-: جیشٹھا کنشٹھا :-

کن بچتریہ کہیل بل دینہون تمہین سکہائی
موٹھہ ماروا کی درگن موکہہ ماندت دہائی

-: پرورہا دہیرا :-

ڈری گانٹھ جو بال ہیہ لہی نہ کیہون ناتھ
پرگٹ بال مدہ گانٹھ لون بہئی گہت ہین ہاتھ

-: اوڈہا پرکیا :-

نین اچل چل منج تو دوا و بدہ من رنج
نج پت لاگت کنج ارا پیت لاگت کہنج

-: انوڑہا پرکیا :-

روکہی ہو جن باس لون پچوری دیت جنائی
بنان جڈ ہین سرنیہ جو چڈ ہیو نیہ سرائی

ـ:ساما نیا:ـ

مکت مال لکھہ دہن کہیو یہ اجگت ہے نا نہہ
گنگ تھاری اربسی شو میری ار مانہہ

ـ:انیہ سبنھوک دکھتا:ـ

تیری پاس پرکاس پرنیہ سباس بسائی
موکارن لبائی نہین آئے آپ لگائی

ـ:پریم کرتیا:ـ

پیہ مورت میری سدا راکھین درگن بسائی
ڈریت گوری دیہہ یہہ مت سونری ہوئی جائی

ـ:روپ کرنیا:ـ

جوبن لہہ ان روپ ٹھگ اوہت گت یہ کہین
آپ جگت کون مار کے ہتیا موسر دین

ـ:مانِنی:ـ

دہرت مانِنی درگن یون انسوا بند بسال
منون مانسر کنول تین جہرت مکت کی مال

ـ:سوادہین پتکا:ـ

نرکہہ نرکہہ پرت دیوس نس تنیہ چکھہ پیہ مکھ اور
کمل جان ال ہوت ہین سس انمان چکور

ـ:انگنٹھا:ـ

سکہی کہا جیہ ساج کی آج نہ آئی ناتھہ
گرہ بہولی کہگ لون پھری مومن سوجن مانہہ

-: کھنڈتا :-

پیہ تن مکھہ لکھہ لون دری تیہ چکھہ انسوا آئی
منون مدہ کر مکرند کون اگل گئی پھر کھائی

-: پرلبدھا :-

لکھہ سنکیت سولون رہی یون تیہ نار نوائی
منون بنی شیو کی کرئی سبل کام کون پائی

-: کلنتھتا :-

الی مان آہ کی دسی جھار یو ہر کر نیھہ
تیو کرو دہ بس نان پہتواب پچھوٹت ہی دیھہ

-: باسک سجیا :-

تیہ سکھہ سیج بچھائی یون رہی باٹ پیہ ہیر
کھیت بنائے کسان جیون رہت بینھہ اوسیر

-: ابھارکا :-

الیین کا من لاج نین پیہ بین اٹکت جائی
جیین سلتا کو سلل پون ساھیین پائی

-: پنھہ :-

انگ چھپاوت سرب سون چلی جات یون نار
کھولت بج چھٹا جنئ ڈھانپت گھٹا نہار

پرو گھٹ تپکا

نس جگای پر اتھ چھت پر ان مجوری ہال
انگ نگرین برہ یہہ بہیو نیو کنتو ال

-: لمکہت تپکا :-

پھلین پاکھہ نہ آیھو جو اساڈہ کی مانس
پر تہمہ جھڑ جیت باس لون نکسی ییھو سانس

-: کچھت تپکا :-

پیہ کی چلت بدیس پچھو کہہ نہہ سکی لجور
چرن انگوٹھا تین رہی داب پچھورا چھور

کردی یہ جو چکنین ہرنت لاے سنیہ
برہ اگن جو چھنک بن ہون چہت اب کیہ

-: المکہت تپکا :-

ہراون سن پتہک مکھہ امگن ہر کہہ سینہہ
نکہہ تین سکھ لون بال کے بھئی چکنین دینہہ

-: الچھت تپکا :-

آوت لہہ گہنسیام کی آن دبیس نین پات
چیلا ہوئی چمکن لگیو نیہ نہی کو گات

-: آگت تپکا :-

سکھی بچھرن سسر کی ہوئی لہلہی ترنت
بیل روپ پر پہلت بھی لہہ بسنت سوکنت

-: اُتما :-

کیھون اوکن انگ کو لکھین نہ ہت کی جور
پیہ مینک مکھہ کی بھی رونی نین چکور

-: مدھیا :-

پیہ سنگہ سنمکھہ رہت بمکھہ بمکھہ ہوئی جات
نتیہ درپن پرت بنت لون تیری گت درسات

-: ادھما :-

جیون جیون آدر سون للن پانپ دیت بنائی
تیون تیون بہامن ہین لون کہن کہن انیٹھت جائی

-: پتی نایک :-

جب تین لالن ردن کو کون لے آئے سنگ
تب تین شیولون آپنی کر راکھی اردھنگ

-: انکول نایک :-

نئی بلس جب ہون سجون تب پیہ بھرم لجانھ
بن پرکھے دہن بچن کی ہیر سکت ہین نانھ

-: وچھن نایک :-

ساگر وچھن دہن کی سم برنت ہین پریت
وہ ندین یہ تین سون ملت ایکہی ریت

-: سٹھ نایک :-

ہیر ہیر مکھہ پہیر کت تانت بہو بہہ ندان
بانن بدہ کا ہون نہین راکھی چڑھی کمان

-: دہرشٹ نایک :-

کالہہ گیوہی آپہین موسر سو ہین گہائی
آج سیس جاوک لیئن پھر لوٹت ہی پائی

-:اوپپت نایک:-

آئی وہ پانپ بھری رمنین آج انہان
جنھہ بوڈن نکس لکھین نکست بوڈب بران

-:ببیبک نایک:-

لال ادہرہیرا رون جنھہ سبرن تن ساتھ
دیجیئ کنھ دہن لیائے جوکیجیئ تنہ دہن ہاتھ

-:روپ ماتی نایک:-

بار بار ہیرت کہا درپن مین چت لائی
نیک لکھونج بدن سون رادہی بدن ملائی

-:پروکہت نایک:-

اگن روپ بن رہی برہ کت جارت ہی موہ
نیہ نن پانپ پای کے بور مار ہون توہ

-:سرورن درسن:-

جب تین موہ سنائی تون کہے کا نہہ کی بات
تب تین درگ مرگ یون چلی کانن ہین کون جات

-:سپن درسن:-

جاگت چور جو پائی دور لاگئے ساتھ
سپنین کو چیت چور کیون آوی اپنین ہاتھ

-:چتر درسن:-

چترہ چتوت چتر یون رہی ایک ٹک جوئی
متر بلوکت رادری کہو کون گت ہوئی

-:سونتکھ درسن :-

جیون پیہ درگ لال بہنوت تیہ بدن کمل کے اور
تیون پیہ مکھ سسں کی بہئی تیہ کی نین چکور

-:دوتی برنن :-

کیجی سکھ گھنسیام ہون آج پون کی رنگ
انھ چپلا چمکای ہون لیاے تہاری انگ

-:نایکا کی استت :-

کسک کسک پونچھت کھا جبک مسک انمان
کھسک جاے گی ٹھسک یہ نیک سسک سن کان

-: برہ نوبدن :-

کہا کہون واکی دساجب کہک بولت رات
پیوسنت ہین جیت ہی کہان سنت مرجات

-:بسنت رت برنن :-

کہون لیادت بکست کسم کہون ڈلاوت پائی
کہون بچھاوت چاندنی مدہ رت واسی آئی

-:نربدہ بات برنن :-

سرورمانھ انھای اربا گ باگ برماے
مندمند آوت پون راج ہنس کی بھاے

-:باگ برنن :-

کلپ برچھ تین سرس تو باگ درمن کون جان
ساگر نکسو لکھن کون جل جنترن مس آن

گریکھم رت برنن

دہوپ چٹک کر چیٹک ار پہانسی پون چلائے
مارت دوپہر بیچ نیہ یہہ گریکھم ٹھک آئے

-:پچھ:-

چھٹت نہ لی نل نیر جل دل سج چھت تین آئی
نرکھ نداگھ انیت کون چلیو بہان پین دہائی

-:جل کیل:-

ہر چھینٹت یون تین کر لہہ جل کیل انند
منون کمل پہ جھون اور تین مکتن جھورت چند

-:پاوس رت برنن:-

پاوس میں سر لوک تین جگت ادہک سکھ جان
اند بدہو جاہیں سدا چھت بھرت ہین آن

-:پنچھ:-

جھول جھول نیہ سکھت ہین گنگن چڈہی کی ریت
آج کالھہ مین آئی ہین سر نارن کون جیت

سرورت برنن

چندبدن چمکای ار کھنجن درگ پھر کاے
سکل دہرا کون چہلت یہ سروا پھرا آے

-: ہیمنت رت برنن :-

ہیت سیت کی ورن تین سکت نہ اوپر جائی
رہیو اگن کون پاے کی دہوم بہوم مین چھائی

-: سسرات برنن :-

پرگت کہیت یا سسر مین روکہہ روکہہ کی پات
بچہرن کون چت ہون دہر بن سوکہہ جات ہی گات

-: لیلا ہاؤ :-

سیام بھیکھ سج کی گئی رادہی درپن دہام
بھولیو بھیکھ جگت بھئی جت دیکھی تب سیام

-: بلاس ہاؤ :-

درگن جور انٹھلاے اربھو ہین کر بلسای
کامن پیہ ہیہ گود ہین مود بہرت سے جای

-: للت ہاؤ :-

سکل بہوکھنن کون جدب توچہب رہی سنگار
پی کنہ بدہ انھ بہارئی پیہ ہین جیہی نار

-: بچہت ہاؤ :-

سیام لال ان تلک تو یہ رنگ کینون مال
سوتن کو رنگ سیام دئی رنگیو سیام کو لال

-: بیوگ ہاؤ :-

بات ہوئی سو دور تین دیجئی موہ سنائی
کاری ہاتن جن گہو لال جو نری آئی

-: کلکنچت ہاؤ :-

شوسر کی سس مین شو انگ نچ چھانہہ بھرمائی
ڈری جہکی روئی پھر ہنسی آپ کون پائی

-: بہرم ہاؤ :-

بیندی ارن کپول دی لال دتھونان بھال
ایھہ بدھ کنھہ من ہرن یہہ چلی نویلی بال

-: بودھک ہاؤ :-

مانگ بیچ دھر آنگری ڈھانپ نیل پت بہال
اروہ نساسس چھپت پیہ سین بتای بال

-: مدہ ہاؤ :-

روپ گرب جوبن گرب مدن گرب کی جور
بال درگن مین مد بھرین آوت چلین ہلور

-: سوبھا اداہرن :-

ایک سکھین کرلی پھرین ہنت چکورن دھای
ایک بھنور کی بھیر کون مارت چنور ڈلای

-: کانت اداہرن :-

مکر بملتا لہہ کھئی کمل مر دلتا باس
تو توانن کی ملن کی سبرن را کھئی آس

دیپت اداہرن

چند جہان بدہ مکھہ رچی تن چپلا سو ٹھان
تا پر اوب دھری کھری تو تور پوجی آن

دھیرت اداہرن

دیپ تھاری نیہ کو برت رہت ہبہہ مانھہ
بات چھون دس کی سہی بجھت کیسھون نانھہ

-: آٹھ ساتوک بہاو :-

پیہ تک تہک اوہ بربن کہہ پلک سوید تین جہاے
ہوئے ببرن کنپت گری تیہ انسوا دھراے

-: سنگار رس اداہرن :-

موہن مورت لال کی کامن دیکھ سو بہای
ریجھ جھکی موہی جکی تھکی رہی ٹک لای

سنجوگ سنکار اداہرن

لی رت سکھ بپریت جیون رچی پریا اور میت
راونو پرن بین بہی ایک رسنان کی جیت

-: انتہ بیوگ مدہ ستاتراگ :-

جاہ بات سن کے بہی تن من کی گت آن
ناکہہ دکہائین کامنی کیون رھہین مو پران

-: پوریا نراگ مین درشتا نراگ :-

ہین ٹکیا مانہہ منتھ دیٹھہ رئی کون دار
مومن ماکھن لی گئی دیہہ دہی کون دار

کرمان اداہرن

پیہ درگ ارن چتئی بھئی بہہ نیہ مکھہ گت آئی
کمل ارنیا لکھ منون سس دت گھٹی بنائی

-: دان اپائی :-

پیٹھئی ہین نج گرن کنہ لال مالتی پہول
جنھہ لھہ تو ہیہ کمل تین گڈہی مان ال تول

بھیدا پائی

روس اگن کی آنچ تین تون جن جاری نانہہ
تنھہ ترور دہیت نہین رہیت جا کی چھانہہ

—: پرسنگ بدھیس اپائی :—

کہت پران جو رین کون تپوت ہین کر مان
تی سب چکیئ ہو نھہ کی اگلی جنم ندان

—: پریاس بیوک :—

سوا مناون کون گئی برہن پہپ منگاے
پرست پہپ بہشم بہی تب شبو دی چڑہاے

—: کرنا بیوگ :—

سکہہ لئی سنگ جنہ تج گئی پیہ مم رچہا کاج
سوء پران دکھ پاے کی چلیو چھت ہی آج

سندیس

پکڑ بانہہ جن کر دئی برہ ستر کے ساتھ
کہیوری وانٹھر سون ایسی کھیت ہاتھ

—: پاتی :—

بتھا کتھا لکھ انت کی اپنین اپنین پیہ
پاتی دے ہین اور سب ہون دیہون یہہ جیہ

دیگر نایکا برنن بزبان ریختہ دروزن رباعی بستہ کہ این دور باعی ازان است

ا۔ سکیا

ازبسکہ حیادوست ہی وہ مایۂ ناز   اس طرح سون ہی اس کے سخن کا انداز

خامے کی زبان سون جیون نکلتے ہین حرف — پر کان تلک نہیں پہنچتی آواز

۲- بشر بدہ بنود ہا

آئے ہیں اگرچہ خوب ایام شباب — پر کچھ اس کا چھٹا ہے اب خوف وحجاب
تدبیر کئی رہی ہے یون نایک پاس — جیون آگ مین زور سین دوا کے سیماب

:نعت:

نور اللہ تین اول نور محمد کو پرگٹو سبہہ آئی
پاچھین بہی تہون لوک جہان لگ اوسب سرشٹ جو درسٹ دکھائی
آد دلیل سوانت کی کئی رسلین جو بات بھی من پائی
تولون نہ پاوی الہ کون کیہون جو لون محمدؐ مین نہ سمائی

:منقبت:

پربھو کون نہ جینہوان من میری ایک چھن بید اوپران کو کیون نہ چیت چاوری
تج دوار ایس کو نوا یو سیس مانس کو پیٹ ہی کی کاج سب لاج کھوے باوری
ایسو ہی ندان جاہ آج لو نہ آیو گیان کیہوں نہ تجھی اجان اپنو سہاوری
بھریو اپراد ھ تبو ڈرت نہ تل آدھ شاہ مردان جو بھروسی ایک راوری

بشر بدھ بنود ہا مکد ہا کبت

اُوچک ہین آئی بالَ تیئن نہارِ لال بیٹھ گئی تنھ کال آپ کون چھپائے کے
چینچل چیتون چت چیھین ہر رسلین کون کرکری کیل بھون مرجھائے کے
تاہی سی پیہ پاس آڈ آڈ سکھین کے آدن تیہ کی رہی ہی چھب جھائے کے
بادھک جیون چوٹ کے درت پھر اوٹ اوٹ مرگ لوٹ پوٹ بھئین کھوج لیت جاکے

:ترنائی اگم ربنت برینو کبت:

آوت لبسنت ترنائی تر ترنی کے پات گات ارنائی دورت بینیت ہے

بکست سمن من پیہل اروج ہوت بھنونت بھنور چت راکھ رس پریت ہے
گھورو گنبٹھ بہاس باس انگ کے باس پرم پرکاش کرلیت پران چیت ہے
رت بیس گئی تین نہ بہاوین رسلین دوا دو جوبن کی ریت سوئی جوبن کی ریت ہے

:- مدھیا دھیرا ادھیرا کبت :-

رات کون بتی جیون پرات آئی رسلین تنہ کال بولی بال سکچات لکھ پیاری کون
نین سنکھ مل دیو سہو تو دیجی سکھ کوک سم ٹار رین برہ ہماری کون
تب ان کینہین گھات نین میری ہین پررت کیسی کرہیرون تو مکھ اجیاری کون
بام کہیو جانی ہم اندرانی ہتین سواب چندر مان بھئی ہون درگ کنولن تہاری کون

:- رت دوتی منایو مانئی کوتا کو کبت :-

بدن ہی چند تہان راہ بار دیکہت نین مرگ پلوا دہر تہان آہی
ناسا کیر ڈھک رسلین دانت داڑ ہین ہین مور کو یو روم راجی بنکی سراہی
کٹ سنگھ گج گت ہی تین بیکہی باتین یہ بات آن ہئین ادگاہی
اپنی سب ستر تو ء تن آن متر بھئی تو کون نج متر سنگ سترنا نہ چاہی

:- سانت رس کبنت :-

تیری منو رتھ کون ہوت ہی سین لوک تو نہین ہوئی اکاس کری نکہت اُدوت ہے
تو نہین چارو تتو سیل ترپس پنچھی ہوت تو نہین ہوئی میگھہ پوجی کوت اداکوت ہے
تو نہین بن ناری بھرتا کی رس سلین ہوت تو نہین ہوئی کے سترلیت اپن تین بوت ہے
جاگ پرین جھونٹھو جیون سین لوک ہوت تیون ہین آتما بچاری لوک جاگت کو ہوت ہے

:- نرت برنن کبنت :-

بسن بنا سی لٹ آنن پی لٹکاے کاجر لگائے چکھہ پان مکھہ کھائے کے
تال جھنکائے بین مردنگ ملائے تنکار کون بلائے سب سنگت رچائے کے

ہاتھن اُٹھائی گٹ گریون لپکائے دواو بھنوین نچائے ات نین مٹکائے کے
بیورہ بجائے جب بہائے سون دہرت پائی لاگت ہی گت آی تیری پگ دہائے کے

(۶) سیّد برکت اللہ قدس سرہ

اسم سامی در فصل فقرا و شعرا شیرازۂ جمیعت این اجزا است
گاہی میل بہ شعر ہندی می نمود۔ و معانی عرفان را بہ زبان ہند ادا می فرمود۔
"پیم پرکاس" نام رسالۂ دارد مشتمل بر دوہا و کبت و بشنپد و دہرپد وغیرہ کہ در مردم دائر
است پیمی تخلص می کرد قدری از اشعارش ثبت می شود ؎

چکھ جوگی کنٹھا گرین ارن سیام اور سیت
آنسو بوند سمرن لیئن درسن بھچھا ہیت

پیمی ہندو ترک مین ہر رنگ رہو سمائے
دیول اور مسیت مون دیپ ایک ہین بہائے

انٹھیا تن کی اٹیٹی من ٹپوا بھیو مور
سور جہاوے کرگیان سون بنی پیم کی دور

من پنچھی تن پنجرا پانچ بھرو امول
پیارہ پورہ کردیو توہیں توہیں نت بول

تم دیپک ہم ہین پتنگ اجگت گہے سنائی
بن دیکھین نہین رہ سکون دیکھین رہو نجائی

ہون چلگئی وا سندھ کی جہان نہ سورج چند
رات دیوس نہین ہوت ہی نان دکھ نانھ انند

من پاراتن کی گھری دھیان گیان رس موی

برنجھ اگن سون پھونک دی نرمل کندن ہوی
جہان پیت تہان برہ ہے جہان سکھ دُکھ کر دیکھ
جہان پھول تہان کانٹ ہی جہان درب تہان سیکھ
جم جن بورا ہوئے تون دورت گھیرت آن
ہم تو تب ہین دی چوگی پران ناتھ کو پران
ہم کسان ہت کھیت کے بووین دھیان کے دہان
لونین گیان کے ہاتھ سون ہووی درس کھلہان
نئی ریت یا پیت کی پھلین سب سکھ دیھ
پاچھین دُکھ کے جیل مون داڑ کری تن کیھ
من بیندہ ہو واکیں مون ڈھونڈ ہو کیئو بار
بھولو کاری ربن کو تا کو کہا بچار
ہت کینون سکھ جان کے بڑی دُکھن کی بھیر
کیا کیجی من ہوی گئی گڈوا کڈ ہتین پھیر
یُومِنُوْنَ بِالْغَیْبِ کون آنکھہ موند من بیل
سیکھو گرسون یہ جگت آنکھ مچونون کھیل
سیاہم ہو سانچ سون سر نہر آدی کوی
پرم جوت تا بدن پر جگمگ جگمگ ہوی
تو ہنین تو نہین جو چھوٹے ہو نہیں ہوے
جہار بجھاوی کامری رہی اکیلا سوے
رکت پان پکوان تن ہیو رسوئین سار
بیٹھی برہار اوری سدا کرت جیو نار

میاموہ من مین بہری پیم پنتھ کون جائے
چلی بلائی جج کون نوسی چوہے کھائے
ادوہ گئ آئی نہ ہر کریو نہ ہر چیت چاؤ
برہا توہ انند ہی موسل ڈھول بجاؤ

(۷) میر عبد الواحد ذوقی بلگرامی

سابق در فصل اول بیان نمودہ شد کہ او را رسالہ ایست مسمی بہ "شکرستان خیال" در وصف انواع شیرینی درین رسالہ طوطی ناطقہ اش طرفہ شکر ریزی کردہ و اشعار ہندی را بہ زبان شیرین ادا نمودہ - ازانجاست ؎

برنون واحد کون بدہ کٹن کی دت جوت
رین اماوس جاہ لکہ پورن مانسی ہوت
کئ بار پھر پھر کے رسنان پھر پھر کہات
پھر پھرنے کی لگت ہی پھر پھرنے کی بات

:کبت:-

میٹھی ہی نیت ہی سبھای بہای نینن کی جاگی رس چاکہی کو سبی للچات ہین
پھیکی اوبھیسی سب کہای کے کہا کہون ہیرا کی سی جوت دیکھی پہولے نہ سمات ہین
کھانڈ کی کبیلی مدہ ات ہین بیوت ہنس رسنان کی پیاری ہی اوٹھن بلات ہین
ایسی سکمار ہین ہی اولی بارون کاپی کی دیٹھ کی لکھین دیکھو ٹوتی نہو جات ہین

(۸) محمد عارف بلگرامی سلمہ اللہ تعالیٰ

جوان قابل صاحب فضائل است - ترجمۂ او در فصل اول گذشت شعر

ہندی خوب مے گوید- و مضامین دلنشین مے آرد- برخے از ان درین جریدہ درج می شود-

از سکھ مکھ دوہا

-: منگلا چرن :-

بال بال کے بال کو بیوری بھید نہ پای
سکھ نکھ تین بالن ہین کنگی لون نہ سمای

-: بینی برنن :-

سمدھیو متھ مین من لئی جگ کرت انیت
بینی تیری سیس مدہ کرت کو بینی ربیت

-: مانگ برنن :-

بچھیو ھیتو کے نان پچیو اندا بد بہچہ سوے
مانگ بھیکھ جھلکت سوھیہ راکھی کلا جو کوے

-: انگ سدی جت :-

لال بیندلی جت الک لکھ آوت اپمان
پہن ست انگ بینگ کے من دھو کہین پلٹان

-: نتر برنن :-

لکھ چکھ بین بہر بہا دام مانون لبکھگ مین
چکھ پد دیرکھ کرت ہت لک دبہنی ہی این

-: الحہ :-

کہنچ تھکی لکھ چپلتا کورنگ چکی لکھ رنگ

مین جکی درگ بین لکھ چھب لکھ چھکی ترنگ

-: الحہ :-

بس پھیلت انکی لکھنت من پاوت نہیں چین
کن پرکاش نج گن کرین برچھک راس توئین

-: کرن برنن :-

گنیا کیون کہہ سکت تیہ سمتا سیت پرکاس
جاکانن پت کی کرت مکت ناک پین باس

-: ناسا برنن :-

اچجت ہے ایکئی کمل ایک نال مین آئے
ادبھت ناسا نال جت چکھ بب کمل لکھائے

-: نتھ برنن :-

تیہ نتھ کی جھولن نرکھہ لبہی من یون پای
مکتن ڈاریو ناک مین سنگ ہنڈورا آی

-: کرن مکت برنن :-

مکت بہی جدپ نوؤ ناک باس نو آس
کانن کانن مین اجون تب ہت کرت نواس

-: لالری برنن :-

نتھ موتن بچ لالری راجت ہی ایٹھ مود
مکت رمت منون ناک پر انند بدہو گھ گود

-: ادھر برنن :-

ادہرامی دہر ہیت کنھ بال سدہا دہر بہال

سینچو اوٹھن ناس مگ ادہر گاڈ مرنال

—: مسابرنن :—

لسا مسات رس مسا بسا پکھولن سوبھ
دھنسا الی ال کمل مین پھنسا سور بھ کی لوبھ

—: دسن برنن :—

لکھیت کچھو اتپات سوالی دسن ہی ناتھ
بھان اودی ہون دیکھئی نکہت بال بدہ ماتھ

—: دس برنن :—

دسن مکت کی ہوت ہی جہان ہنسن درسائی
بیچ کہری دب جات ہی پھول جہری بجھ جائی

—: مکھ جوت برنن :—

انگ نہ انگ مینگ کی او مرگ انکھو ناتھ
توئ مکھ وت لکھ رسن جر دیور اک ہیہ ماتھ

—: مکھ جوت برنن :—

مکھ دیپ وابدن کی ایمان ہین سب ہین
جا مکھ جوتن ہوت ہئی رجنی پت دت چھین

—: مکھ باس برنن :—

ڈگر ڈگر توئ بگر کی گنجت مدھکر پنج
کیئو توئ مکھ باس نی بہون کنج بن کنج

—: تھوڈہی برنن :—

توٹھوڈہی سوبھا چتئ کیون نہ لال للچانہہ

جنھہ لکھ ٹھوڈہی ہاتھ دئی کہری بال پچھتانہہ

—: کنٹھ برنن :—

ہاریو کوٹ کپوت کو دیکھہ کنٹھ ابھرام
گنہین لون ان نج گرین ڈاریو ٹپکا سیام

—: کنٹھ برنن :—

ہارا دارا کنٹھ لکھ بھیو کنب ات پاپ
اکلنکت نتھہ کرت ہین بیدھ پھونک من آپ

—: ریکھا برنن :—

پیکھ ریکھ تؤ کنٹھ کی جیہ کپوت دہر تیکھ
پھانسی پھانسی نج گرین پیّت واگھہ بسیکھ

—: کنٹھ سر برنن :—

سنی جہنک سر لیت ہین تو سو کنٹھ کی کوک
چاتک ہیہ دؤ ٹوک ہوی جر کہوک بہئی موک

—: نار برنن :—

نار نار لکھ کی رہین نارین نار نو ای
ہارین سارین ہہر کی ہارین ہاری کھای

—: بانھہ برنن :—

پاس نلت نؤ بانھ کی بیت اجگت ہیت
جیولیت دھ کر پرین یہہ بیتم جیہ دیت

کانکھ برنن

کنکھیان لکھ ان بانہہ تر سکھیان رہین اجیت

شدھا سندھ بب لہرتین پری سندھ کنھ ہیت

-: پہنچا برنن :-

کوٹ اوپاین سون الی بلی کرین بدھ ساتھ
پئی پہنچن واکی ہنین پہنچت ایمان ہاتھ

-: پورین برنن :-

بہاوت چت آوت ہین لکھ انگرین چھب این
پورن پورن رس کیو منون گانٹھ دی مین

-: روما دل برنن :-

مانگ انک جو سیامتا مٹی الی تون دیکھ
اُدر آن سو پر گھٹی روما دل کی بھیکھ

-: روما دل برنن :-

روما دل نہہ جان تون لکھ ہیپر سکھی رنگ
گج شو تج منوتک چلیو نابھی ببر بہو نگ

-: کچ اگر سیامتا برنن :-

لست یام کچ سنبہ پر نہیں سیامتا رنگ
رہیو منو بہو کون دہی سر چڑہ رہیو کلنگ

-: ارج سندھ برنن :-

الی بھلی بدہ جان تون ارجن سندھ انوپ
ادہرامی کی چرن ہت راہ مانہہ کی کوپ

-: نابھہ برنن :-

نابھہ بھنور لون دیکھی روپ سندھ تو گات

سکہان کیجئی کون سرا پان بوڈی جات

-: کٹ برنن :-

ای ری تیری لنک تین الکھ روپ سرسات
جاتین سب پرکاس ہی وہی نہین ورسات

-: الحہ :-

کٹ اڈیٹھ کون ایٹھ لون بہیو نٹھ بدھ سنگ
پرگٹ بہیو ہی بھیکہہ دہر جگ امیک کوانگ

-: کام بھون برنن :-

تیری نابھ ترکوالی برنن کرت سکات
بدہ بخ ہیہ سکچت جہان اوپمان جات لجات

-: چرن برنن :-

ال کمل واچرن کی لہئی نہ سمتا این
جا پر بہنورن سون سدا بہرمت ہین جگ نین

-: ایڑی برنن :-

توء ایڈن سکہان کی ہین اپمان سب ہین
موڈہ بوڈھ جا برن ہوی اند بدھو پدلین

-: گات برنن :-

اپمان کو او لاگت نہین واتن اوپ انوپ
جات روپ سی گات لکھ جات روپ کو روپ

-: چھٹ برنن :-

چھب جھلکت منہ جہلک تین من لاگت اپمان

ہوت اودئی سس کی منون سمہ سیل اولنھان

-: سکمار نتا برنن :-

کیون وہ بھوکھن کنک کی سبھئی انگ سکمار
نیٹھ نیٹھ مگ ڈگ دہرت نار مہاور بھار

-: سو بھابرنن :-

بن جیور جیہ برہری تاتین بدھ بچار
متواری ہتیار لون راکھی بھوکن ٹار

-: سکھ نکھ پورنتا :-

پرتھم بچیو سکھ نکھ برنِ عارف نپٹ اجان
بدہ جن جان سدھار یو چھیو بدھ ندان

از سکھ نکھ کبت

-: جورا برنن :-

کیدہون بدہ ببدہ بدہان چھند بند کر باندہیو گانٹھ سوہت اسیت ہے
کیدہون رس میچک کی للت نوین لتا سندر ادوار پہل تا کو چھب دیت ہے
کیدہون کام نٹ کہری کندن جہری بین دہری نلین کوئی دان پران کولیت ہے
کیدہون ہم سان بین بدن بیٹھو آسن کئے کیدہون تیہ تیرو جورونیہ کو نکیت ہے

-: بینی برنن :-

کیدہون رتن سان ہین کے سکھاپی سوہی دہار ترن تنؤ جاے ادہک سکھ دینی ہے
کیدہون مین کیتن نکیت کے نسینی سوہی کیدہون نب رسنا کے سبھم سنینی ہے
کیدہون کل پدرم کے للت لتا کے پرت سندر سودیس سوہی الی ال سینی ہے

سکھمان سو بکھہ آدرس کی سہاونی ہی کیدہون منموہنی کی موہنی سی بینی ہے

-:نتر برنن:-

کیدہون مین کیتن کی سرگی ہین اوبھی مین کیدہون بنج سرجو کی سرادوات ہین
کیدہون پرپھلت ارن سرسج تامین نیل کنج راکھی تاکی سوبھاسرسات ہین
کیدہون جوری بھوری کل کہنجن کی رنجن ہئی رسک ملند کیدہون دنپت بکھاتہین
ہنٹ نویلی ال بیلی ہیم بیلی کیدہون تیری بیچہہ اچہہ میری پچھن سہات ہین

-:مکھ برنن:-

باسرن ہوایتو اوت امل جوت واکونس ہی مین ادلوکی لوک لوک ہے
یہان مدمان یاکے مہان سمان مان بہئین دن واکون دن پردیہہ سوک ہے
پورن پرکاس سداسدہا کونواس دیکھو بہت دوکھت جاتین نت سوت کوک ہے
یاکون نکلنکت کلنکت لکھیوہی واکون تیرو مکھ چندبال چندسم کوک ہے

-:ناسا برنن:-

سکھمان اکھنڈ سک تنڈن کی کھنڈن ہی منڈن مکھ منڈل کب ابھلاکھی ہے
تل کو سمن تلوتول تن پادئی نہین تومین کیتن کی چھبین بدہ بہاکھی ہے
سکھمان امل مہاکومل نوین ات روپ سرسرسج کلی کی سب تاکھی ہے
راجیونج نیہ تین بدہاتاتیہ مکھ دیپ تاکی دت ہیت ناساباتی سم راکھی ہے

اروج برکا برنن

کاالندیکے کول کیدہون کام کیل کلاگر کوک دوی اسوک چت کھت بسیری ہین
جوبن متنک ماتو مدکی ترنک تنک ناکی کل کیتھہ کیج بھیکھ جک تیری ہین
کیدہون کاہوسدہ ہیکی سادھنان تین ہیم لتاسوپھل بھی ہی تاکون بکھہ کب چتیری ہین
کلکاسروج ہین منوج مانسر ہیکی کیدہون جب جوج سی اروج تیہ تیری ہین

—: رام راجی برنن :—

کید ہون منمتھ کیا نے من لبس کر بیکون جلدل پان پر منتر پانت ساجی ہے
کید ہون پیہ منکے منورتھ نین کج ڈاری کمند کاری ات چھب چھاجی ہے
درپن اور بین کی تیب کوری کو جاتین نپک کمار چھب کوٹ کٹ لاجی ہے
گری پیہ راجی دیت سوتن کو باجی یہ تیری روم راجی بدھ ایسی سبھ ساجی ہے

—: جان برنن :—

گری ہوئی ارہین کر سانکر گری ہی دیکھ نیت اچنبھا بھری رنبھا گت چھاجی ہے
سندر سرت دنت سو بہونت راجت ہی رچنا رچرج کرن براجی ہے
ات ہین سروپ ڈہاری روپ ہیکی سانچی مانون کاریگر ئین اچھی مورت سماجی ہے
سکھان ترلوک کی سکیل سوچ سوچ ات میری جان بدہ جان جان نیہ ساجی ہے

—: نو پر برنن :—

روپ کو کیدار سم سندر راجت تامین ترل کنک کیسی لتا در سات ہے
کید ہون پہ چہری کہری کلد ہوت کی نور ہی جاکے چھب مرکن کی چھتا چھرات ہے
نوپر نوین بنیلن کی نگن جیٹوتا کو کر دیٹھ انیتھ ایمان سہات ہے
بہوبزن کی پانت تامرس کے سمن پر سکھان سموہ لہہ سکھہ سون اگھات ہے

—: پد برنن :—

پدم نہار ہار پنک پد کار بیٹھو باسر سرن واکون ہوت دن کر ہے
سانجھ مرجھائے جھوم جہکت ہی سوچ سوچ نلج بیہات کری پھیر سر پر ہے
کومل امل مہاات ہین سرنگ لکھ ایمان بھکت بھی کری کاہ سر ہے
ایری پرت بنب تیری بدھبکو جیہ جان لینہی ہی کمل اجون رمان نج کر ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ الْمِنَّۃ کہ خامۂ خوشخرام بہ منتہای این قلم و رسید۔ وسیا حتے کہ

آغاز کردہ بود بہ انجام رسانید۔ و بہ اقتضای ترتیبی کہ درین تالیف اختیار افتادہ ختم کتاب بر نظم ہندی دست بہم دادہ۔ چہ مضایقہ۔ بعض الفاظ ہندی جزو فرقان عظیم است وجواہر سلک کلام قدیم۔

شیخ[1] جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ در تفسیر "درمنثور" می گوید۔ تحت قولہ تعالی طُوبٰى لَهُمْ وَحُسْنُ مَآبٍ "اخرج ابن جریر وابو الشیخ عن سعید بن مسجوح قال طوبی اسم الجنۃ بالھندیۃ"

ونیز[2] شیخ جلال الدین سیوطی رح در تفسیر آیہ کریمہ سندس خضر از شیدلہ صاحب کتاب برہان نقل می کند "السندس رقیق الدیباج بالھندیۃ"

ونیز[3] شیخ جلال الدین سیوطی رح می فرماید "اخرج ابو الشیخ عن جعفر بن محمد عن ابیہ رضی اللہ عنہما فی قولہ تعالی یا ارض ابلعی ماءک اشربی بلغۃ الھند"

علماء فصاحت اتفاق دارند کہ این آیہ افصح آیات قرآنی است وابدع بینات آسمانی۔ وقوع لفظ ہندی در کلام معجز نظام خصوص درین آیہ بلند پایہ از عجائب است۔

ختم این کتاب در سنہ ست وستین ومائۃ والف (۱۱۶۶) بوقوع پیوست۔ و خامۂ آرام طلب تاریخ ختم چنین نقش بست لمولفہ

حبذا نو نہال موزونے — کردہ ام سبز در ریاض سخن

سال اتمام آن خرد پرسید — گفت آزاد "ختم او احسن" ۱۱۶۶ھ

چشم از یاران دادرس وعزیزان مسیحا نفس آنکہ اگر گوشۂ چشمی برین متاع حقیر اندازند۔ وبا وصف عدم لیاقت منظور نظر التفات سازند مخلص را بہ ارمغان

---

[1] درمنثور جلد رابع صفحہ ۵۹ مطبوعہ مصر۔

[2] اتقان صفحہ ۱۷۱ مطبوعہ مصر ۱۲۷۹ھ جلد اول۔

[3] درمنثور جلد ثالث صفحہ ۳۳۵۔

دعائے یاد آرند- وسبزۂ احسانے بر مزار خاکسار واگذارند- اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ نَهَایَاتِ الْاَوَّلِیْنَ- وَ اٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۵

تمت بالخیر

(۱) حصہ اوّل میں مقدمہ مصنّف ہے۔ جس میں وہ تمام وجوہ و اسباب درج ہیں جنہوں نے جناب رسالتمآب صلعم اور اُن کے اصحاب کو لڑائیوں پر مجبور کیا۔ اس کے ضمن میں مسلمانوں کی ابتدائی تاریخ اور مشرکین عرب کے مظالم کو مفصل بیان کیا ہے جن کی مدافعت کے لئے مسلمان تلوار اٹھانے پر مجبور ہوئے۔ اس کے بعد اشاعت اسلام کے واقعات بیان کئے ہیں۔ اسلام کی تعلیم اور تمدنی اصلاحات پر گہری نظر ڈالی ہے۔ اوامر و نواہی خصوصاً مسئلہ جہاد کے فلسفہ کو سمجھایا ہے۔ اور یہ نتیجہ نکالا ہے کہ مذہب اسلام اصول انصاف اور قوانین فطرت کے مطابق ہے اس لئے آسانی کے ساتھ لوگوں کے دل نشین اور دنیا میں مروّج ہوا۔ یہ مقدمہ (۱۲۸) صفحات کا ہے۔

(۲) حصہ دوم۔ مقدمہ کے بعد اصل کتاب شروع ہوتی ہے۔ جس میں تمام غزوات کے حالات درج ہیں۔ قرآن۔ حدیث۔ فقہ اور تاریخ کے ناقابل تردید حوالوں سے ثابت کر دیا ہے کہ بانی اسلام کی تمام لڑائیاں دفاعی تھیں۔ اشاعت مذہب میں آپ نے کبھی جبر و اکراہ سے کام نہیں لیا۔ اسیرانِ جنگ کے متعلق یوروپین مؤرخوں کی افترا پردازیوں کی قلعی کھول دی ہے اور پورے طور پر ثابت کر دیا ہے کہ آنحضرتؐ نے اسیرانِ جنگ کے ساتھ ہمیشہ نہایت رحیمانہ و منصفانہ برتاؤ کیا۔

(۳) حصہ سوم میں تین ضمیمے ہیں پہلے ضمیمہ میں جہد و جہاد کی صرفی۔ لغوی اور فقہی قواعد سے تحقیق کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ قرآن مجید میں یہ الفاظ بمعنی جنگ و جدل استعمال نہیں ہوئے۔ دوسرے ضمیمہ میں لونڈی غلام اور حرم بنانے کی تردید کی ہے تیسرے ضمیمہ میں ان آیات قرآن مجید کے حوالے درج ہیں جن میں دفاعی لڑائیوں کا ذکر وارد ہوا ہے۔ ان مباحث کے ذیل میں مصنف علامہ نے تاریخ۔ تفسیر اور فقہ کے اکثر مسائل حل کئے ہیں مثلاً قبائل عرب کے انساب و مواطن کی تحقیق۔ رجم و رجوم کی لغوی تشریح۔ بنونضیر، بنوقریظہ اور دوسرے یہودیوں کے قتل کی فرضی داستانیں۔ غزوۂ خندق کے متعلق نُعیم بن مسعود کی تقریر پر بحث۔ جنگ بدر کے اسباب۔ تعدد زوجات۔ غلامی۔ تسرّی کے مباحث خاص طور پر پڑھنے کے قابل ہیں۔ ریحانہ۔ ماریہ قبطیہ اور بی بی زینب کے حالات پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ غرض کہ یہ کتاب مسئلہ جہاد اور اس کے متعلقات پر اس خوبی سے لکھی گئی ہے جس کی مثال نہیں مل سکتی۔

اس کتاب کے پبلشر مولوی عبداللہ خاں صاحب کے نام سے علم دوست اصحاب بخوبی واقف ہیں جنہوں نے "گلشن ہند" اور "مآثر الکرام" اور "اعظم الکلام فی ارتقاء الاسلام" اور "تحقیق الجہاد" جیسی عالمانہ و مذہبی کتابیں شائع کر کے ملک و قوم کی عظیم الشان علمی خدمت انجام دی ہے۔ خان صاحب موصوف نے اس کتاب "تحقیق الجہاد" کو بصرف زر کثیر شائع کر کے اسلامی لٹریچر میں ایک

قابل قدر اضافہ کیا ہے۔

مولوی غلام الحسنین صاحب پانی پتی کا نام نامی ترجمہ کی خوبی و عمدگی کے لئے ایک قابل اطمینان ضمانت ہے۔ فاضل مترجم نے جابجا نہایت عمدہ اور قیمتی نوٹ بھی لکھے ہیں اور اس کے بے مثل ہونے کا مزید استحکام اور وثوق یہ ہے کہ یہ ترجمہ عالیجناب شمس العلما مولانا الطاف حسین صاحب پانی پتی کی نظر سے گذرا اور ان کی اصلاح سے مزین ہوا ہے۔ خود پبلشر یعنے مولوی عبداللہ خاں صاحب نے بھی خاص طور پر نہایت توجہ و اہتمام کے ساتھ اس کی تہذیب و ترتیب کی ہے مصنف مرحوم نے انگریزی میں جو حوالے دئے تھے خان صاحب نے اُن کے صفحات بھی بتائے ہیں تاکہ تلاش کرنے والے کو آسانی ہو اور خود دوسرے حوالے تلاش کر کے بکثرت اضافہ کر دئے تاکہ مصنف کے بیان کو مزید تقویت و تائید ہو۔ انگریزی میں آیات قرآن کا فقط ترجمہ تھا۔ خان صاحب نے اس اردو ترجمہ میں اصل و متن کو جمع کر دیا و نصف کالم میں اصل آیت لکھ کر مقابل میں اس کا فصیح و صحیح اردو ترجمہ لکھا ہے۔ انگریزی سے عربی کے اسماء و اعلام کے نقل ہونے میں جس قدر دشواریاں ہیں اس کو صرف علمی مذاق رکھنے والے سمجھ سکتے ہیں۔ خان صاحب نے نہایت قابلیت و محنت کے ساتھ سیکڑوں عربی کتابوں کی مدد سے ان مشکلات کو بھی حل کیا۔ غرض کہ آپ نے اس کتاب کی تصحیح و تحشی میں نہایت جانکاہی و عرق ریزی اور کمال تحقیق و تدقیق سے کام لیا ہے۔ اور حیرت انگیز بات یہ ہے کہ یورپ میں جو کام بڑی بڑی جماعتوں کے ہاتھ سے ہوتا ہے وہ انہوں نے تن تنہا انجام دیا جس کے لئے وہ مبارکباد اور شکریہ کے مستحق ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ کتب خانہ آصفیہ کا ایسا عظیم الشان بے مثل اور نادر خزانہ کتب اگر موجود نہ ہوتا تو یہ مرحلہ کسی طرح طے ہونا ممکن نہ تھا۔ اب پبلک کو اس لاجواب کتاب کی خریداری کر کے قدر دانی و امداد کرنی چاہئیے تاکہ خان صاحب ممدوح کو دوسرے مفید کتابوں کے شائع کرنے کا آئندہ حوصلہ ہو سکے۔ صرف مولوی چراغ علی صاحب مرحوم کی بے مثل اور قابل قدر (۲۵) چھوٹی اور بڑی مذہبی کتب و رسائل قابل اشاعت موجود ہیں۔ اس کتاب کے شروع میں مولانا مولوی عبدالحق بی اے علیگ کا مختصر مگر دلچسپ و مفید مقدمہ شامل ہے۔ اس کے علاوہ اصل کتاب کے (۴۱۲) صفحات ہیں اور نہایت عمدگی سے مطبع رفاہ عام لاہور میں چھپی۔ اس کی قابل قدر خوبیوں کے مقابلہ میں قیمت نہایت کم یعنے فقط (سے) علاوہ محصولڈاک مقرر ہے اور کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن سے مولوی عبداللہ خاں صاحب کے پتہ سے مل سکتی ہے۔

شمس اللہ قادری
حیدرآباد دکن

۵ شوال ۱۳۳۱ھ ہجری
مطابق ۷ ستمبر ۱۹۱۳ء